شیعہ اور قرآن

المعروف بہ

تنبیہ الحائرین

علماء دیوبند کے علوم کا پاسبان
دینی و علمی کتابوں کا عظیم مرکز ٹیلیگرام چینل
حنفی کتب خانہ محمد معاذ خان
درس نظامی کیلئے ایک مفید ترین
ٹیلیگرام چینل

حجۃ الاسلام امام اہل سنت
حضرت مولانا عبدالشکور فاروقی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ

إِنَّ هٰذَا الْقُرْآنَ يَهْدِي لِلَّتِي هِيَ أَقْوَمُ (القرآن)

شیعہ اور قرآن

معروف بہ

تنبیہ الحائرین

از

حجۃ الاسلام امام اہل سنت حضرت مولانا محمد عبد الشکور فاروقی لکھنوی رح

باہتمام:

عبد العلیم فاروقی

علماء دیوبند کے علوم کا پاسبان
دینی وعلمی کتابوں کا عظیم مرکز ٹیلیگرام چینل
حنفی کتب خانہ محمد معاذ خان
درس نظامی کیلئے ایک مفید ترین ٹیلیگرام چینل

شائع کردہ:
المکتبۃ الاشرفیہ
جامعہ اشرفیہ، فیروز پور روڈ، لاہور

نام کتاب ——— شیعہ اور قرآن

نام مصنف ——— امام اہلسنت حضرت مولانا محمد عبدالشکور فاروقیؒ

کتابت ——— الیاس لکھنوی

طباعت ——— طبع فی المطبعة العربية
۳۰- لیک روڈ - [illegible]

صفحات ——— ۲۲۴

ایڈیشن ——— دسمبر ۱۹۸۵ء

قیمت ———

فہرست مضامین شیعہ اور قرآن

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
۱	پیش لفظ	۵
۲	افتتاحیہ	۱۰
۳	مقدمہ: رسالہ موعظۂ تحریف کی تمہید کا جواب	۲۰
۴	**بحث اوّل**: شیعوں کا ایمان قرآن پاک پر نہ ہے اور نہ ہو سکتا ہے۔	۴۰
۵	وجہِ اوّل	۴۰
۶	وجہِ دوم	۴۲
۷	وجہِ سوم	۴۳
۸	قرآن شریف کے کم کئے جانے کی روایتیں	۴۴
۹	قرآن شریف میں بڑھائے جانے کی روایتیں	۵۴
۱۰	قرآن شریف کے حروف و الفاظ بدلے جانے کی روایتیں	۵۷
۱۱	علماءِ شیعہ کے تینوں اقرار	۶۱
۱۲	**بحث دوم**: اہلسنت کے یہاں نہ تحریف کی کوئی روایت ہے، نہ ان کا کوئی متنفس کبھی تحریف کا قائل ہوا۔	۸۷
۱۳	آغازِ مقصد	۸۹
۱۴	حائری صاحب کی پیشکردہ روایات کی حقیقت اور اس کے جواب	۹۷
۱۵	نمبر اوّل	۹۷
۱۶	نمبر دوم	۱۰۳
۱۷	نمبر سوم	۱۱۶

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
۱۸	حکایت	۱۱۸
۱۹	نمبر چہارم	۱۲۶
۲۰	نمبر پنجم	۱۴۷
۲۱	نمبر ششم	۱۴۷
۲۲	نمبر ہفتم و ہشتم	۱۵۲
۲۳	نمبر نہم	۱۵۳
۲۴	دہم	۱۵۶
۲۵	ایک لطیفہ و نمبر یازدہم	۱۵۷
۲۶	نمبر دوازدہم و سیزدہم	۱۵۸
۲۷	نمبر چہاردہم	۱۵۹
۲۸	نمبر پانزدہم، شانزدہم ہفدہم ہیزدہم نوزدہم	۱۶۰
۲۹	نمبر بستم	۱۶۳
۳۰	نمبر بست ویکم	۱۶۴
۳۱	تکملہ تنبیہ الحائرین موسوم بہ تفضیح الحائرین	۱۶۹
۳۲	حضرت عثمانؓ پر قرآن شریف جلانے کا اتہام	۲۲۱
۳۳	مصحف فاطمہ و کتاب علی	۲۲۳

پیش لفظ

باسمہٖ تعالیٰ حامداً و مصلیاً و مسلماً

امام اہلسنّت حضرت مولانا محمد عبد الشکور فاروقی رحمۃ اللہ علیہ چودھویں صدی ہجری کی عبقری شخصیات میں شمار کئے جاتے ہیں اور اصحاب رجال میں مہتم بالشان مقام رکھتے ہیں، حضرت مولانا نے اپنی پوری زندگی دین کے لئے وقف کی اور اعلاء کلمۂ حق کو اپنی حیات کا بہترین مشغلہ قرار دیا، چونکہ اس دور میں شیعیت کے اثرات نمایاں طور پر پائے جاتے تھے، بلکہ یہ ایک حقیقت ہے کہ حضرت شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی علیہ الرحمۃ اور ان کے عالی مقام خاندان کی محنتوں پر رفض و بدعات کی دبیز چادر پڑ چکی تھی، قریب تھا کہ مسلمان اپنے اکابر کی پُرخلوص مساعی فراموش کر دیں اور شیعہ امراء کے دبدبہ کا شکار ہو کر کتاب و سنّت کی رُوح اہلِ سنت کے قلوب سے نکل جائے، ایسے پُر آشوب و پُرخطر دَور میں کلمۂ حق کا اظہار کرنا اپنے آپ کو ہزار مصیبتوں کے حوالے کرنے کے مرادف تھا یہی وجہ ہے کہ علما اور خواص تبلیغ دین کے معاملہ میں مثبت روش اختیار فرماتے تھے اور عقائد کی تبلیغ میں بہت سوچ سمجھ کر پڑتے تھے، ایسے افراد کی روز بروز کثرت ہوتی جارہی تھی، جو بے باکانہ طور شیعوں کو اسلامی فرقہ قرار دے کر ان سے مسلمانوں جیسے معاملات

برتنے پر اصرار کرتے تھے اور علمائے شیعہ اپنے مذہب کی شدید تاکیدؔ کی بناء پر اپنا اصلی مذہب صیغۂ راز میں رکھتے تھے جس کی بناء پر سنیوں کا شیعوں کے ہم عقیدہ و ہم رنگ ہو جانا بالکل آسان ہو گیا تھا۔

علماءِ اسلاف نے شیعوں کی رد میں جو کچھ کام کیا ہے اس کا زیادہ تر حصہ دفاعی ہے اور مذہب شیعہ کی رد میں ان کا رُوئے سخن فروعی مسائل سے متجاوز نہ ہو سکا۔ غالباً اس کی وجہ یہی ہے کہ شیعوں نے نہایت چالاکی کے ساتھ اپنے مذہب کے اصول کو چھپایا اور عام طور پر ان کی کتابوں میں بھی وہ مسائل نہ آئے، جن سے ان کے ایمان و اسلام کا صحیح اندازہ ہو سکے استاذ العلماء، علامہ بحر العلوم فرنگی محلی کو کسی طرح شیعوں کی تفسیر "مجمع البیان" دیکھنے کو مل گئی (اگرچہ اس تفسیر کے مصنف ان چار اشخاص میں سے ہیں، جو مذہب شیعہ کے خلاف "عقیدۂ تحریف قرآن" کو بڑی احتیاط کے ساتھ پیش کرتے ہیں) تو علامہ موصوف نے اپنی کتاب "شرح مسلم الثبوت" میں شیعوں کے کفر کا فتویٰ دیا اور تحریر فرمایا:

"قرآن پاک کے ایک حرف میں جو شک کرے، وہ قطعاً کافر ہے۔"

لہ اصول کافی جو شیعوں کی بڑی معتبر کتاب ہے، ص۴۸۵ پر امام جعفر صادق سے روایت ہے، عن سلیمان بن خالد قال قال ابو عبد اللہ علیہ السلام یا سلیمان انکم علی دین من کتمہ اعزہ اللہ ومن اذاعہ اذلہ اللہ (ترجمہ) سلیمان بن خالد سے روایت ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ بیشک تم ایسے دین پر ہو کہ جو اس کو چھپائے گا اللہ اس کو عزت دے گا اور جو اس کو ظاہر کرے گا اللہ اس کو ذلیل کرے گا"

امام اہلسنت علامہ لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے اکابر کی تحقیقات کو پیش نظر رکھ کر اہلِ سنت وجماعت کی نصرت وحمایت میں اسلاف کی جانشینی کا پورا پورا حق ادا کیا اور بلاخوف لومۃ لائم صحابۂ کرامؓ کے مقام و مرتبہ سے مسلمانوں کو واقف کرانے کی بھرپور جدّ وجہد فرمائی، مذہب شیعہ کا بطلان اور اس مذہب کی اصلی تصویر اس طرح پیش کردی کہ آئندہ اس موضوع پر تحقیقی کام کرنے والے حضرتِ والا کی تحقیقات عالیہ سے استفادہ کئے بغیر کوئی معتبر خدمت انجام نہ دے سکیں گے یوں تو امام اہلسنتؒ نے "مذہب شیعہ" کے تمام اصولی وفروعی مسائل کا مکمل رد کیا ہے لیکن "عقیدۂ تحریف قرآن" اور "مسئلہ امامت" کو اپنا مرکز نظر بنا کر ثابت کردیا کہ شیعوں کا ایمان قرآن پاک پر نہ ہے اور نہ ہوسکتا ہے، اسی طرح "عقیدۂ امامت" کی بنیاد پر ختم نبوت کا عقیدہ شیعی نقطۂ نظر سے ایک لفظ بے معنیٰ ہے۔

زیرِ نظر کتاب "شیعہ اور قرآن" جو پہلی مرتبہ ۱۹۳۲ء میں "النجم" کے صفحات پر "تنبیہ الحائرین" کے نام سے جستہ جستہ شائع ہوئی اور بعد میں ۱۳۵۱ھ مطابق ۱۹۳۳ء میں اسی نام کے ساتھ کتابی شکل میں ادارہ "النجم" نے شائع کی اور پھر جس کے متعدد ایڈیشن طبع ہوئے، آخری مرتبہ "شیعہ اور قرآن" کے نام سے عمدۃ المطابع پریس سے اشاعت پذیر ہوئی۔

حضرت امام اہلسنت علیہ الرحمہ نے جب یہ اعلان فرمایا کہ "شیعوں کا ایمان قرآن پاک پر ہے اور نہ ہوسکتا ہے۔" تو شیعی دنیا میں زلزلہ آجانا قرینِ قیاس تھا چنانچہ ایسا ہی ہوا بھی، شیعوں کے مایۂ ناز علماء اپنی قوتوں کے ساتھ سرگرم عمل نظر آنے لگے اور ہر چند انھوں نے کوشش کی کہ کسی طرح اہلسنت کے اس

چڑھتے ہوئے سورج کا مقابلہ کر کے اس کی شعاعوں کو بے اثر بنا دیا جائے لیکن اللہ تعالیٰ کو اپنے جن بندوں سے اپنی مرضی کے مطابق کام لینا ہوتا ہے ان کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا۔

دسمبر ۱۹۲۰ء مطابق ربیع الاول ۱۳۳۹ھ میں بمقام امروہہ ضلع مراد آباد، یوپی شیعوں کے سب سے بڑے عالم اور خاندانِ اجتہاد کے چشم و چراغ "مولوی سبط حسن" صاحب سے مسئلہ تحریف قرآن" پر بڑے معرکہ کا مناظرہ ہوا[1]، اور اس موضوع پر شیعوں کی کچھ نہ چل سکی، خود انھوں نے محسوس کر لیا کہ واقعی اس مسئلہ پر مناظرہ کرنے سے اپنی ذلت و رسوائی کے سوا کچھ حاصل نہ ہوگا۔

پھر کچھ دنوں کے بعد پنجاب کے ایک مجتہد "مولوی سید علی حائری" غیرتِ ملی سے سرشار ہو کر نمودار ہوئے اور انھوں نے "موعظۂ تحریف" کے نام سے ایک رسالہ شائع کیا، جس میں حسبِ عادت تبرّا بازی، دشنام طرازی اور اسی قسم کی بہت سی باتیں لکھیں، نیز دھوکہ اور فریب دینے کے لئے دعویٰ کیا کہ اہلِ سنت کا بھی ایمان قرآن پاک پر نہیں ہے اور ثبوت میں "اختلافِ قرأت" یا "نسخ آیات" کی روایات پیش کر کے بڑا ناز فرمایا، جس کے جواب میں امام اہلسنت حضرت مولانا محمد عبدالشکور فاروقی نے "تنبیہ الحائرین" لکھ کر حائری صاحب کی لن ترانیوں کی حقیقت واضح کر دی اور روزِ روشن کی طرح ثابت کر دیا کہ کسی شیعہ کا ایمان قرآن پر ہونا ناممکن ہے برخلاف

[1] اس مناظرہ میں فخر المحدثین استاذ المشائخ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری نے بھی شرکت فرمائی، اور حضرت والا نے امام اہلسنت مولانا محمد عبدالشکور صاحب فاروقی کو اہل سنت کی طرف سے ان الفاظ کے ساتھ مناظر منتخب کیا کہ "ان کی ہار ہماری ہار ہے اور ان کی جیت ہماری جیت ہے۔"

اس کے سینوں کا قرآن پاک پر ایمان ہونا لازمی ہے، جیسا کہ آئندہ صفحات میں آپ کو معلوم ہوگا۔

چونکہ حائری صاحب نے اپنی کتاب "موعظۂ تحریف" میں شیعوں کے مذہب کا عقل و نقل کے مطابق ہونے کا دعویٰ کیا ہے، اس لئے امام اہلسنت نے اپنی کتاب کے آخری صفحات میں شیعوں کے اصولی و فروعی "چالیس مسائل" انہیں کی کتب معتبرہ سے پیش کر کے مذہب شیعہ کا بطلان کرتے ہوئے اس مذہب کا عقل و نقل کے خلاف ہونا ثابت کر دیا ہے۔

ہم نے اس وقت اس کتاب کو اس لئے شائع کیا کہ اس زمانہ میں اگرچہ بہت کچھ کام ہو چکا مگر پھر بھی اصولی طور پر شیعوں کے ایمان بالقرآن کی اصل حقیقت سے کما حقہٗ واقفیت نہیں ہے، عوام تو عوام ہیں علماء بھی اس مسئلہ میں کوئی خاص بصیرت نہیں رکھتے، یہ کتاب بفضلہٖ تعالیٰ اپنی جامعیت کے اعتبار سے یکساں طور پر عوام و خواص کے لئے مفید و کارآمد ہے۔ حق تعالیٰ ہم کو حضرت امام اہلسنت کی تحقیقات عالیہ کی اشاعت کی توفیق بخشے اور پوری امت کو زیادہ سے زیادہ نفع اٹھانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

خاکپائے امام اہلسنت رح

عبد العلیم فاروقی

خادم دار المبلغین پاٹا نالہ لکھنؤ

۸ ربیع الثانی ۱۴۰۲ھ

افتتاحیہ

ہر قسم کی حمد و ثنا اس اللہ تعالیٰ کے لئے ہے جس نے قرآن مجید پر ایمان لانے کی ہمیں توفیق دی، اور اس مقدس کتاب کی خدمتیں بلا شرکتِ غیرے ہمیں سے لیں، ہمارے ہی سینوں اور سفینوں کو اس کا محافظ بنایا اور ہماری گردنوں میں اس کے عشق و محبت کا طوق پہنایا اور صلوٰۃ و سلام ہو اس امام الرسل پر جس کے وسیلہ سے یہ پاک کتاب ہم کو ملی، جس نے ہم کو یہ خوش خبری سنائی کہ ہر زمانے میں تمہاری بہترین نسلیں اس امانتِ الٰہی کی حفاظت کریں گی، اور اس کے دشمن تمہارے ہاتھوں سے ہمیشہ ذلیل و خوار ہوتے رہیں گے اور خدا کی رحمت بے حساب نازل ہو، ان کے آل اخیار، خصوصاً صحابۂ کبار پر، جن کے نقل و روایت سے قرآن شریف بلکہ دین و ایمان کی ہر چیز ہم تک پہنچی۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ اَوَّلاً وَّاٰخِرًا۔

اما بعد: ہندوستان کے تمام باخبر اصحاب اس بات سے واقف ہیں کہ تقریباً بیس بائیس سال سے النجم میں نہایت کامل تحقیقات کی بنیاد پر پے درپے یہ اعلان ہو رہا ہے کہ شیعوں کا ایمان قرآن شریف پر نہیں ہے اور نہ

ہوسکتا ہے، یہ بھی اعلان دیا گیا کہ اگر کوئی مجتہد شیعہ اس بات کا اطمینان دلادیں کہ شیعہ ہونے کے بعد قرآن مجید پر ایمان ہوسکے گا تو قسم ہے رب العرش کی، میں اسی وقت فی الفور شیعہ ہونے کے لئے آمادہ ہوں۔ ان اعلانات سے سرزمین ہند کا گوشہ گوشہ گونج اٹھا مگر کسی مجتہد کی رگِ حمیت کو جنبش نہ ہوئی، ایڈیٹر صاحبان اصلاح والشمس، زمین و آسمان کے قلابے ملاتے ملاتے تھک کر خاموش ہوگئے مگر کچھ نتیجہ برآمد نہ ہوا، سوا اس کے کہ الزام اور قوی ہوگیا، جرم اور سنگین بن گیا صاف صاف بایں الفاظ ان کو، یہ اقرار کرنا پڑا کہ یہ قرآن چند جہلائے عرب کا جمع کیا ہوا ہے، اس پر اعتراض نہ ہو تو کیا ہو، نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْہُ۔

آخر آخر میں امروہہ ضلع مراد آباد کے شیعوں کو کچھ غیرت آئی اور دسمبر ۱۹۲۰ء مطابق ربیع الاول ۱۳۳۹ھ میں ایک بڑے معرکہ کا مناظرہ ہوا، اور اس میں، میں نے یہ قیامت خیز سوال پیش کیا کہ شیعوں کا ایمان قرآن شریف پر ہے یا ہوسکتا ہے، اور صرف سوال ہی نہیں بلکہ مذہب شیعہ کا مکمل فوٹو کھینچ کر سب کے سامنے رکھدیا گیا کہ یہ وجوہ ہیں، جن سے شیعوں کا ایمان قرآن شریف پر نہیں ہے اور نہ ہوسکتا ہے، شیعہ مناظر یعنی صدر الافاضل مولوی سبط حسن صاحب مجتہد جو حائری صاحب مجتہد پنجاب سے علمی قابلیت میں بدرجہا فوقیت رکھتے ہیں، اس سوال کے جواب میں چار روز تک سرگرداں و پریشان رہے مگر وہ بجائے نبرد ند جیسی شکست عظیم اعدائے قرآن کریم کو اس مناظرہ میں ہوئی، سارا زمانہ جانتا ہے، ختم مناظرہ کے بعد ایک ہفتہ کے اندر اندر ہماری طرف سے وہ سوال مع ان وجوہ کے چھاپ کر شائع کر دیا گیا اور اعلان دے دیا گیا کہ شیعوں کے قبلہ وکعبہ نے اگر کوئی جواب اس سوال کی وجوہ کا مناظرہ میں دیا ہو، یا اب اپنے علماء و مجتہدین کی متفقہ قوت سے مدد لے کر

دے سکتے ہوں تو اس کو جلد سے جلد چھاپ کر شائع کر دیں مگر اب تک کہ چوتھا[1] سال ختم ہونے کو ہے، صدائے بر نخاست۔

پھر یہی اعلان کہ شیعوں کا ایمان قرآن شریف پر نہیں ہے اور نہ ہو سکتا ہے بمبئی میں بھی دیا گیا اور بڑے بڑے شیعہ تاجروں کے سامنے جن کو ملک التجار کہنا چاہیئے باآواز بلند کہا گیا کہ وہ اپنے مکان پر کسی شیعہ مجتہد کو بلالیں، میں بھی بلا تکلف آجاؤں گا اس مسئلے کا پورا اطمینان کرلیں، مگر کسی کی ہمت نہ ہوئی۔

پھر یہی اعلان پنجاب میں اور پنجاب کے صدر مقام لاہور میں دیا گیا لاہور باوجودیکہ مجتہد پنجاب جناب حائری صاحب کا مستقر ہے، مگر وہاں بھی کسی کو جرأت نہ ہوئی۔

واقعی یہ مسئلہ اسی قابل ہے کہ اس کا جس قدر اعلان ہو جائے کم ہے اور اس کی تحقیقات میں جتنی کوشش کی جائے بجا ہے، کیونکہ اس مسئلہ نے مذہب شیعہ کی حقیقت بالکل بے پردہ کر دی، جب قرآن پر ایمان نہیں تو رہ کیا گیا، دنیا میں کوئی بیوقوف بھی اس شخص کو جس کا ایمان قرآن پر نہ ہو مسلمان نہیں کہہ سکتا۔ صدیوں تک شیعوں کا یہ عقیدہ تقیہ کے پردے میں رہا، عام طور پر علمائے اہلسنت کو اس کی خبر نہ ہوئی، اسی وجہ سے شیعوں کی تکفیر میں اختلاف رہا، ملک العلماء علامہ بحر العلوم فرنگی محلی کو شیعوں کی تفسیر مجمع البیان کہیں سے دیکھنے کو مل گئی، گو اس تفسیر کا مصنف منجملہ ان چار اشخاص کے ہے جو اپنے مذہب کے خلاف قرآن پر ایمان رکھنے کے مدعی ہوئے ہیں، اور عقیدۂ تحریف کو بہت ہلکا کر کے دکھلاتے ہیں، تاہم اس تفسیر کے دیکھنے سے

---

[1] اور اب اس اعلان کو ۶۳ سال ہو گئے۔

علامۂ ممدوح کو تھوڑا اور بہت تھوڑا سراغ شیعوں کے اس عقیدہ کا مل گیا اور انھوں نے بڑے زور سے اپنی مشہور کتاب شرح مسلم الثبوت میں ان کے کفر کا فتویٰ دیا اور لکھا کہ قرآن شریف کے ایک حرف میں جو شک کرے وہ قطعاً کافر ہے۔

اس مسئلہ نے اب دوسرے مسائل میں شیعوں سے بحث کرنے کی حاجت نہیں رکھی، اب نہ شیعوں سے مطاعن صحابہؓ کی بابت بحث کرنے کی حاجت نہ مسئلہ امامت و خلافت کے بحث کی ضرورت، نہ توہینِ انبیاءؑ میں، ان سے اُلجھنے کی حاجت، نہ متعہ و زنا و شراب خوری و تقیہ وغیرہ پر ردّ و کد کی حاجت جب ان کا ایمان ہی قرآن شریف پر نہیں ہے تو ان مباحث سے ان کو کیا تعلق۔

چوں ترکِ قرآں کردہ آخر مسلمانی کجا
خود شمع ایماں کشتہ پس لوزِ ایمانی کجا

ممکن ہے کہ یہ مسئلہ عوام کی سمجھ میں آجائے تو ان کی ہدایت کا ذریعہ بنے کیونکہ غالباً اکثر عوام نے اس مذہب کو اسلام کی شاخ سمجھ کر اختیار کیا ہے علمائے شیعہ اپنے مذہب کی اصلی باتیں اپنے لوگوں سے بھی چھپاتے ہیں ان کے ائمۂ معصومین نے ان کو مذہب کے چھپانے کی بڑی تاکید کی ہے امام جعفر صادقؑ کا ارشاد ہے کہ اے شیعو! تمہارا مذہب ایک ایسا مذہب ہے کہ جو اس کو ظاہر کرے گا، اللہ اس کو ذلیل کرے گا اور جو اس کو چھپائے گا اللہ اس کو عزت دے گا (دیکھو اصول کافی صفحہ ۴۸۵) یہ مسئلہ اب منقح بھی خوب ہوگیا ہے، ہر پہلو سے اس کی تحقیقات نہایت کامل ہوگئی ہیں ایک معمولی سمجھ کا آدمی بھی اس مسئلہ میں قول فیصل بآسانی معلوم کرسکتا ہے

علمائے اہلسنّت میں علامہ خواجہ نصر اللہ کابلی نے صواقع میں، مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے تحفۂ اثنا عشریہ میں، مولانا سیف اللہ ابن اسد اللہ ملتانی نے تنبیہ السفیہ ردّ صوارم میں، مولانا حیدر علی نے منتہی الکلام و ازالۃ الغین میں، مولانا احتشام الدین صاحب مرادآبادی نے نصیحۃ الشیعہ میں اس مسئلہ پر خامہ فرسائی فرمائی، رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْھِمْ اَجْمَعِیْنَ۝ اور علمائے شیعہ میں، مرزا محمد کشمیری نے نزہہ میں، مولوی دلدار علی مجتہد اعظم نے صوارم میں، شیعوں کے امام عالی مقام ان کے رئیس المناظرین مولوی حامد حسین نے استقصار الافحام میں اس مسئلہ پر طبع آزمائی کی، اور ان سب کے بعد اس حقیر نے النجم میں بہت بسط و تفصیل سے اس مسئلہ کے ہر پہلو پر تحقیق کی روشنی ڈالی۔ وکم ترک الاول للآخر[1] کما لا یخفٰی علی المتتبع الماہر۔

مجتہد پنجاب جناب حائری صاحب جن کے فرزندار جمند ان کو، ان خطابات سے یاد کرتے ہیں: اعلحضرت، رئیس[2] الشیعہ، مدار الشریعۃ، حجۃ الاسلام نائب امام، سلطان المحدثین والمفسرین، محی الملۃ والدین، سرکار شریعت مدار علامہ السید علی الحائری مجتہد العصر والزمان، خدا جانے کس غار سامرہ میں راحت فرما رہے تھے کہ نہ ان کو النجم کے زلزلہ افگن مباحث کی خبر ہوئی، نہ امروہہ کا قیامت خیز مناظرہ آپ کی نظر سے گزرا، جس کا ماتم اب تک شیعی دنیا میں برپا ہے، نہ اس ناچیز کے ان مواعظ کا علم ہوا جو خاص لاہور میں ان کے امامباڑہ

---

[1] بہت باتیں اگلوں نے پچھلوں کے لئے چھوڑ دی ہیں چنانچہ جس شخص نے مذکورہ بالا تمام تحریرات دیکھی ہوں اس پر یہ بات پوشیدہ نہیں ۱۲۔

[2] یہ خطابات رسالہ موعظہ تحریف اور حائری صاحب کی تمام تصنیفات مطبوعہ میں موجود ہیں ۱۲۔

کے قریب ہوئے، اب ایک مدتِ دراز کے بعد آپ اس غار سے برآمد ہوتے ہیں، تو ایک مختصر رسالہ جو انجمن دائرۃ الاصلاح لاہور نے شائع کیا ہے، آپ کی نظر سے گزرتا ہے، اس رسالہ میں بہت مختصر طریقہ محض عوام کی آگاہی کے لئے اس مسئلہ کو بیان کیا ہے کہ شیعوں کا ایمان قرآن شریف پر نہیں ہے اور نہ ہو سکتا ہے، اس رسالہ کے مطالعہ سے حائری صاحب کو بڑی غیرت آئی اور آپ جلدی سے وہ رسالہ ہاتھ میں لے کر وعظ کہنے کے لئے کھڑے ہو جاتے ہیں اور بزعم خود محققانہ طرز سے اس کا رد کر ڈالتے ہیں، اور ان کے فرزند ارجمند اس کو ایک رسالہ کی شکل میں چھپوا کر شائع کرتے ہیں اور اس کا نام "موعظہ تحریف قرآن" رکھتے ہیں، اول تو تحریف کا لفظ قرآن شریف کے نام کے ساتھ دیکھ کر اہلِ ایمان کا خون یوں ہی جوش کرتا ہے، پھر اس پر طرہ یہ کہ آج کل فتنۂ ارتداد کی وجہ سے آریوں اور مسلمانوں میں مقابلہ ہو رہا ہے، آریوں کو کس قدر مدد، اس رسالہ سے ملی، ہمیشہ سے شیعوں کی عادت رہی ہے کہ جب کافروں اور مسلمانوں سے مقابلہ ہوا تو اس فرقہ نے کافروں کا ساتھ دیا، ان کو مدد پہنچائی، ہزارہا خونیں واقعات اس قسم کے، صفحاتِ تاریخ میں مرقوم ہیں، اسی لئے علامہ ابن تیمیہ منہاج السنۃ میں لکھتے ہیں: وبالجملۃ فایامھم فی الاسلام کلھا سود لم یزالوا موالین لاعداء اللہ معادین لاولیائہ یعنی خلاصۂ کلام یہ ہے کہ ان شیعوں کے دن اسلام میں سب کے سب تاریک ہیں، یہ لوگ ہمیشہ دشمنانِ خدا سے دوستی اور دوستانِ خدا سے دشمنی کرتے رہے، خدا کی قدرت اور اس کی غیرت تو دیکھو جو لوگ اس کے دوستوں کی مخالفت کرتے ہیں ان کو کس طرح اعلانِ جنگ دیتا ہے، بہترین انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کرام رضی اللہ عنہم کے دشمنوں کو اس نے کس طرح صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم

کے مقابلہ سے اپنی مقدس کتاب کے مقابلہ میں لاکر ڈال دیا ہے کہ۔ ہمارے نبی کے اصحاب سے تم کیا لڑتے ہو، آؤ ہم سے لڑو، اور ہماری کتاب کا مقابلہ کرو اور اس کا مزہ چکھو کفی اللہ المومنین القتال اہل ایمان کی طرف سے لڑنے کو اللہ کافی ہے، لھٰذا اب ہم کو لازم ہے کہ شیعوں کو کسی دوسرے مسئلہ میں ہرگز گفتگو نہ کرنے دیں، ان کو خدا کی کتاب کے مقابلے سے ہٹنے کی مہلت نہ ملے اور اس سنگین قلعہ سے ٹکرا ٹکرا کر ان کے سر پاش پاش ہو جائیں

ایک بات اس مقام پر غور طلب ہے وہ یہ کہ آیا، ان دونوں باتوں میں اصل اور مقدم کون ہے، اور نتیجہ کون ہے، آیا اس فرقہ کو اصالۃً عداوت قرآن کریم سے ہے اور قرآن کریم کے مجروح کرنے کے لئے اس کے اول راویوں یعنی صحابۂ کرامؓ پر طعن کئے گئے یا اصالۃً صحابۂ کرامؓ سے عداوت ہے اور ان کی ضد میں قرآن شریف پر حملے کئے گئے اور قرآن پر ایمان نہ رہا۔ راقم الحروف کی تحقیق میں اول الذکر بات صحیح ہے، کیونکہ کسی کو کسی سے عداوت ہونے کے لئے بنائے خصومت ضروری ہے، اور صحابۂ کرامؓ سے بنائے خصومت کوئی بھی نہیں، انھوں نے شیعوں کو کیا نقصان پہنچایا، شیعوں کا تو اس وقت وجود بھی نہ تھا، ہاں قرآن شریف سے بنائے خصومت ظاہر ہے کہ جس مذہب کی بنیاد ابن سباؔ اور اس کی ذریت ڈال رہے تھے، قرآن شریف

لہ ناواقفوں کے سامنے شیعہ قطعی انکار کر دیتے ہیں کہ ابن سبا سے ہمیں کوئی تعلق نہیں لہٰذا اس وقت ان کی ایک معتبر کتاب کا حوالہ دیا جاتا ہے، رجال کشی (جس پر اسماء الرجال شیعہ کا دار و مدار ہے) کے صفحہ ۷۱ میں ہے کہ: ذکر بعض اھل العلم ان عبد اللہ بن سبا کان یھودیا فاسلم ووالی علیا علیہ السلام وکان یقول وھو علی (باقی اگلے صفحہ پر)

اس کی مزاحمت کر رہا ہے، بہر حال کچھ بھی ہو، خواہ عداوتِ قرآن اصل ہو، یا عداوتِ صحابۂ کرامؓ، نتیجہ ایک ہے، یہ دونوں عداوتیں لازم و ملزوم ہیں جیسا کہ اب آنکھوں سے مشاہدہ ہو رہا ہے۔

المختصر، یہ رسالہ "موعظۂ تحریفِ قرآن" اشاعت سے بہت دنوں بعد اب مجھے ملا، میں نے اس کو دیکھا تو اوّل سے آخر تک جھوٹے حوالوں خیانتوں غلط استدلالوں اور بے علمی کی باتوں سے لبریز پایا، استقصار الافحام کے مضامین مکذوبہ و مردودہ کا اردو میں ترجمہ کر دیا گیا ہے اور افسوس کہ وہ ترجمہ بھی صحیح نہیں، پھر جو جواب ان مضامین کا "النجم" میں دیا گیا، اس کا تو کہیں خفیف سا رد بھی نہیں۔ ان مضامین کے علاوہ اگر کوئی بات حائری صاحب نے اپنی طرف سے بڑھائی ہے تو وہ ایسی ہے کہ عالم تو کیا کوئی

.... یهودیته فی یوشع بن نون وصی موسیٰ بالغلو فقال فی اسلامه بعد وفات رسول اللہ صلے اللہ علیه وآله فی علیؑ علیه السلام مثل ذالك وكان اوّل من اشهر بالقول بفرض امامة علی واظهر البرأة من اعدائه وکاشف مخالفیه واکفرهم فمن هٰهنا قال من خالف الشیعة اصل التشیع والرفض ماخوذ من الیهودیة (ترجمہ) بعض اہلِ علم نے بیان کیا ہے کہ عبداللہ ابن سبا یہودی تھا، پھر وہ اسلام لایا اور اس نے علیؓ سے محبت کی اور وہ اپنے زمانۂ یہودیت میں یوشع ابن نون وصی موسیٰ کے بارے میں بہت غلو کرتا تھا پھر وہ اپنے اسلام کے زمانہ میں رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد علیؓ کے متعلق بھی ویسا ہی غلو کرنے لگا اور یہ ابن سبا پہلا شخص ہے جس نے امامت علیؓ کے فرض ہونے کو مشہور کیا اور ان کے دشمنوں پر تبرا کیا، اور ان کے مخالفوں سے کھل کھیلا، اور ان کی تکفیر کی۔ اسی وجہ سے جو لوگ مذہب شیعہ کے مخالف ہیں وہ کہتے ہیں کہ تشیع و رفض کی بنیاد یہودیت سے لی گئی ہے

جاہل بیوقوف بھی ایسی بات نہیں کہہ سکتا۔

جا بجا حائری صاحب خود ایسی باتیں بھی زیب رقم فرما گئے ہیں جن سے مذہب شیعہ کا گھروندہ بالکل مٹا جاتا ہے۔ فالحمد للہ یخربون بیوتھم بایدیھم وایدی المومنین ۵

چونکہ اس رسالہ سے بے خبر لوگوں کے بہک جانے کا اندیشہ تھا اور مجتہد صاحب کو اس پر ناز بھی بہت ہے، جا بجا اس کی لاجوابی کا راگ گایا ہے اور بڑی تحدی کے ساتھ لکھا ہے کہ کوئی شخص اس کا جواب نہیں لکھ سکتا، یہ بھی لکھا ہے کہ ہم جواب کے منتظر ہیں اس لئے اس کے جواب کی طرف توجہ کی گئی اور چونکہ بمقام ڈیرہ غازی خان حائری صاحب نے میرے مقابلہ میں تقریری مناظرہ سے فرار کرتے ہوئے تحریری مناظرہ کا وعدہ کیا تھا، گو اس وعدے سے بھی اسی وقت انحراف کر گئے، پھر لاہور پہنچکر بھی ان سے مطالبہ کیا گیا لیکن وہ ایفا نہ کر سکے، تاہم اس خیال سے کہ شاید اب اس کا ایفا کریں، میں نے خود اس کا جواب لکھا ورنہ بہت ممکن تھا کہ کسی طالب علم سے اس کا جواب لکھوا دیا جاتا، نام اس جواب کا میں نے "تنبیہ الحائرین بحمایۃ الکتاب المبین" اور لقب "سوط العذاب علی اعداء الکتاب" رکھا، مجتہد پنجاب، اب اپنی اور اپنے فرقہ کے تمام علماء و مجتہدین کی پوری طاقت صرف کر کے اس کا جواب لکھیں، بلکہ ارواح طیبہ ابن سبا اور زرارہ و ابوبصیر وغیرہم بلکہ اپنے امام غائب کو بھی اپنی مدد کے لئے بلالیں، ادعوا شھداءکم من دون اللہ ان کنتم صٰدقین ۵

اس رسالہ میں چونکہ مجتہد صاحب نے شروع میں ایک تمہید

لکھی ہے، اس کے بعد یہ بحث اٹھائی ہے کہ شیعوں پر یہ بے جا الزام ہے کہ شیعوں کا ایمان قرآن شریف پر نہیں ہو سکتا، کوئی شیعہ تحریفِ قرآن کا قائل نہیں ہے، بلکہ اہلسنت کی روایات سے تحریف قرآن ثابت ہے لہٰذا میں اس جواب کو ایک مقدمہ اور دو بحثوں اور ایک خاتمہ پر تقسیم کرتا ہوں۔ مقدمہ میں ان کی تمہید کا جواب ہے، اور پہلی بحث میں یہ ثابت کیا ہے کہ بلاشک کسی شیعہ کا ایمان قرآن مجید پر نہیں ہو سکتا، جو شیعہ ایمان بالقرآن کا دعویٰ کرتا ہے، وہ موافق اپنی مذہبی تعلیم کے جھوٹ بولتا ہے۔ دوسری بحث میں یہ ثابت کیا ہے کہ اہل سنت پر بہتان لگانا، کہ معاذاللہ ان کی کسی روایت سے تحریف قرآن ثابت ہے، یہ ایک ایسا جھوٹ ہے جو قیامت تک کبھی فروغ نہیں پا سکتا۔ خاتمہ میں کچھ لطائف مذہب شیعہ کے بیان کئے ہیں۔

وحسبنا اللہ ونعم الوکیل ولا حول ولا قوۃ الا باللہ

مقدمہ

رسالہ موعظۂ تحریف کی تمہید کا جواب

اس رسالہ کی تمہید میں کچھ باتیں تو محض جھوٹ اور بے اصل ہیں، اور کچھ باتیں ایسی ہیں کہ ان سے مذہب شیعہ نیست و نابود ہوا جاتا ہے، نمونہ کے طور پر چند نمبر ہدیۂ ناظرین کئے جاتے ہیں:

(۱) سب سے پہلا مضمون یہ ہے کہ چھیڑ کی ابتدا سنیوں کی طرف سے ہوئی، شیعہ ہمیشہ صبر و تحمل سے کام لیتے رہے، اب بہ مجبوری مدافعت کے لئے آمادہ ہوئے، حالانکہ تمام دنیا جانتی ہے کہ ہر قسم کے شر و فساد کی ابتداء ہمیشہ شیعوں کی طرف سے ہوتی ہے، مناظرہ و مباحثہ کی ابتدا بھی ان ہی نے کی۔ پہلی کتاب مباحثہ شیعہ سنی "نہج الحق" ہے، جو شیعوں کے امام اعظم شیخ حلی نے لکھی، ساری بنیادِ فساد یہ ہے کہ شیعہ تبرا کہتے ہیں، بزرگانِ دین الٰہی کو برا کہتے ہیں، اسی پر آئے دن نزاعات ہوتے ہیں، ہمارے مذہب میں کسی کو برا کہنا عبادت نہیں، لہٰذا چھیڑ ہماری طرف سے نہیں ہو سکتی۔ شیعوں نے سیکڑوں مرتبہ ۲۹۸ تعزیراتِ ہند کے تحت میں سزائیں پائیں مگر پھر بھی باز نہیں آتے، لاہور میں

ابتداء خود مجتہد پنجاب کی طرف سے ہوئی کہ انھوں نے اپنے وعظوں میں اپنے رسالوں میں ہمارے مذہب پر سخت نجس وناپاک حملے کئے، اگرچہ ہم ان کی حرکات سے خوش ہیں، کیونکہ انھوں نے ہمارے غافل بھائیوں کو بیدار کر دیا۔

(۲) اہلسنت جو ان لوگوں کو "رافضی" کہتے ہیں، اس کے انتقام میں اس رسالۂ تحریف و نیز دوسری مطبوعات میں ان کو "خارجی" کہا گیا ہے، حالانکہ یہ سراسر جہالت وحماقت ہے، "رافضی" کی لفظ آپ کی پسند[لہ] کی ہوئی لفظ ہے، آپ کے امام معصومین کہتے ہیں کہ خدا کی طرف سے یہ لقب ہم کو ملا ہے، برخلاف اس کے "خارجی" کی لفظ نہ ہماری پسند کی ہوئی ہے، نہ یہ لقب ہماری کتابوں میں اختیار کیا گیا۔ ابھی حضرت ابھی آپ نے خارجی کو دیکھا نہیں، ایک خارجی لاہور میں آجائے تو آپ ہندوستان چھوڑ دیں، جیسے ناپاک الفاظ آپ بزرگوں کی شان میں استعمال کرتے ہیں اس سے ہزار چند وہ حضرت علیؓ کو کہہ ڈالتے ہیں۔

(۳) تمہید کے صفحہ ۳ میں حائری صاحب کی بڑی تعریف ہے، خطابات تو شیعوں کے یہاں بہت سستے ہیں۔

(۴) تحریف کے وعظ سے ہندو مسلمانوں کی عام دل چسپی علماء وطلباء اہلسنت کا

لہ کافی کتاب الروضہ صفحہ ۱۶ میں ہے کہ امام جعفر صادق نے فرمایا: الرافضة قال قلت نعم قال لا واللہ ما سموکم بل اللہ سماکم یعنی تمہارا نام رافضی مخالفوں نے نہیں رکھا بلکہ خدا نے تمہارا نام رافضی رکھا ہے۔ تعجب ہے کہ شیعہ اس نام سے کیوں چڑھتے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے اپنی روایات پر وہ خود بھی مطمئن نہیں ۱۲

شریکِ وعظ ہونا اور بعض انگریزی داں طلباء کا نعوذ باللہ شیعہ ہو جانا بڑے فخر و مباہات سے بیان کیا ہے۔ ہندوؤں کی دلچسپی مسلّم ہے، کیونکہ آپ کا وعظ ان کے لئے جس قدر مفید ہے، ظاہر ہے مگر سنی علماء و طلباء کا آپ کے وعظ میں جانا اگر سچ ہوتا تو آپ زمین پر پاؤں نہ رکھتے، بھلا یہ ممکن تھا کہ ان کے نام نہ چھاپتے، خصوصاً جب کہ کسی نے تبدیلِ مذہب بھی کیا ہوتا۔ استغفر اللہ۔

(۵) تمہید کے صفحہ ۵ پر ایک شیعہ رئیس پر سخت تعریض کی ہے، غالباً، وہ نواب فتح علی خاں قزلباش ہیں، انھوں نے کئی مرتبہ عام طور پر اس کا اظہار کیا کہ لاہور میں شیعہ سنی کے نزاعات کی بنیاد حائری صاحب ہیں، سنا ہے کہ انھوں نے حائری صاحب سے ملاقات بھی ترک کر دی ہے۔

(۶) صفحہ ۱۲ و ۱۳ پر شیعہ مشن کی کامیابی کے بڑے بڑے سبز باغ اپنی قوم کو دکھا کر ان سے چندہ طلب کیا ہے، اور اس کے ساتھ ہی مذہبِ شیعہ کا مطابقِ عقل و موافقِ فطرت ہونا بھی بیان کیا ہے، جناب حائری صاحب چندہ بھی خوب لیں، سبز باغ بھی دکھلائیں، کیونکہ چندہ بغیر اس کے نہیں مل سکتا، مگر مذہب شیعہ کا مطابقِ عقل ہونا بیان کرکے انھوں نے اپنے کو مبتلائے مصیبت ہی کر دیا۔

نہ گفتی نہ دارد کسے با تو کار
ولیکن چو گفتی دلیلش بیار

مجتہد صاحب اگر مذہب شیعہ کا مطابقِ عقل ہونا ثابت کر دیں تو ہم بھی سمجھیں کہ وہ مجتہد ہیں مگر یاد رہے کہ مذہب شیعہ کے برابر خلافِ عقل کوئی مذہب دنیا میں نہیں، نہ اصول، مطابقِ عقل ہیں، نہ فروع۔

نے فروعت محکم آمد نے اصول   شرم بادیت از خدا واز رسول

بانیان مذہب شیعہ خود بھی جانتے تھے کہ جس مذہب کو وہ ایجاد کر رہے ہیں، اس کی کوئی بات عقل کے مطابق نہیں ہے' اس لئے بطور پیش بندی کے انھوں نے یہ حدیث تصنیف کر لی کہ ائمۂ معصومین فرماتے ہیں:

ان علم العلماء صعب مستصعب لا یحتملہ الا نبی مرسل او ملك مقرب او عبد مؤمن امتحن اللہ قلبہ للایمان (الصافی شرح اصول کافی، کتاب الحجۃ ج ۳ حصہ ۲ ص ۶۴) ترجمہ: ہمارے علماء کا علم سخت مشکل ہے۔ سوا نبی مرسل یا فرشتۂ مقرب کے یا اس بندۂ مومن کے جس کے قلب کو خدا نے ایمان کے لئے جانچ لیا ہو، کوئی شخص ان کو سمجھ نہیں سکتا۔

یہ تو آپ کے مذہب کی حالت ہے' اس پر آپ کہہ رہے ہیں، کہ یہی ایک مذہب عقل کے مطابق ہے، اچھا فرمائیے:

(۱) خدا کی بابت یہ عقیدہ رکھنا کہ اس کو بدا ہوتا ہے، یعنی وہ جاہل ہے اور اسی وجہ سے اس کی اکثر پیشین گوئیاں غلط ہو جاتی ہیں اور وہ نادم و پشیمان ہوتا ہے' اور پھر اس عقیدے کو اس قدر ضروری بتانا، کہ جب تک اس عقیدہ کا اقرار نہیں لے لیا گیا، کسی نبی کو نبوت نہیں ملی، کس عقل کے مطابق ہے؟

(۲) خدا کی بابت یہ عقیدہ رکھنا کہ جب اس کو غصہ آتا ہے تو دوست و دشمن کی اس کو تمیز نہیں رہتی، کس عقل کے مطابق ہے؟

(۳) خدا کی بابت یہ عقیدہ رکھنا کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ سے ڈرتا تھا اس لئے اس نے بعض کام ان سے چھپا کر کئے، کس عقل کے مطابق ہے؟

(۴) خدا کی بابت یہ عقیدہ رکھنا کہ وہ بندوں کی عقل کا محکوم ہے اور اس پر عدل واجب ہے، صلح واجب ہے، یعنی بندوں کے حق میں جو کام زیادہ مفید ہو، خدا پر واجب ہے کہ وہی کام کیا کرے، اسی بنا پر خدا کے ذمہ واجب کیا گیا کہ ہر زمانہ میں ایک امام معصوم کو قائم رکھے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ شیعوں کا سوچا ہوا انتظام جب دنیا میں نہ پایا جائے اور اکثر ایسا ہی ہوتا ہے تو خدا پر ترک واجب کا جرم قائم ہو، آج کل بھی صدیوں سے خدا ترک واجب کا ارتکاب کر رہا ہے کہ کوئی امام معصوم اس نے قائم نہیں کیا، ایک صاحب صدیوں سے کسی غار میں روپوش بیان کیے جاتے ہیں مگر ان کا ہونا نہ ہونا برابر ہے، کیونکہ ان سے کسی کو فائدہ پہنچنا تو درکنار ملاقات تک نہیں ہو سکتی، یہ عقیدہ کس عقل کے مطابق ہے؟

(۵) بتقلید مجوس یہ عقیدہ رکھنا کہ خدا تمام چیزوں کا خالق نہیں، بلکہ بندے بھی بہت سی چیزوں کے خالق ہیں، صفت خالقیت میں خدا کے لاکھوں کروڑوں بے گنتی بے شمار شریک ہیں اور پھر اپنے کو موحد کہنا کس عقل کے مطابق ہے؟

سچ پوچھو تو شیعوں کا یہ عقیدہ مجوسیوں سے بدرجہا بڑھ گیا، مجوسی صرف دو خالق کے قائل ہیں، ایک یزداں، دوسرا اہرمن، مگر شیعہ تو بے گنتی، بے شمار خالق بتلاتے ہیں، پھر نہ معلوم کس قانون سے مجوسی بے چارے تو مشرک قرار دیے جائیں اور شیعہ موحد، اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عَجِيْبٌ۔

(۶) نبیوں کے متعلق یہ عقیدہ رکھنا کہ ان میں اصول کفر موجود ہوتے ہیں کس عقل کے مطابق ہے؟

(۷) نبیوں کے متعلق یہ عقیدہ رکھنا کہ ان سے بعض ایسی خطائیں سرزد ہوتی ہیں کہ ان کی سزا میں ان سے نور نبوت چھن جاتا ہے، کس عقل کے مطابق ہے؟

(۸) نبیوں کے متعلق یہ عقیدہ رکھنا کہ وہ مخلوق سے اس قدر ڈرتے ہیں کہ احکام خداوندی کی تبلیغ مارے ڈر کے نہیں کرتے، حتیٰ کہ سیدالانبیاءؐ نے بہت سی آیتیں قرآن شریف کی صحابہؓ کے ڈر سے چھپالیں جن کا آج تک کسی کو علم نہیں ہوا، نہ اب ہوسکتا ہے، جب کوئی حکم خواہ مخواہ تبلیغ کرانا ہوتا تو خدا کو بار بار تاکید کرنا پڑتی تھی، اس پر بھی کام نہ نکلتا تو خدا کو وعدۂ حفاظت کرنا پڑتا تھا، کس عقل کے مطابق ہے؟

(۹) نبیوں کے متعلق یہ عقیدہ رکھنا کہ وہ خدا کے انعام کو واپس کر دیا کرتے تھے۔ بار بار خدا انعام بھیجتا تھا اور وہ بار بار واپس کرتے تھے آخر خدا کو کچھ اور لالچ دینا پڑتا تھا۔ اس وقت اس انعام کو قبول کرتے تھے۔ کس عقل کے مطابق ہے؟

(۱۰) نبیوں کی بابت یہ عقیدہ رکھنا کہ وہ اپنی تعلیم کی اجرت مخلوق سے مانگتے تھے اور خدا نے ان کو ایسے قابل شرم کام کی اجازت دی تھی، کس عقل کے مطابق ہے؟

(۱۱) آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ عقیدہ رکھنا کہ آپ نے اپنی رحلت کے قریب ایک بڑی آمدنی کی جائداد جو بحیثیت جہاد حاصل ہوئی تھی اپنی بیٹی کو ہبہ کردی تھی جب کہ حکومت اسلامیہ بالکل مفلس اور حاجتمند تھی، کس عقل کے مطابق ہے؟

(۱۲) قرآن شریف کی بابت یہ عقیدہ رکھنا کہ اس میں پانچ قسم کی تحریف ہوئی، کم کردیا گیا، بڑھا دیا گیا، الفاظ بدل دیئے گئے، حرف

بدل دیئے گئے، اس کی ترتیب آیتوں اور سورتوں کی خراب کردی گئی۔ اور اب موجودہ قرآن میں نہ فصاحت و بلاغت ہے، نہ وہ معجزہ ہے بلکہ وہ دین اسلام کی بیخ کنی کررہا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین اس میں ہے، پھر یہ بھی کہنا کہ باوجود، ان سب باتوں کے دین اسلام باقی ہے۔ کس عقل کے مطابق ہے؟

(۱۳) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات، جن کو قرآن شریف میں ایمان والوں کی ماں فرمایا اور نبی کو حکم دیا کہ اگر یہ طالب دنیا ہوں تو ان کو طلاق دے دیجئے، ان کی بابت یہ عقیدہ رکھنا کہ وہ نعوذ باللہ منافقہ تھیں طالب دنیا تھیں، اور باوجود اس کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، ان کو اپنی صحبت میں رکھتے، ان سے اختلاط و ملاطفت فرماتے رہے۔ کس عقل کے مطابق ہے؟

(۱۴) یہ عقیدہ رکھنا کہ حضرت علیؓ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کے طلاق دینے کا اختیار تھا اس لئے انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں بھی نہیں بلکہ آپؐ کی وفات کے بعد اور بہت بعد حضرت عائشہ صدیقہؓ کو طلاق دے دی، کس عقل کے مطابق ہے؟

(۱۵) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کو اہل بیت سے خارج کرنا کس عقل کے مطابق ہے؟

لفظ اہلبیت از روئے قواعد و لغت عرب و محاورۂ قرآنی زوجہ کے لئے مخصوص ہے، شیعوں نے زوجہ کو تو اہلبیت سے خارج کردیا اور جن لوگوں کو مجازی طور پر ازراہِ محبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اہلبیت فرمایا تھا، ان کے لئے اس لفظ کو خاص کردیا۔

(۱۶) صحابہؓ جنھوں نے تمام دنیا میں اسلام پھیلایا جو قبل ہجرت ایسے نازک وقت میں اسلام لائے کہ اس وقت کلمۂ اسلام کا پڑھنا اژدہے کے منہ میں ہاتھ ڈالنا تھا اور جبکہ بظاہر اسباب کوئی امید نہ تھی کہ کبھی اس دین کا عروج ہوگا، جنھوں نے دین کے لئے اپنا وطن چھوڑا، اپنے اعزا و اقارب سے قطع تعلق کیا، جنھوں نے کافروں کی بڑی بڑی سلطنتیں زیروزبر کرکے اسلامی تعلیمات کو وہاں رواج دیا جو تیئیس برس تک شب و روز سفر و حضر میں ہمرکاب وہم صحبت سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے رہے ان حضرات کی بابت (جو ہزاروں، لاکھوں تھے) یہ اعتقاد رکھنا کہ یہ سب لوگ دین اسلام کے دشمن تھے، مالِ دنیا کے موہوم لالچ میں منافقانہ مسلمان ہوئے تھے اور نبی کے بعد سب کے سب سوا تین، چار کے مرتد ہوگئے، قرآن میں تحریف کردی اور وہی محرف قرآن تمام دنیا میں رائج ہوگیا، نبی کی بیٹی کو انھوں نے مارا پیٹا، حمل گرایا، مار ڈالا، سید الانبیاء کی ۲۳ برس کی صحبت و تربیت نے ان پر ذرہ برابر اثر نہ کیا، وغیرہ وغیرہ یہ اعتقاد کس عقل کے مطابق ہے؟

(۱۷) اپنے خانہ ساز اماموں کے متعلق یہ عقیدہ رکھنا کہ وہ نبیوں کی طرح معصوم و مفترض الطاعۃ ہوتے ہیں، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم رتبہ اور باقی انبیاء سے افضل تھے باوجود اس کے ان کو نبی نہ کہنا چاہیئے، کس عقل کے مطابق ہے؟

(۱۸) اماموں کے بابت اعتقاد رکھنا کہ وہ ران سے پیدا ہوتے ہیں اور ان کی پیشانی پر آیت لکھی ہوتی ہے، کس عقل کے مطابق ہے؟

(۱۹) امام مہدی کے متعلق یہ عقیدہ رکھنا کہ وہ چار برس کی عمر میں قرآن

شریف اور تمام تبرکات لے کر بھاگ گئے اور سنیوں کے خوف سے ایک غار میں جا کر چھپ رہے، اور صدیوں سے اسی غار میں چھپے بیٹھے ہیں کسی کو نظر نہیں آتے. کس عقل کے مطابق ہے؟

ف: امام مہدی کے غائب ہونے کا قصہ تمام تر خلاف عقل باتوں سے بھرا ہوا ہے، بھلا بتلائیے تو اب کون سا خوف ہے؟ جو وہ باہر نہیں نکلتے مرزا غلام احمد قادیانی ڈنکے کی چوٹ پر دعوائے نبوت کا کرے، اپنے کو انبیاء سے افضل کہے، حضرت عیسیٰ کی توہین کرے، جھوٹی پیشین گوئیاں بیان کرے، اپنے نہ ماننے والے مسلمان کو کافر کہے اور کوئی اس کا کچھ نہ بگاڑ سکے، آپ کے امام مہدی، مرزا سے زیادہ کون ایسی بات کہتے، وہ بھی اپنے کو نبیوں سے افضل کہتے، صحابہ کرامؓ کی توہین کرتے، جھوٹی پیشین گوئیاں بیان کرتے، اپنے کو معصوم مفترض الطاعۃ کہتے، اپنے نہ ماننے والوں کو ناری کہتے، قرآن کی توہین کرتے، بس پھر ان کو ایسا کیا خوف ہے، کہ وہ باہر نہیں نکلتے.

(۴۰) اماموں کی بابت یہ عقیدہ رکھنا کہ ان کے پاس عصائے موسیٰؑ انگشتری سلیمانؑ اور بڑے بڑے معجزات اور بڑے بڑے لشکر جنات کے ہوتے ہیں، اور ان کو اپنے مرنے کا وقت بھی معلوم ہوتا ہے اور ان کی موت ان کے اختیار میں ہوتی ہے، بالخصوص حضرت علیؓ میں، علاوہ ان اوصاف کے قوت جسمانی بھی مافوق الفطرت تھی کہ جبرئیل جیسے شدید القویٰ فرشتہ کے پر کاٹ ڈالے، پھر باوجود ان عظیم الشان طاقتوں کے یہ عقیدہ رکھنا کہ قرآن محرف ہو گیا، فدک چھن گیا، حضرت فاطمہؓ پر مار پڑی، حمل گرایا گیا، شہید کی گئیں، حضرت علیؓ کی لڑکی بجبر چھین لی گئی، حضرت علیؓ کی گردن میں رسی

ڈال کر کھینچے گئے، زبردستی بیعت لی گئی، مگر وہ کچھ نہ بولے، نہ معجزات سے کام لیا، نہ لشکرِ جنات سے، نہ اسی پر کچھ دل مضبوط ہوا کہ میری موت کا تو فلاں وقت مقرّر ہے، پھر وہ بھی میرے اختیار میں ہے، کس عقل کے مطابق ہے ؟

(۲۱) باوجود، ان سب قوتوں اور سامانوں کے یہ عقیدہ رکھنا کہ حضرت علیؓ کو رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم وصیّت کر گئے تھے کہ اے علیؓ! چاہے قرآن محرف ہو جائے، کعبہ گرا دیا جائے، تمہاری عزت خاک میں ملا دی جائے، مگر تم صبر کئے ہوئے خاموش بیٹھے رہنا، کس عقل کے مطابق ہے؟

(۲۲) باوجود وصیّتِ رسولؐ کے اور باوصف معصوم ہونے کے حضرت علیؓ کا ام المومنین حضرت صدیقہؓ اور حضرت معاویہؓ سے اس بنیاد پر لڑنا کہ وہ لوگ بے دینی کا کام کرتے تھے کس عقل کے مطابق ہے ؟

اُم المومنینؓ اور حضرت معاویہؓ نے کون سی بے دینی خلفائے ثلثہ سے بڑھ کر کی تھی، بلکہ سچ تو یہ ہے کہ (معاذ اللہ) خلفائے ثلثہؓ کے کام حضرت معاویہؓ وغیرہ سے بدرجہا بڑھ کر تھے، قرآن میں تحریف کرنا! متعہ جیسی مرغوب عبادت کو حرام کرنا، نماز تراویح جیسے گناہِ بے لذت کو رواج دینا، فدک چھینا، حضرت فاطمہؓ کو زدوکوب کرنا، حضرت علیؓ کی گردن میں رسّی ڈال کر زبردستی بیعت لینا، امّ کلثومؓ کو غصب کرنا، ان مظالم سے بڑھ کر، بلکہ ان کے برابر کون سا ظلم حضرت معاویہؓ وغیرہ کا تھا، حضرت علیؓ خلفائے ثلثہؓ سے نہ لڑے، اور ان سے لڑے، زندگی بھر خلفائے ثلثہؓ کی خوشامد اور ان کی جھوٹی تعریفیں

کرتے رہے اور حضرت معاویہؓ سے برسرِ پیکار ہو گئے، جناب حائری صاحب صرف اسی ایک بات کو کسی طرح مطابقِ عقل کر کے دکھادیں

(۲۳) باوجود اس کے کہ حضرت علیؓ کے حالات خلاف شجاعت وخلاف حمیت وغیرت، کتب معتبرہ شیعہ میں بکثرت موجود ہیں جن میں سے کچھ قدر قلیل اوپر بیان ہوئے ہیں، بقول شیعہ حضرت علی رضی اللہ عنہ عمر بھر اپنا اصلی مذہب چھپائے رہے، ہمیشہ جھوٹ بولا کئے، لوگوں کو جھوٹے مسئلے بتاتے رہے پھر ان کو اسد اللہ الغالب اور اشجع الاشجعین کہنا کس عقل کے مطابق ہے؟

(۲۴) باوجود حضرت علیؓ کے ان حالات کے اور باوجود اس کے کہ حضرت علیؓ سے زندگی بھر کوئی کارِ نمایاں نہیں ہوا، زمانہ رسولؐ میں جو کام انھوں نے کئے وہ رسولؐ کی پشت پناہی اور ان کے اقبال سے ہوئے ان کا ذاتی جوہر تو اس وقت معلوم ہوتا جب وہ رسولؐ کے بعد کوئی کام کر کے دکھلاتے مگر ایسا ایک واقعہ بھی کوئی شیعہ پیش نہیں کر سکتا ایسے شخص کی بابت یہ عقیدہ رکھنا کہ اصلاح عالم اسی کی خلافت میں تھی اور رسولؐ نے اسی کو اپنا خلیفہ بنایا تھا کس عقل کے مطابق ہے؟

(۲۵) اصحاب ائمہ میں باہم نزاع ہوا اور باوصف امام کے زندہ موجود ہونے کے وہ نزاع رفع نہ ہو بلکہ ترکِ کلام وسلام کی نوبت آجائے مگر شیعہ ان میں سے کسی کو خاطی نہ کہیں سب کو اچھا سمجھیں اور اصحاب رسولؐ میں اگر کوئی ایسا واقعہ ہو گیا ہو تو وہاں ایک فریق کو برا کہنا ضروری سمجھیں کس عقل کے مطابق ہے؟

(۲۶) اصحابِ ائمہ میں باقرار شیعہ نہ امانت تھی نہ صدق، ائمہ پر افترا بھی کرتے تھے، ائمہ ان کی تکذیب بھی کرتے تھے، ائمہ سے نہ انھوں نے اصولِ دین کو یقین کے ساتھ حاصل کیا تھا نہ فروع کو، ائمہ ان سے تقیہ کرتے رہے، اپنا اصلی مذہب ان سے چھپایا کئے، بایں ہمہ ان اصحاب ائمہ کی روایات پر اعتبار کرنا اور مذہب شیعہ کی تعلیمات کو ان ائمہ کی طرف منسوب کرنا کس عقل کے مطابق ہے؟

(۲۷) اولادِ رسول میں گنتی کے بارہ تیرہ اشخاص کو مان کر باقی سیکڑوں ہزاروں نفوس کو بُرا کہنا اُن سے عداوت رکھنا، ان پر تبرا بھیجنا اور اس حالت پر محبتِ اولادِ رسول کا دعویٰ کرنا کس عقل کے مطابق ہے؟

یہاں تک تو آپ کے اعتقادات کا نمونہ یکے از ہزار و مشتے از خروار دکھایا گیا، اب ذرا اعمال کی طرف توجہ فرمایئے:

(۲۸) جھوٹ بولنا جس کو ہر زمانہ میں تمام دنیا کے عقلاء نے بدترین عیب قرار دیا، تمام مذاہب نے اس کو گناہِ عظیم مانا اس کو عبادت قرار دیا اور پھر عبادت بھی اس درجہ کی، کہ دین کے دس حصہ ہیں ان میں سے نو حصے جھوٹ میں ہیں اور ایک حصہ باقی عبادات نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ جہاد وغیرہ میں ہے اور جو جھوٹ نہ بولے وہ بے دین و بے ایمان ہے اور انبیاء وائمہ و پیشوایانِ دین مبلغینِ شریعت کا دین یہی تھا کہ وہ جھوٹ بولتے اور جھوٹے مسئلے لوگوں کو بتایا کرتے تھے، کس عقل کے مطابق ہے؟ ضرورت شدیدہ کے وقت جھوٹ بولنا اگر جائز ہوتا یعنی اس کے ارتکاب میں نہ گناہ ہوتا نہ ثواب، تو اس میں کچھ اعتراض نہ ہوتا، ضرورتِ شدیدہ

کے وقت سور کا گوشت کھا لینا بھی جائز ہے، جو کچھ اعتراض ہے، وہ اس کے عبادت اور بے انتہا ثواب اور اس کے رکنِ اعظمِ دین ہونے پر، اور اس پر کہ پیشوایانِ مذہب کا اس کو شیوہ گنا جاتا ہے اور وہ بھی دینی تعلیم ہیں۔

(۲۹) دین و مذہب چھپانے کی تاکید کرنا اور اپنا اصلی مذہب ظاہر کرنے کو بدترین گناہ قرار دینا کس عقل کے مطابق ہے؟

(۳۰) زنا کی اجازت دینا اور اس کو حلال کہنا عورت و مرد کی رضامندی کو نکاح کے لئے کافی قرار دینا، نہ گواہ کی ضرورت، نہ مہر کی، نہ کسی اور شرط کی کس عقل کے مطابق ہے؟

(۳۱) متعہ کو نہ صرف حلال کہنا بلکہ اس کو ایسی اعلیٰ عبادت قرار دینا اور اس میں ایسا ثواب بیان کرنا کہ نکاح تو نکاح نماز و روزہ حج و زکوٰۃ میں بھی وہ ثواب نہیں، کس عقل کے مطابق ہے؟

کتب شیعہ میں لکھا ہے متعی مرد و عورت جو حرکات کرتے ہیں ہر حرکت پر ان کو ثواب ملتا ہے، غسل کرتے ہیں تو غسالہ کے ہر قطرے سے فرشتے پیدا ہوتے ہیں اور یہ فرشتے قیامت تک تسبیح و تقدیس کرتے ہیں اور اس کا ثواب متعی مرد و عورت کو ملتا ہے، ایک مرتبہ متعہ کرے تو امام حسینؓ کا دو مرتبہ کرے تو امام حسنؓ کا، تین مرتبہ کرے تو حضرت علیؓ کا، چار مرتبہ کرے تو رسولِ خدا کا رتبہ مل جاتا ہے، جو متعہ نہ کرے گا وہ قیامت کے دن کٹا اٹھے گا، استغفر اللہ۔

(۳۲) اصحابِ رسولؐ کو گالی دینا اور سب و دشنام کو اعلیٰ درجہ کی عبادت

سمجھنا کس عقل کے مطابق ہے ؟

دشنام بمذہبے کہ طاعت باشد مذہب معلوم اہل مذہب معلوم

(۳۳) کافر عورتوں کو ننگا دیکھنے کا جواز کس عقل کے مطابق ہے ؟

(۳۴) سترِ عورت صرف بدن کے رنگ کو قرار دینا اور کوئی ایسا ضماد وغیرہ جس سے صرف بدن کا رنگ بدل جائے، لگا کر لوگوں کے سامنے برہنہ ہو جانا کس عقل کے مطابق ہے ؟

(۳۵) عورتوں کے ساتھ وطی فی الدبر یعنی فعل خلاف وضع فطری کا ارتکاب جائز کہنا کس عقل کے مطابق ہے ؟

(۳۶) بے وضو و بلا غسل سجدۂ تلاوت اور نمازِ جنازہ کو جائز کہنا کس عقل کے مطابق ہے ؟

(۳۷) کسی میّت کی نماز جنازہ میں شریک ہو کر بجائے دعا کے اس کو بد دعا دینا یقیناً سخت دغا و فریب ہے، کیونکہ نمازِ جنازہ دعائے خیر کے لئے ہے، نہ دعائے بد کے لئے، یہ دغا و فریب کس عقل کے مطابق ہے ؟

(۳۸) نماز زیارتِ ائمہ ان کی قبروں کی طرف منھ کر کے پڑھنا گو قبلہ کی طرف پیٹھ ہو جائے کس عقل کے مطابق ہے ؟

(۳۹) نجاست میں پڑی ہوئی روٹی کو ائمہ معصومین کی غذا بتانا اور یہ کہنا جو ایسی غذا کھالے وہ جنتی ہے، کس عقل کے مطابق ہے ؟

(۴۰) احادیثِ ائمہ میں اس قدر اختلاف ہونا کہ کوئی مسئلہ ایسا نہیں جس میں اماموں نے مختلف و متضاد فتوے نہ دیئے ہوں، کس عقل کے مطابق ہے ؟

اکابر مجتہدین شیعہ اپنی احادیث کے اس عظیم الشان اختلاف سے

سخت حیران و پریشان ہیں، واقعی ایسا اختلاف کسی مذہب کی روایات میں نہیں ہے، مجتہدین شیعہ کو مجبور ہو کر اس کا اقرار کرنا پڑا، کہ ہمارے ائمہ معصومین کا اختلاف سنیوں کے شافعی حنفی کے اختلاف سے بدرجہا زائد ہے بہت سے شیعہ جب اپنے اس مذہبی اختلاف سے واقف ہوئے تو مذہب شیعہ سے پھر گئے۔ اس کا بھی اقرار مجتہدین شیعہ کی زبان سے موجود ہے۔

ان تمام مسائل کے لئے کتب شیعہ کا حوالہ، ان کی کتابوں کی اصلی عبارتیں انشاء اللہ تعالیٰ خاتمہ میں ملیں گی۔

جناب حائری صاحب نے مذہب شیعہ کے مطابق عقل ہونے کی چند مثالیں بھی پیش کی ہیں، جن سے تعجب ہوتا ہے کہ اس قدر غلط بیانی سے آخر کیا نتیجہ ہوتا ہے، مثلاً یہ کہ مذہب شیعہ اصول فرقہ بندی کے نزاعات سے ارفع ہے، حالانکہ مذہب شیعہ نے جس قدر نزاعات برپا کئے ہیں، تاریخ شاہد ہے، اسی امامت کے لئے بھائی بھائی میں لڑائی، چچا بھتیجے میں لڑائی و کشت و خون ہوا کئے، مذہب شیعہ میں اتنے فرقے پیدا ہوئے کہ خدا کی پناہ، کوئی کسی کو امام کہتا ہے کوئی کسی کو، اور مثلاً یہ کہ مذہب شیعہ غیر معصوم کی پیروی سے نجات دیتا ہے، کس قدر غلط بات ہے اول تو جن کو آپ معصوم کہتے ہیں، وہ سب غیر معصوم تھے، دوسرے مجتہدوں کی تقلید جیسی آپ کے یہاں ہے سب جانتے ہیں، اور مثلاً یہ کہ مذہب شیعہ احبار پرستی کو مٹاتا ہے، کیسا جھوٹ ہے، انسان پرستی تو آپ کے مذہب کی بنیاد ہے، ائمہ کو خدائی اختیارات دینا، تعزیہ پرستی کی تعلیم کرنا اور اس پر یہ دعوے آپ ہی کا کام ہے، اور مثلاً یہ کہ مذہب شیعہ چند الفاظ کے دہرانے پر اغراض مذہب کو ختم نہیں بلکہ

ہر وقت عبادت کی تعلیم دیتا ہے، کیسا نمایاں دروغ ہے، مذہب شیعہ میں عبادت کون سی ہے، گالی دینا، جھوٹ بولنا، متعہ کرنا، زیادہ سے زیادہ تعزیئے نکالنا ماتم کرنا اور مثلاً یہ کہ مذہب شیعہ بڑی عمدہ صفات والاخلا پیش کرتا ہے، مذہب شیعہ کے خدا کی حالت اوپر معلوم ہو چکی ہے اور مثلاً یہ کہ مذہب شیعہ قوم و ملک کا امتیاز نہیں کرتا، سب مسلمانوں کو ایک رتبہ میں کر دیتا ہے، کیسا تاریک جھوٹ ہے، سادات کی اس قدر فضیلت، سید ہونے پر اتنا ناز، اور پھر یہ دعوے سبحان اللہ! اہلسنت البتہ نسب کی وجہ سے کسی کو کسی پر فضیلت نہیں دیتے بلکہ مدارِ فضیلت تقویٰ ہے۔ اسی وجہ سے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو، اور حضرت عمر فاروقؓ کو، حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اور تمام صحابہؓ کرام سے افضل مانا گیا غرضیکہ جناب حائری صاحب نے مذہب اہلسنت کے تمام صفات اپنے مذہب کے لئے ثابت کر دیئے ان کو کیا خبر تھی کہ کوئی ان خرافات کا جواب لکھے گا اور ان دروغ بیانیوں کی حقیقت کھل جائے گی۔

اب یہ دیکھئے کہ جناب حائری صاحب نے مذہب شیعہ کو کس طرح مٹایا ہے کہ اس کی خاک کا ایک ذرہ بھی باقی نہیں رکھا، قرآن شریف پر ایمان رکھنے کا دعویٰ کر کے اس کے ثبوت میں صفحہ ۱۸ میں فرماتے ہیں:

"اس مقدس کتاب کی سب سے بڑی خصوصیت جس میں دنیا کی کوئی کتاب اس کے مثل ہونے کا دعویٰ نہیں کر سکتی وہ حیرت انگیز روحانی انقلاب ہے جو اس کے ذریعہ سے دنیا میں نمودار ہوا، اور اسی کی طرف اس کے ان پاک الفاظ میں اشارہ ہے جس سے یہ کتاب (قرآن) شروع ہوتی ہے ذَالِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ ۝ یعنی کتاب

(قرآن) اس میں کوئی شک نہیں ایک عظیم الشان اور کامل ہدایت ہے متقیوں کے لئے۔

یہ بات کہ جو انقلاب اس کتاب نے پیدا کیا، اس کی کوئی نظیر دنیا کی تاریخ میں نہیں ملتی، سب کو مسلم ہے، پیغمبر اسلام علیہ و آلہ وسلم جو تمام نبیوں اور تمام مذہبی مصلحوں سے بڑھ کر کامیاب ہوئے تو یہ کامیابی اسی کتاب (قرآن) کے ذریعے وقوع میں آئی اس کے احکام نے ہر قسم کی خطرناک بدیوں کو جو ہزاروں سالوں سے جڑ پکڑے ہوئے تھیں جیسے بت پرستی شراب خوری وغیرہ خس و خاشاک کی طرح نیست و نابود کر دیا، اور جزیرہ نمائے عرب میں ان کا نشان تک باقی نہ چھوڑا، خطرناک جنگجو قوموں کو جن کی عداوتیں صدیوں سے چلی آتی تھیں ایک متحد قوم بنا دیا اور ایک ان پڑھ قوم کو اعلیٰ سے اعلیٰ علوم و تہذیب کے علمبردار بنا کر ان کو دنیا کا پیشرو بنا دیا۔

عزیزو! ایک غائر نظر ڈالو، دیکھو قرآن کا ایک ایک لفظ اللہ تعالیٰ کی شوکت و عظمت کا ایک ایسا موثر نقشہ کھینچتا ہے جس کی نظیر ہمیں کسی دوسری مقدس کتاب میں نظر نہیں آتی اور اس طرح پر یہ قرآن یہ تحدی کرتا ہے، فأتوا بسورة من مثله، یعنی اس جیسی ایک ہی سورت پیدا کرو، جس کا جواب دنیا میں نہیں ہو سکا۔

عرب کو چھوڑ کر ساری نسل انسانی قرآن مجید کے نزول سے پہلے قعر مذلت میں گر پڑی تھی، جہالت اور تاریکی کے بادل اخلاق و روحانیت کے آسمان پر ایسے چھائے ہوئے تھے کہ روشنی کی شعاع نظر نہ آتی تھی، خدا کے قانون بڑی دلیری سے توڑے جاتے، الٰہی حد بندیوں سے بڑی بیباکی

کے ساتھ تجاوز کیا جاتا تھا، فسق و فجور کی حکومت ساری روئے زمین پر تھی، مگر عرب کا ملک سب سے بڑھا ہوا تھا' وہ نہ صرف ہر ایک قسم کے فاحش امور کے ہی مرتکب ہوتے بلکہ ان کے ارتکاب پر اپنی مجلسوں میں اور اپنے اشعار میں فخر کرتے۔ ایک تھوڑے عرصہ کے اندر اسی قرآن کی تعلیم نے ان کو ایک خدا پرست' راست باز انسانوں کی جماعت بنا کر دنیا کی اصلاح کے لئے کھڑا کر دیا، اور دوسروں میں بھی انھوں نے وہی رُوح پھونک دی جو قرآنی تعلیم کے مطابق خود ان کے اندر کام کر رہی تھی، قرآن کے متعلق بھی تمام شیعوں کا یہی عقیدہ ہے' اس پر شیعوں کو کہا جاتا ہے کہ قرآن پر ان کا ایمان نہیں' اور نہ ہو سکتا ہے'
(اسی قسم کا مضمون رسالہ مذکورہ کے صفحہ ۸ پر ہے)

حائری صاحب نے قرآن شریف کی عظمت اور اس کی عجیب و غریب تاثیرات کی بابت جو کچھ لکھا ہے اور واقعی اگر شیعوں کا عقیدہ یہی ہے تو ان کا ایمان قرآن شریف پر ہو سکتا ہے۔ مگر افسوس کہ شیعوں کا عقیدہ بالکل اس کے خلاف ہے،

کیا یہ مذہب شیعوں کا ہے یا ہو سکتا ہے کہ قرآن مجید نے حیرت انگیز روحانی انقلاب پیدا کیا، جس میں دنیا کی کوئی قوم اس کی مثلیت کا دعویٰ نہیں کر سکتی ہرگز نہیں شیعوں کا مذہب تو یہ ہے کہ قرآن مجید کی تعلیم نے کچھ بھی اثر نہیں کیا ۲۳ برس میں صرف تین چار شخص مسلمان ہوئے باقی تمام لوگ طمع دنیا سے منافقانہ اسلام لائے تھے اور نبیؐ کی وفات پاتے ہی اعلانیہ مرتد ہو گئے کیا یہ مذہب شیعوں کا ہے یا ہو سکتا ہے کہ پیغمبر اسلام علیہ التحیۃ والسلام سب

نبیوں سے زیادہ کامیاب ہوئے، تین چار شخصوں کو تیئیس برس کی کوشش بلیغ میں مسلمان کرلینا، وہ بھی اس طرح کہ کامل الایمان صرف دو ہی تھے، ایک علیؓ اور دوسرے مقداد، رجال کشی صفحہ ۸ میں ہے: ارتد الناس الا ثلثة نفر سلمان وابوذر والمقداد وان اردت الذی لم یشك ولم یدخله شیئ فالمقداد. یعنی سب لوگ مرتد ہو گئے سوا تین اشخاص کے، سلمان، ابوذر مقداد، اور اگر تم لوگ ایک ایسا شخص چاہتے ہو جس نے بالکل شک نہ کیا ہو اور اس کے دل میں کوئی برائی نہ ہو تو وہ صرف مقداد تھے۔

پس بتلائیے یہ کون سی کامیابی ہے بلکہ آپ کے مذہب کی رُو سے تو پیغمبر اسلامؐ سب نبیوں سے زیادہ ناکام رہے۔

کیا یہ مذہب شیعوں کا ہے یا ہو سکتا ہے کہ جزیرہ نمائے عرب سے تمام خطرناک بدیاں بت پرستی و شراب خواری وغیرہ کا نشان قرآن نے مٹا دیا تھا، کیا صحابۂ کرامؓ کو تمام بدیوں سے پاک سمجھنا آپ کا مذہب ہے؟ آپ کا مذہب تو یہ ہے کہ تمام عرب سوائے تین چار کے انھیں بدیوں میں مبتلا رہا، خلیفۂ ثانی آخر وقت تک شراب پیتے رہے۔ نعوذ باللہ

کیا یہ مذہب شیعوں کا ہے یا ہو سکتا ہے کہ صحابۂ کرامؓ باہمی عداوت و جنگ جوئی سے پاک ہو کر ایک متحد قوم بن گئے تھے، تمام دنیا جانتی ہے، کہ آپ کا مذہب بالکل اس کے خلاف ہے، ان میں وہی دیرینہ عداوتیں آخر تک قائم رہیں اور آپس میں برابر لڑتے اور بغض و عناد رکھتے تھے۔

کیا یہ مذہب شیعوں کا ہے یا ہو سکتا ہے کہ صحابۂ کرامؓ اعلیٰ علوم اور تہذیب کے علمبردار تھے اور تمام دنیا کے پیشرو اور پیشوا تھے، آپ کا مذہب تو

یہ ہے کہ وہ علم دین سے بے بہرہ اور نعوذ باللہ گمراہ تھے اور انھوں نے وہ وہ ظلم کئے جس کی نظیر دنیا میں نہیں ملتی، اپنے نبی کی بیٹی کو مارا، حمل گرایا، ان کا حق چھین لیا، خلیفۂ برحق کو ذلیل وخوار کیا، قرآن میں تحریف کرڈالی، کیا اسی کا نام تہذیب و اعلیٰ علوم کی علمبرداری ہے۔

کیا یہ مذہب شیعوں کا ہے یا ہوسکتا ہے کہ صحابۂ کرامؓ خدا پرست اور راستباز انسانوں کی جماعت بن گئے تھے اور قرآنی تعلیم کی روح ان کے اندر کام کررہی تھی اور وہی روح انھوں نے دوسروں میں پھونک دی تھی اور وہ تمام دنیا کے ہادی و مصلح تھے تمام عالم جانتا ہے کہ صحابۂ کرامؓ کے یہ فضائل ومناقب جو آپ کی اس عبارت میں ہیں آپ کے مذہب کے بالکل خلاف ہے، یہ تمام چیزیں تو اہلسنت کے مذہب کی ہیں۔

جناب حائری صاحب قرآن شریف پر ایمان رکھنے کا جو آپ نے دعویٰ کیا یہ اس کا نتیجہ ہے کہ آپ کو اہلسنت کے دامن میں پناہ لینی پڑی، صحابۂ کرامؓ کے تمام بدیوں سے پاک ہونے اور اعلیٰ علوم وتہذیب کے علمبردار بن کر تمام عالم کے پیشوا ہونے خدا پرست وراستباز خدا پرستی اور قرآن تعلیم کے مروج ہونے کا اقرار کرنا پڑا، کیا ان سب اقراروں کے بعد مذہب شیعہ کا نام ونشان باقی رہ گیا اور کیا اب بھی اس میں کچھ شک ہے کہ کسی شیعہ کا ایمان قرآن پر نہیں، اور نہ ہوسکتا ہے، قرآن شریف پر ایمان بغیر اہلسنت کے دامن میں پناہ لئے ہوئے نصیب نہیں ہوسکتا، انشاء اللہ تعالیٰ بحث اول میں ہم اکابر علمائے شیعہ کا اقرار بھی اس مضمون کے متعلق نقل کریں گے کہ جن لوگوں نے قرآن پر ایمان رکھنے کا دعویٰ کیا ہے، انھوں نے مذہب امامیہ کو مٹایا اور اہلسنت کے ان اعتراضات

کو جو مسئلہ امامت پر ہیں، دانستہ یا نادانستہ زندہ کر دیا۔

بحث اوّل

شیعوں کا ایمان قرآن شریف پر ہے، نہ ہو سکتا ہے

واضح ہو کہ شیعوں کا ایمان نہ قرآن موجود پر ہو سکتا ہے نہ کسی اور موہوم قرآن پر، اور ان کے ایمان نہ ہو سکنے کی وجہ صرف عقیدۂ تحریف نہیں بلکہ بہت سی وجوہ ہیں جن میں سے صرف وہی تین[3] وجوہ اس وقت پیش کی جاتی ہیں، جو آج سے چار[1] برس پہلے مناظرہ امروہہ میں پیش ہو چکی ہیں، شاید اتنے دلوں کی غور و فکر کے بعد اب حائری صاحب یا کوئی مجتہد شیعہ ان کا جواب دے سکیں۔

وجہ اوّل

وجہ اوّل یہ کہ حضرات شیعہ کا نہایت ضروری عقیدہ بلکہ ان کے مذہب کی بنیاد یہ ہے کہ ناقلانِ قرآن و راویانِ دین و ایمان کی پہلی جماعت یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت ساری کی ساری جھوٹی تھی، ان میں ایک متنفس بھی ایسا نہ تھا جو جھوٹا نہ ہو، فرق صرف اس قدر ہے کہ بخیال شیعہ[1] اس جماعت میں دو گروہ تھے ایک حضرات خلفائے ثلٰثہ رضی اللہ عنہم اور ان کے ساتھیوں کا جو بڑا گروہ تھا ہزاروں، لاکھوں

---

[1] کتاب احتجاج طبرسی مطبوعہ ایران جو مذہب شیعہ کی معتبر کتاب ہے، اس کے صفحہ ۴۸ میں ہے: "ان الامة احدا بایع مکرھا غیر علی و اربعتنا" یعنی امت میں کوئی ایسا نہ تھا جس نے بغیر دلی رضامندی کے ابوبکر کے ہاتھ پر بیعت کی ہو سوا علی اور ہمارے چار شخص کے مراد ابوذر، سلمان، مقداد، عمار۔ معلوم ہوا کہ تمام امت دل و زبان سے حضرت ابوبکر کے ساتھ تھی، یہ ایک شخص جن کا ظاہر و باطن یکساں نہ تھا زبان سے تو حضرت ابوبکر صدیق کے ساتھ تھے، دل کسی اور طرف تھا، یہی مضمون دوسری کتب کافی وغیرہ میں روایات کثیرہ منقول ہے۔

[1] مناظرہ امروہہ میں ۱۹۱۰ء، یہ کتاب پہلی دفعہ ۱۳۴۳ھ میں شائع ہوئی۔

آدمی اس میں تھے، دوسرا گروہ حضرت علی مرتضیٰؓ اور ان کے ساتھیوں کا جس میں گنتی کے چار پانچ آدمی بیان کیے جاتے ہیں' بنا بر مذہب شیعہ جھوٹے یہ دونوں گروہ تھے، مگر پہلے گروہ کے جھوٹ کا نام نفاق ہے اور دوسرے گروہ کے جھوٹ کا نام تقیہ ہے، دوسرا فرق یہ ہے کہ پہلا گروہ جھوٹ بولتا تھا مگر جھوٹ کو عبادت نہ جانتا تھا اور دوسرا گروہ یعنی حضرت علیؓ اور ان کے ساتھ والے جھوٹ بولنے کو بہت بڑی عبادت اور بہت ضروری فرض جانتے تھے، نیز پہلا گروہ بخیال شیعہ مافوق الفطرت قوت اپنے اندر رکھتا تھا کہ اپنے مختلف الطبائع اشخاص کو جن کی تعداد حد تواتر کو پہنچی ہوئی تھی. بآسانی جھوٹ پر متفق کر لیتا تھا حالانکہ اتنے بڑے گروہ کو جھوٹ پر متفق کر لینا فطرۃً محال ہے۔

لہٰذا شیعوں کو نہ صرف قرآن کا بلکہ دین کی کسی چیز کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دعوۂ نبوت' دلائل نبوت وغیرہ کا کسی طرح یقین نہیں ہو سکتا کیونکہ ان کی ہر چیز صحابہ کرامؓ ہی کے نقل و روایت سے مابعد والوں کو ملی ہے اور ظاہر ہے کہ جھوٹوں اور جھوٹ پر اتفاق کرنے والوں کی نقل و روایت پر کسی طرح یقین و ایمان نہیں ہو سکتا۔

لہ یہ مسئلہ خاتمہ میں بحوالہ کتب شیعہ مفصل بیان کیا جائے گا ۱۲۔

لہ اس کی مثالیں بنا بر مذہب شیعہ بہت ہیں، منجملہ ان کے بہ قول شیعہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مقام غدیر میں ستر ہزار کے سامنے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خلافت کا اعلان کر دیا مگر خلفائے ثلاثہ نے اس واقعہ کو جھٹلا دیا اور سب کو اس بات پر متفق کر دیا کہ حضرت نے کسی کی خلافت کا اعلان نہیں کیا اور مثلاً رسول خداؐ نے اپنے مرض وفات میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کو امام نماز نہ بنایا تھا مگر خلفائے ثلاثہ نے سب کو اس جھوٹ پر متفق اور اس کی روایت کو متواتر بنا دیا ۱۲۔

وَجہ دوم

وجہ دوم یہ ہے کہ باقرارِ[1] شیعہ و مطابق روایات شیعہ یہ قرآن خلفائے ثلٰثہؓ کے اہتمام و انتظام سے جمع ہوا اور انہیں کے ذریعہ سے تمام عالم میں پھیلا اور اس کی کوئی قابلِ وثوق تصدیق ان حضرات سے جن کو شیعہ ائمہ معصومین کہتے ہیں شیعوں کی کتابوں میں منقول نہیں ہے اور حضرات خلفائے ثلٰثہؓ کے متعلق شیعوں کا یہ عقیدہ ہے کہ معاذ اللہ وہ صرف مخالف دین نہیں بلکہ دشمنِ دین تھے۔

لہٰذا جو چیز دین کی دشمنِ دین کے ہاتھ سے ملے جو معاذ اللہ خائن بھی ہو کاذب بھی ہو، تخریبِ دین کے درپے بھی ہو، صاحبِ سلطنت و شوکت بھی ہو ایسی فوق الفطرت قوت بھی رکھتا ہو کہ جھوٹ پر سب کو متفق کر کے ایک بے بنیاد بات کو متواتر اور ایک متواتر کو بے بنیاد بنا دے اور اس دشمن کے سوا کوئی دوسرا ناقل بھی اس چیز کا نہ ہو، نہ کسی دوسرے معتبر ذریعہ سے اس کی تصدیق ہوئی ہو، بھلا وہ چیز قابلِ اعتبار ہو سکتی ہے؟ اس پر کسی سمجھدار کا ایمان ہو سکتا ہے؟ حاشا ثم حاشا ہرگز نہیں۔

وہ زمانہ تو بالکل آغازِ اسلام کا تھا، آج اگر کوئی یہودی، قرآن شریف لکھ کر فروخت کرے تو کوئی مسلمان اس پر اعتبار نہ کرے گا نہ اس کو خریدے گا تاوقتیکہ کسی معتبر حافظ کو دکھلا کر اس کی تصدیق نہ کرائے یا کسی صحیح نسخہ سے

---

[1] اقرار شیعہ کی قید اس لئے کی گئی کہ اہل سنت میں تو اس کی بابت کچھ اختلاف بھی ہے بعض علماء اس طرف گئے ہیں کہ یہ قرآن خود جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا جمع کیا ہوا ہے مگر شیعوں میں اس کی بابت کوئی اختلاف نہیں ہے ان کی تمام روایات اس پر متفق ہیں کہ یہ قرآن جمع کیا ہوا خلفائے ثلٰثہؓ کا ہے جو شیعہ اس کے خلاف کہے وہ اپنے مذہب کی کوئی روایت اپنی تائید میں نہیں پیش کر سکتا۔ ۱۲

اس کا مقابلہ نہ کرائے، یہ بالکل بدیہی بات ہے لہٰذا شیعوں کا ایمان کسی طرح قرآن شریف پر نہیں ہو سکتا۔

وجہ سوم

وجہ سوم یہ ہے کہ شیعوں کی معتبر اور نہایت معتبر کتابوں میں زائد از دو ہزار روایات قرآن شریف میں پانچ قسم کی تحریف موجود ہیں کمی، بیشی، تبدّل الفاظ تبدّل حروف، خرابی ترتیب آیات و سور و کلمات۔ اور یہ روایات ان تین اقراروں کے ساتھ ہیں۔ اقرار اوّل علمائے شیعہ کا یہ کہ یہ روایات کثیر اور متواتر ہیں، اقرار دوم، علمائے شیعہ کا یہ کہ یہ روایات تحریفِ قرآن پر صراحۃً دلالت کرتی ہیں۔ اقرار سوم شیعہ علما کا یہ کہ انہیں روایات کے مطابق شیعہ تحریفِ قرآن کے معتقد بھی ہیں۔

نمونے کے طور پر، ہر قسم کی تحریف کی روایتیں علحدہ علحدہ لکھتا ہوں اس کے بعد یہ تینوں اقرار نقل کروں گا، کتب شیعہ کے تتبع کی محنت اٹھا چکنے کے بعد جبکہ النجم میں بحث تحریف لکھی جا چکی ایک منفرد و بے نظیر کتاب مبحث تحریف کی مجھے ملی جس کا نام فَصْلُ الْخِطَابِ فِیْ اِثْبَاتِ تَحْرِیْفِ کِتَابِ رَبِّ الْاَرْبَابِ ہے، یہ کتاب ۱۲۹۸ھ میں ایران میں چھپی ہے، مصنف اس کے علامہ حسین بن محمد تقی نوری طبرسی اکابر علمائے شیعہ سے ہیں، واقعی یہ کتاب نہایت جامع کتاب ہے، عقلی و نقلی ہر طریقے سے انھوں نے قرآن کا محرف ہونا اپنے مذہب کی بنا پر ثابت کر کے تمام روایاتِ تحریف جمع کی ہیں اور شیعوں میں گنتی کے چار اشخاص جو جمیع اقسام تحریف کے منکر ہیں ان کی خوب خبر لی ہے اور ثابت کر دیا ہے کہ کوئی شیعہ تحریف کا منکر نہیں نہ منکر ہو سکتا ہے، اس کتاب کے بعض منقولات

انشاء اللہ تعالیٰ مناسب موقع سے پیش کیے جائیں گے، اب ہر قسم کی روایتیں دیکھیے۔

قرآن شریف کے کم کیے جانے کی روایتیں

(۱) اصول کافی جو مذہب شیعہ کی سب سے زیادہ معتبر کتاب ہے، جس کے مصنف محمد بن یعقوب کلینی[1] ہیں، جو بیک واسطہ امام معصوم مفترض الطاعۃ یعنے حضرت امام حسن عسکری کے شاگرد ہیں، یہ کتاب بذریعہ سفیروں کے امام غائب کے پاس غار میں بھیجی گئی اور امام غائب نے اس کو دیکھ کر تصدیق کی اور فرمایا "ھذا کاف لشیعتنا" یعنے یہ کتاب ہمارے شیعوں کے لئے کافی ہے، اس لئے اس کتاب کا نام کافی رکھا گیا، اس کتاب میں ایک باب ہے، باب انہ لم یجمع القرآن کلہ الا الائمۃ یعنی یہ باب ان حدیثوں کے بیان میں ہے جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ پورا قرآن سوا ائمہ کے کسی نے جمع نہیں کیا، ظاہر ہے کہ جو قرآن آج کل موجود ہے ائمہ کا جمع کیا ہوا نہیں ہے، لہٰذا اس کا ناقص ہونا ثابت ہو گیا۔

(۲) اسی کتاب میں ایک باب ہے، باب فیہ نکت ونتف من التنزیل فی الولایۃ یعنے یہ باب اس بیان میں ہے کہ امامت کے متعلق قرآن میں قطع و برید کی گئی، اسی باب کے صفحہ ۲۶۲ پر ایک روایت ہے:

عن ابی بصیر عن ابی عبد اللہ علیہ السلام فی قول اللہ عز وجل	ابو بصیر امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتا ہے کہ اللہ عز وجل کا قول ومن یطع اللہ

[1] کلینی بفتح کاف بروزن امیر ایک قریہ ہے، مضافات رَی میں اسی قریہ کی طرف نسبت ہے ۱۲

ومن یطع اللہ ورسولہ فی ولایۃ علی والائمۃ من بعدہ فقد فاز فوزاً عظیماً۔ ھٰکذا نزلت | اور اس کے رسول کی ولایۃ علی والائمۃ من بعدہ فقد فاز فوزاً عظیماً۔ اسی طرح نازل ہوا تھا۔

ف: اب قرآن شریف میں فی ولایۃ علی کا لفظ نہیں ہے، بغیر اس لفظ کے آیت قرآنی کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا وہ کامیاب ہوگا۔ مگر اس لفظ کے ساتھ آیت کا یہ مطلب ہوا کہ کامیابی کا وعدہ صرف ان احکام کی اطاعت پر ہے جو امامت حضرت علیؓ سے تعلق رکھتے ہیں۔

(۳) اسی کتاب کے باب مذکور میں عبداللہ بن سنان سے روایت ہے:

عن ابی عبد اللہ علیہ السلام	امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے
فی قولہ ولقد عھدنا الی آدم	کہ اللہ تعالیٰ کا قول ولقد عھدنا الی آدم من
من قبل کلمات فی محمد وعلی و	قبل کلمات فی محمد وعلی وفاطمہ
فاطمۃ والحسن والحسین و	والحسن والحسین والائمۃ من ذریتھم فنسی
الائمۃ من ذریتھم فنسی	اللہ کی قسم اسی طرح محمد صلی اللہ علیہ
ھکذا واللہ انزلت علی محمد	وآلہ پر نازل
صلی اللہ علیہ وآلہ۔ (اصول کافی ص۲۶۳)	کیا گیا تھا۔

ف: اب قرآن شریف میں کلمات فی محمد وعلی وفاطمہ والحسن والحسین من ذریتھم نہیں ہے، بغیر ان الفاظ کے آیت کا یہ مطلب ہے کہ ہم نے آدم کو پہلے ہی حکم دیا تھا مگر وہ بھول گئے اور وہ حکم دوسری آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک درخت کے کھانے کی ممانعت کی گئی تھی مگر اب ان الفاظ کے ساتھ آیت کا یہ مطلب ہوا کہ آدم کو محمد وعلی وفاطمہ وحسنین ودیگر ائمہ کے متعلق کوئی حکم دیا

گیا تھا اور وہ حکم کافی کی دوسری روایات میں اور نیز بہت سی روایات میں مذکور ہے کہ حضرت آدم کو ائمہ پر حسد کرنے کی ممانعت کی گئی تھی مگر انھوں نے حسد کیا اور اسی کی سزا میں جنّت سے نکال دیے گئے۔

(۴) اسی کتاب کے باب مذکور میں جابر سے روایت ہے کہ:

عن ابی جعفر علیہ السلام	امام محمد باقر علیہ السّلام سے روایت ہے
قال نزل جبریل بھذہ	کہ جبریل اس آیت کو محمد صلے اللہ علیہ وآلہ پر
الأیۃ علی محمد صلی اللہ	اس طرح لے کر آئے تھے،
علیہ والہ بئسما اشتروا	"بئسما اشتروا بہ انفسھم ان یکفروا
بہ انفسھم ان یکفروا بما	بما انزل اللہ فی علی
انزل اللہ فی علی بغیا۔ ص۲۶۳	بغیا۔"

ف: اب قرآن مجید میں فی علی کے لفظ کا پتہ نہیں، بغیر اس لفظ کے آیت میں خدا کی ہر نازل کی ہوئی چیز کے انکار کی مذمت تھی مگر اس لفظ کے ساتھ صرف امامت علی کے انکار کی مذمت ہوئی۔

(۵) اسی کتاب کے باب مذکور میں امام محمد باقر علیہ السّلام سے روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا:

نزل جبریل بھذہ الایۃ	جبریل اس آیت کو محمد صلے اللہ علیہ وآلہ
علی محمد صلی اللہ علیہ والہ	پر اس طرح لے کر آئے تھے: ان کنتم فی ریب
ھکذا ان کنتم فی ریب مما	مما نزلنا علی عبدنا فی علی فاتوا بسورۃ
نزلنا علی عبدنا فی علی فاتوا بسورۃ من مثلہ۔ ص۲۶۳	من مثلہ۔

---

[1] حضرت آدم کے حسد کرنے کا اور ان کی تذلیل و توہین کا مختصر حال خاتمہ میں انشاء اللہ آئے گا ۱۲

ف: اب اس آیت میں فی علی کا لفظ نہیں ہے۔ اس آیت میں قرآن شریف کا معجزہ ہونا بیان فرمایا ہے کہ اس کے مثل ایک سورت بھی کوئی نہیں بنا سکتا فی علی کے لفظ سے معلوم ہوا کہ پورا قرآن معجزہ نہ تھا بلکہ اعجاز صرف ان آیتوں میں تھا جو حضرت علیؓ کے متعلق تھیں مگر افسوس کہ اب وہ آیتیں قرآن میں نہیں ہیں۔

(۶) اسی کتاب کے باب مذکور میں امام رضا علیہ السلام سے روایت ہے،

فی قول اللہ عزوجل کبر	اللہ عزوجل کا قول: کبر
علی المشرکین بولایۃ علی ما	علی المشرکین بولایۃ علی ما
تدعوھم الیہ یا محمد من	تدعواھم الیہ یا محمد من
ولایۃ علی ھکذا فی الکتاب	ولایۃ علیؑ اسی طرح قرآن میں لکھا
مخطوطۃ۔ ص۲۶۴	ہوا ہے۔

ف: ائمہ کے قرآن میں اسی طرح ہوگا، مگر ہمارے قرآن پاک میں تو ابؐ ولایۃ علی اور یا محمد من ولایۃ علی کہیں نہیں ہے، آیت کا تو مطلب یہ ہے کہ مشرکوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت دین ناگوار ہے مگر ان انوکھے الفاظ کے ملانے سے مطلب یہ ہوا کہ حضرت علیؓ کی امامت میں جو لوگ شرک کرتے ہیں صرف ان کو آپ کی دعوت اور وہ بھی فقط امامت علی کے متعلق ناگوار ہے باقی حصہ آپ کی دعوت کا کسی کو ناگوار نہیں، نہ توحید ناگوار ہے، نہ رسالت نہ اور کچھ۔

(۷) اسی کتاب کے باب مذکور میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ:

فی قولہ سأل سائل بعذاب	اللہ تعالیٰ کا قول سأل سائل بعذاب
واقع للکافرین بولایۃ علی	واقع للکافرین بولایۃ علی لیس لہ
لیس لہ دافع. ثم قال ھکذا	دافع.
واللہ نزل بھا جبریل علی	پھر فرمایا، اسی طرح اللہ کی قسم:
محمد صلی اللہ علیہ وآلہ.	جبرئیل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ پر لے کر نازل ہوئے تھے

ف: اب بولایۃ علی کا لفظ آیت میں نہیں ہے، آیت میں مطلق کافروں کے عذاب کا ذکر تھا کہ اس کو کوئی ٹال نہیں سکتا۔ مگر اس لفظ کے ملانے سے آیت میں صرف امامت علیؑ کے کفر کرنے والوں کا عذاب بیان ہوا کہ اس کو کوئی نہیں ٹال سکتا۔

(۸) اسی کتاب کے مذکور میں امام باقر علیہ السّلام سے روایت ہے کہ:

نزل جبریل بھذہ الآیۃ علی	جبرئیل محمد صلے اللہ علیہ وآلہ پر یہ آیت
محمّد صلے اللہ علیہ وآلہ ھکذا	اس طرح لے کر نازل ہوئے تھے:
فبدّل الذین ظلموا آل محمد	فبدّل الّذین ظلموا آل محمد حقھم قولاً
حقھم قولا غیر الذی قیل لھم	غیر الّذی قیل لھم فانزلنا علی الّذین
فانزلنا علی الذین ظلموا آل محمد	ظلموا آل محمد حقھم رجزاً من السّماء بما
حقھم رجزا من السّماء بما	کانوا یفسقون.
کانوا یفسقون.	

ف: اب قرآن مجید میں اس آیت میں آل محمد حقھم کا لفظ دونوں جگہ سے

نکلا ہوا ہے، بغیر اس لفظ کے آیت میں بنی اسرائیل کے واقعہ کا بیان ہے کہ ان سے خدا نے فرمایا تھا کہ اس بستی میں جاؤ، اور بستی میں داخل ہوتے وقت حطۃ کہنا مگر انھوں نے ازراہِ شرارت اس لفظ کو بدل دیا، جس کی وجہ سے ان پر عذاب آیا، مگر اس لفظ کے ملانے سے معلوم ہوا کہ آیت میں بنی اسرائیل کا نہیں بلکہ صحابۂ کرامؓ کا حال بیان ہو رہا ہے کہ انھوں نے آلِ محمدؐ پر ظلم کیا، اور اس کی وجہ سے ان پر آسمان سے عذاب آیا، مگر افسوس کہ واقعات سے اس مطلب کی تائید نہیں ہوتی، براہِ عنایت کوئی مجتہد صاحب بتا دیں کہ صحابۂ کرامؓ نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کون سا ظلم آل محمدؐ پر کیا تھا اور کون سا عذاب ان پر آسمان سے آیا تھا ـــــ اس قسم کی روایات اس کتاب کے باب مذکور میں بکثرت ہیں۔

(۹) اسی کتاب کے باب النوا در صفحہ ۶۷۱ میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے:

ان القرآن الذی جاء بہ	بہ تحقیق جو قرآن جبریل علیہ السلام محمد
جبریل علیہ السلام الی محمد	صلی اللہ علیہ وآلہ پر لے کر آئے تھے اس
صلے اللہ علیہ وآلہ سبعۃ	میں سترہ ہزار آیتیں تھیں
عشر الف آیۃ۔	

ف، اب قرآن شریف میں علی اختلاف الروایات چھ ہزار چھ سو سولہ آیتیں ہیں لہٰذا آدھے سے بہت زیادہ قرآن نکل گیا۔

جناب حائری صاحب بڑی جرأت کے ساتھ فرماتے ہیں کہ سنیوں کا افتراء ہے کہ شیعہ چالیس پاروں کے قرآن کے قائل ہیں، اجی حضرت جس سنی نے ایسا کہا ہو اس نے

افترا نہیں کیا بلکہ بڑی عنایت آپ لوگوں پر کی، آپ لوگ تو چالیس پارے بھی زیادہ کے قائل ہیں، اسی روایت سے حساب لگا کر دیکھ لیجئے، حائری صاحب سچی بات کو جھٹلانے کا نتیجہ سوا رسوائی کے اور کچھ نہیں۔

(۱۰) کتاب احتجاج بھی بڑی معتبر کتاب مذہب شیعہ کی ہے اس کے مصنف شیخ احمد بن ابی طالب طبرسی نے دیباچۂ کتاب میں لکھدیا ہے کہ اس کتاب میں سوا امام حسن عسکری کے اور جس قدر ائمہ کے اقوال ہیں، ان پر اجماع ہے یا وہ عقل کے موافق ہیں یا اس قدر سیر وغیرہ کی کتب میں ان کی شہرت ہے کہ مخالف و موافق سب کا ان پر اتفاق ہے، اس کتاب کے صفحہ ۱۱۹ سے لے کر صفحہ ۱۳۲ تک ایک طویل روایت حضرت علی مرتضیٰؓ سے منقول ہے کہ ایک زندیق نے آنجناب کے سامنے کچھ اعتراض قرآن پر کئے، اور آپ نے قریب قریب ہر اعتراض کے جواب میں فرمایا کہ قرآن میں تحریف ہو گئی ہے اس روایت میں قرآن شریف میں پانچوں قسم کی تحریف ثابت ہوتی ہے، کمی کے متعلق جو مضامین اس روایت میں ہیں وہ یہاں نقل کئے جاتے ہیں، مثلاً ایک اعتراض اس زندیق نے یہ کیا تھا کہ قرآن میں فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِی الْیَتٰمٰی فَانْکِحُوْا مَا طَابَ لَکُمْ مِنَ النِّسَآءِ یعنے اگر تم کو اندیشہ ہو کہ یتیموں کے حق میں انصاف نہ کرسکو گے تو جن عورتوں سے چاہو نکاح کرلو، زندیق نے کہا کہ شرط و جزا میں کوئی ربط نہیں معلوم ہوتا، یتیموں کے حق میں انصاف نہ کرسکو تو عورتوں سے نکاح کرلو ایک بالکل بے جوڑ بات ہے۔ جناب امیر علیہ السلام اس اعتراض کے جواب میں فرماتے ہیں:

واما ظهورك على تناكر قوله
فان خفتم الا تقسطوا في
اليتامى فانكحوا ما طاب لكم
من النساء وليس يشبه
القسط في اليتامى نكاح النساء
ولا كل النساء ايتاما فهو مما
قدمت ذكره من اسقاط
المنافقين من القرآن وبين
القول في اليتامى وبين نكاح
النساء من الخطاب والقصص
اكثر من ثلث القرآن وهذا
وما اشبهه مما ظهرت حوادث
المنافقين فيه لاهل النظر
والتامل ووجد المعطلون
واهل الملل المخالفة للاسلام
مساغا الى القدح في القرآن

اور تجھ کو جو اللہ تعالیٰ کا قول فَاِنْ خِفْتُمْ
اَلَّا تُقْسِطُوْا فِی الْیَتَامٰی فَانْکِحُوْا مَا طَابَ لَکُمْ
مِنَ النِّسَاءِ کے ناپسندیدہ ہونے پر اطلاع
ہوئی اور تو کہتا ہے کہ یتیموں کے حق میں
انصاف کرنا، عورتوں سے نکاح کرنے
کے ساتھ کچھ مناسبت نہیں رکھتا اور نہ
کل عورتیں یتیم ہوتی ہیں، پس اس کی وجہ
یہی ہے جو میں پہلے تجھ سے بیان کر چکا
ہوں کہ منافقوں نے قرآن سے بہت کچھ
نکال ڈالا۔ فِی الْیَتَامٰی اور فَانْکِحُوْا کے
درمیان میں بہت سے احکام اور قصے
تھے، تہائی قرآن (یعنی دس پارے) سے
زیادہ وہ سب نکال ڈالے گئے اسی وجہ سے
بے ربطی ہو گئی۔ اس قسم کی منافقوں کی
تحریفات کی وجہ سے جو اہل نظر و تامل کو ظاہر
ہو جاتی ہیں۔ بیدینوں اور اسلام کے مخالفوں
کو قرآن پر اعتراض کرنے کا موقع مل گیا۔

ف: جناب امیر اس زندیق کے کسی اعتراض کا جواب نہ دے سکے اس روایت
کو دیکھ کر صاف کہنا پڑتا ہے کہ شیعوں کی طرح ان کے جناب امیر بھی

قرآن کے سمجھنے سے عاجز و قاصر تھے، حائری صاحب کے دست و بازو مولوی مرزا احمد علی صاحب نے اپنے رسالہ "انصاف" میں اپنے جناب امیر کی اقتدا کرکے اس آیت کی بے ربطی پر اعتراض کیا ہے، حالانکہ آج اہلسنت کے ایک ادنیٰ طالب علم سے پوچھو تو وہ بھی اس آیت کا ربط اچھی طرح بیان کردے گا، آیت میں یتامیٰ سے مراد یتیم لڑکیاں ہیں، بعض لوگ یتیم لڑکیوں سے نکاح کرتے تھے اور ان کا مہر بھی کم باندھتے تھے اور دوسرے حقوق بھی ادا نہ کرتے تھے، کیونکہ ان یتیموں کی طرف سے کوئی لڑنے جھگڑنے والا تو تھا ہی نہیں، لہٰذا آیت میں حکم دیا گیا کہ اگر یتیم لڑکیوں سے نکاح کرنے میں بے انصافی کا اندیشہ ہو تو ان سے نکاح نہ کرو بلکہ اور عورتوں سے نکاح کرلو۔ نیز اسی روایت میں ہے کہ جناب امیر نے اس زندیق سے فرمایا:

ولو شرحت لك كلما اسقط وحرف وبدل مما يجري هذا المجرى لطال وظهر ما تحظر التقية اظهاره۔

اگر میں تجھ سے تمام وہ آیتیں بیان کردوں جو قرآن سے نکال ڈالی گئیں اور تحریف کی گئیں اور بدل دی گئیں اور جو اسی قسم کی کارروائیاں ہوئیں تو بہت طول ہو جائے، اور تقیہ جس چیز سے روکتا ہے، ظاہر ہو جائے۔

ف: تعجب ہے کہ قرآن کو محرف کہنے، جامعین قرآن کو منافقین کہنے سے تقیہ نے نہ روکا مگر مقامات تحریف معین کرنے سے تقیہ نے روک دیا، کیونکہ مقامات تحریف کے معلوم ہو جانے سے بقیہ قرآن کارآمد ہو جاتا، تقیہ کو یہ کب گوارا تھا، نیز اسی روایت میں ہے کہ جناب امیر نے اس زندیق سے کہا:

ولو علم المنافقون لعنهم الله — اگر منافقوں کو (خدا انہیں لعنت کرے)

ماعليهم من ترك هذه الآيات	معلوم ہو جاتا کہ ان آیتوں کو باقی رکھنے
التي بينت لك تاويلها لاسقطوها	میں کیا خرابی ہے جن کی تاویل میں نے
مع ما اسقطوا منه.	بیان کی تو ضرور وہ ان آیتوں کو بھی نکال

ڈالتے، جس طرح اور آیتیں نکال ڈالیں۔

(۱۱) تفسیر صافی کے دیباچہ میں تفسیر عیاشی سے منقول ہے کہ امام محمد باقر علیہ السّلام نے فرمایا:

ان القرآن قد طرح منه اي كثيرة.	بتحقیق قرآن سے بہت آیتیں نکال ڈالی گئیں۔

نیز اسی کتاب میں امام محمد باقر علیہ السّلام سے روایت ہے کہ:

ولو قرئ القرآن كما انزل	اگر قرآن اسی طرح پڑھا جائے جیسا کہ نازل
لالفيتنا فيه مسمّين.	کیا گیا تو یقیناً تم قرآن میں ہمارے نام پاؤ گے۔

(۱۲) تفسیر قمی جس کے مصنف علی بن ابراہیم قمی امام حسن عسکری کے شاگرد اور محمد بن یعقوب کلینی کے استاد ہیں، بڑی معتبر کتاب ہے، اور روایات تحریف سے لبریز ہے منجملہ ان کے ایک یہ ہے کہ:

واما ما هو محذوف عنه فهو	لیکن وہ آیتیں جو قرآن سے نکال ڈالی گئیں
قوله لكن الله يشهد بما	ان کی ایک مثال ہے لکن اللہ یشہد بما انزل
انزل اليك في على كذا انزلت	الیک فی علیؑ یہ آیت اس طرح نازل ہوئی (پھر
(ثم قال) ومثله كثير.	چند مثالوں کے بعد لکھا ہے کہ) اس کے مثل

بہت ہے۔

قرآن شریف میں بڑھائے جانے کی روایتیں

(۱) کتاب احتجاج مطبوعہ ایران کی اس طویل روایت میں جس کا ذکر اوپر ہوا اس زندیق کا ایک اعتراض یہ ہے کہ خدا نے اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت تمام نبیوں پر بیان کی ہے حالانکہ جتنی تعریف بیان کی ہے اس سے کہیں زیادہ ان کی برائی اور توہین قرآن میں ہے کہ اس قدر توہین اور کسی نبی کی قرآن میں نہیں ہے۔ زندیق کے اس اعتراض کو بھی شیعوں کے جناب امیر نے تسلیم کرلیا اور تسلیم کر کے حسب ذیل جواب دیا:

والذی بدا فی الکتاب من	کتاب یعنی قرآن میں جو برائی نبی صلی اللہ
الازراء علی النبی صلے اللہ علیہ	علیہ وآلہ کی ہے یہ ملحدوں کی افترا کی ہوئی (یعنے
وآلہ من فرقۃ الملحدین۔	جامعین قرآن کی بڑھائی ہوئی) ہے (نعوذ باللہ)

نیز اسی روایت میں ہے کہ جناب امیرؑ نے اس زندیق سے کہا:

انھم اثبتوا فی الکتٰب مالم	ان منافقوں نے قرآن میں وہ باتیں درج
یقلہ اللہ لیلبسوا علی الخلیقۃ	کردیں جو اللہ تعالیٰ نے نہیں فرمائی تھیں
	تاکہ مخلوق کو فریب دیں۔

نیز اسی روایت میں ہے کہ جناب امیر نے کہا:

ولیس یسوغ مع عموم التقیۃ	تقیہ کی ضرورت اس قدر ہے کہ نہ میں ان
التصریح باسماء المبدلین ولا	لوگوں کے نام بتا سکتا ہوں جنھوں نے قرآن
الزیادۃ فی آیاتہ علی ما اثبتوہ	میں تحریف کی نہ اس زیادتی کو بتا سکتا

من تلقائهم فی الکتب لما	ہوں جو انھوں نے قرآن میں درج کی،
فی ذالك من تقویة حجج اھل	جس سے اہل تعطیل وکفر اور مذاہب مخالفہ
التعطیل والکفر والملل المنحرفة	اسلام کی تائید ہوتی ہے اور اس علم ظاہر کا
عن قبلتنا وابطال ھذا لعلم	ابطال ہوتا ہے جس کے موافق ومخالف
الظاھر الذی قد استکان	سب لوگ
له الموافق والمخالف.	قائل ہیں

نیز اسی روایت میں ہے کہ اس زندیق سے جناب امیر نے جمع قرآن کا قصہ یوں بیان کیا:

ثم دفعھم الاضطرار بورود	پھر جب ان منافقوں سے وہ مسائل پوچھے
المسائل علیھم عما لا یعلمون تاویله	جانے لگے جن کو وہ نہ جانتے تھے تو مجبور ہوئے
الی جمعه وتالیفه وتضمینه من	کہ قرآن کو جمع کریں، اس کی تفسیر کریں اور
تلقائھم ما یقیمون به دعائم	قرآن میں وہ باتیں بڑھائیں جن سے
کفرھم فصرخ منادیھم من کان	وہ اپنے کفر کے ستونوں کو قائم کریں،
عنده شیئ من القرآن فلیاتنا	لہٰذا ان کے منادی نے اعلان کیا کہ جس کے
به ووکلوا تالیفه ونظمه الی	پاس کوئی حصہ قرآن کا ہو وہ ہمارے پاس
بعض من وافقھم الی معاداة	لے آئے اور ان منافقوں نے قرآن کی جمع و
اولیاء الله فالفه علی اختیارھم	ترتیب کا کام اس شخص کے سپرد کر دیا جو دوستان خدا

کی دشمنی میں ان کا ہم خیال تھا اور اس نے ان کی پسند کے موافق قرآن کو جمع کیا۔

پھر اسی روایت میں بڑی وضاحت کے ساتھ جناب امیر کا یہ قول بھی ہے

وزادوا فیہ ما ظہر تناکرہ — اور بڑھادیں انھوں نے قرآن میں وہ عبارتیں

وتنافرہ۔ — جن کا خلاف فصاحت اور قابل نفرت ہونا ظاہر ہے

ف: احتجاج کی ان روایات سے حسب ذیل امور معلوم ہوئے:

اوّل یہ کہ قرآن میں نبی کی توہین قرآن کے جمع کرنے والوں نے بڑھائی ہے

دوم یہ کہ قرآن مذاہبِ باطلہ اور مخالفین اسلام کی تائید کرتا ہے، شریعت کو مٹا رہا ہے، کفر کے ستون اس سے قائم ہوتے ہیں۔

سوم اس قرآن میں ایسی عبارتیں بڑھادی گئیں جو قابلِ نفرت اور خلافِ فصاحت ہیں۔

چہارم یہ نہیں معلوم کہ یہ بڑھائی ہوئی عبارتیں کون کون اور کہاں کہاں ہیں۔

پنجم اس قرآن کے جمع کرنے والے منافق اور کفر کے ستون قائم کرنے والے اور دوستانِ خدا کے دشمن تھے، انھوں نے اپنی پسند و خواہش کے مطابق قرآن کو جمع کیا۔

کیوں جناب حائری صاحب اسی قرآن پر آپ ایمان رکھنے کا دعویٰ کرتے ہیں۔

(۲) تفسیر صافی میں تفسیر عیاشی سے منقول ہے کہ امام باقر علیہ السلام نے فرمایا:

لولا انہ زید فی القرآن و — اگر قرآن میں بڑھایا نہ گیا ہوتا اور گھٹایا نہ گیا

نقص ما خفی حقنا علی ذی حجی — ہوتا تو ہمارا حق کسی عقلمند پر پوشیدہ نہ ہوتا۔

ف: خیر اور کچھ ہو یا نہ ہو مگر اتنا تو ان روایات سے معلوم ہوا کہ یہ قرآن شریف مذہب شیعہ کے بالکل خلاف ہے حتیٰ کہ مسئلہ امامت اور ائمہ کا حق بھی

اس سے ثابت نہیں ہو سکتا اور یہ قرآن سنیوں کی تائید کرتا ہے ان کے ستون قائم کرتا ہے۔

قرآن شریف کے حروف و الفاظ کے بدلے جانے کی روایتیں

(۱) تفسیر قمی میں ہے:

واما ما كان خلاف ما انزل الله فهو قوله تعالى كنتم خير امة اخرجت للناس الاية قال ابو عبد الله عليه السلام لقارى هذه الاية خير امة يقتلون امير المؤمنين والحسين بن علي فقيل له فكيف نزلت يا ابن رسول الله فقال انما انزلت خير ائمة اخرجت للناس.

اور وہ چیزیں جو قرآن میں موجود ہیں خلاف ما انزل اللہ ہیں (مثلاً) وہ یہ آیت ہے کنتم خیر امۃ یعنی تم لوگ تمام ان امتوں سے بہتر ہو جو لوگوں کے لئے ظاہر کی گئیں، امام جعفر صادق نے اس آیت کے پڑھنے والے سے کہا کہ واہ کیا اچھی امت ہے جس نے امیر المومنین کو اور حسین بن علی کو قتل کر دیا، پوچھا گیا کہ پھر یہ آیت کس طرح اتری تھی اے فرزند رسول تو فرمایا کہ یہ آیت اس طرح اتری تھی کنتم خیر ائمۃ یعنی اے ائمہ اثنا عشر تم تمام اماموں سے بہتر ہو۔

ف: معلوم ہوا کہ خیر امۃ غلط ہے، خیر ائمۃ نازل ہوا تھا لفظ کی تبدیلی ہو گئی۔

(۲) نیز اسی تفسیر میں ہے:

قرئ على ابي عبد الله الذين

امام جعفر صادق کے سامنے یہ آیت پڑھی

يقولون ربنا هب لنا من ازواجنا	گئی، اَلَّذِیۡنَ یَقُوۡلُوۡنَ یعنے وہ لوگ جو
وذرّیاتنا قرّة اعین واجعلنا	کہتے ہیں کہ اے رب ہمارے بخش دے
للمتقین اماما فقال علیہ السلام	ہم کو ہماری بی بیوں اور ہماری اولاد سے
لقد سألوا الله عظیما ان	ٹھنڈک آنکھوں کی، اور بنادے ہم کو متقیوں
یجعلهم للمتقین اماما فقیل	کا امام۔ تو امام جعفر صادق نے فرمایا کہ انھوں
له یا بن رسول الله کیف نزلت	نے اللہ سے بڑی چیز مانگی کہ ان کو متقیوں
فقال انما نزلت واجعل لنا	کا امام بنادے، پوچھا گیا کہ اے فرزندِ
من المتقین اماما.	رسول اللہ یہ آیت کس طرح اتری تھی تو فرمایا

کہ اس طرح اتری تھی وَاجۡعَلۡ لَنَا مِنَ الۡمُتَّقِیۡنَ اِمَامًا یعنی ہمارے لئے متقیوں میں سے کوئی امام مقرر کردے۔

ف: چونکہ امامت کا مرتبہ شیعوں کے یہاں نبوّت سے بھی بڑھا ہوا ہے اسلئے امام نے آیت کو غلط کہدیا۔ کہ اس میں امامت کی درخواست خدا سے کی گئی، اس روایت میں حروف کی تبدیلی ہے۔

(۴) اصول کافی صفحہ ۲۶۸ میں ہے۔

قرأ رجل عند ابی عبد الله	ایک شخص نے امام جعفر صادق علیہ السلام
علیہ السلام وقل اعملوا فسیری	کے سامنے یہ آیت پڑھی قل اعملوا یعنے
الله عملکم ورسوله والمومنون	اے نبی کہدو کہ تم لوگ عمل کرو تمہارا عمل اللہ
فقال لیس هکذا هی انما هی	دیکھے گا اور اس کا رسول اور ایمان والے'
والماموںون فنحن الماموںون.	امام نے فرمایا یہ آیت اس طرح نہیں بلکہ یوں

ہے والماموںون یعنے ماموںون لوگ دیکھیں گے اور ماموںن ہم ائمہ اثنا عشر ہیں)

(۴) کتاب احتجاج طبرسی کی اسی روایت میں ہے کہ زندیق نے ایک اعتراض یہ بھی کیا کہ قرآن میں پیغمبروں کی مذمت تو نام لے کر خدا نے بیان کی ہے مگر منافقوں کی مذمت اشارات و کنایات میں ہے، ان کا نام نہیں لیا گیا یہ کیا بات ہے

تو جناب امیر نے جواب دیا کہ:

ان الکنایۃ عن اسماء اصحاب	بڑے بڑے جرم والے منافقین کے نام
الجرائر العظیمۃ من المنافقین فی	کا کنایات میں ذکر کرنا اللہ تعالیٰ کا فعل
القراٰن لیست من فعلہ تعالیٰ وانہا	نہیں ہے اللہ تعالیٰ نے تو صاف صاف
من فعل المغیرین والمبدلین	نام ذکر کیے تھے بلکہ یہ فعل ان تحریف کرنے
الذین جعلوا القراٰن عضین	والوں، بدلنے والوں کا ہے جنھوں نے قرآن
واعتاضوا الدنیا من الدین،	کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے اور دنیا کے عوض

دین کو بیچ ڈالا (انھوں نے ناموں کو نکال ڈالا اور بجائے ان کے کنایہ کے الفاظ رکھ دئے)

نیز اسی روایت میں ہے کہ جناب امیر نے اس زندیق کو یہ نفیس جواب دے کر فرمایا:

فحسبک من الجواب عن ھذا	پس اس مقام میں یہ جواب تجھے کافی
الموضع ما سمعت فان شریعۃ	ہیں جو تو نے سُنے اس لئے کہ تقیہ کی شریعت
التقیۃ تحظر التصریح باکثر	اس سے زیادہ صاف بیان کرنے کو
منہ.	روکتی ہے.

نمونہ کے طور پر تحریف کے چار قسموں کی روایتیں تھوڑی نقل کی گئیں اگر کوئی شخص کتبِ شیعہ کو دیکھے تو ایک انبار ان روایتوں کا پائے گا.

جن سے ایک بڑا ضخیم مجلد تیار ہو سکتا ہے اور اس کو معلوم ہوگا کہ بڑا اہم مقصد ان لوگوں کا یہی تھا' باقی رہی تحریف کی پانچویں قسم یعنی خرابی ترتیبِ آیات کی اور ترتیب سورتوں کی' تو وہ اس قدر مشہور ہے کہ حاجت کسی حوالہ کی نہیں' علاوہ ازیں روایت منقولہ بالا سے وہ بھی ثابت ہو رہی ہے اور آئندہ بھی اس کے متعلق عبارتیں نقل کی جائیں گی' اور اس وقت بھی ایک حوالہ اس کا پیش کیا جاتا ہے:

علامہ نوری طبرسی فصل الخطاب کے صفحہ ۹۷ میں فرماتے ہیں:

انہ کان لامیر المؤمنین	امیر المومنین علیہ السّلام کا ایک قرآن
علیہ السّلام قرآناً مخصوصا	مخصوص تھا جس کو انھوں نے رسولِ خدا
جمعہ بنفسہ بعد وفات	صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خود جمع کیا تھا
رسول اللہ صلے اللہ علیہ	اور اس کو صحابہ کے سامنے پیش کیا' مگر
وآلہ وعرضہ علی القوم فاعرضوا	ان لوگوں نے توجہ نہ کی' لہٰذا اس کو انھوں
عنہ فحجبہ عن اعینھم وکان	نے لوگوں سے پوشیدہ کر دیا اور وہ قرآن
عند ولدہ علیہ السّلام	ان کی اولاد کے پاس رہا' ایک امام سے
یتوارثونہ امام عن امام	دوسرے امام کو میراث میں ملتا رہا' مثل
کسائر خصائص الامامۃ	اور خصائص امامت وخزائن نبوت کے
وخزائن النبوۃ وھو عند	اور اب وہ قرآن امام مہدی کے پاس ہے
الحجۃ عجل اللہ فرجہ	خدا ان کی مشکل جلد آسان کرے' وہ اس
یظھرہ للناس بعد ظھورہ	قرآن کو اپنے ظاہر ہونے کے بعد نکالیں گے

ویامرهم بقراءته وهو مخالف	اور لوگوں کو اس کی تلاوت کا حکم
لهذا القرآن الموجود من حيث	دیں گے اور وہ قرآن اس قرآن موجود
التاليف وترتيب السور و	کے خلاف ہے، سورتوں اور آیتوں
الآيات بل الكلمات ايضًا ومن	کی ترتیب میں بھی بلکہ الفاظ کی ترتیب
جهة الزيادة والنقيصة و	میں بھی اور کمی بیشی کے لحاظ سے بھی
حيث ان الحق مع علي عليه	اور چونکہ حق علیہ السلام کے ساتھ ہے
السلام وعلي مع الحق ففي القرآن	اور علی حق کے ساتھ ہیں لہذا ثابت
الموجود تغيير من جهتين	ہوگیا کہ قرآن موجود میں دونوں حیثیتوں سے
وهو المطلوب.	تحریف ہے، اور یہی ہم شیعوں کا مقصود ہے۔

اب علمائے شیعہ کے تینوں اقرار دیکھئے، یعنی اقرار① روایات تحریف کے کثیر و متواتر ہونے کا، اور اقرار② ان روایات کے صراحتہً تحریف پر دلالت کرنے کا، اور اقرار③ انہیں روایات کے مطابق معتقد تحریف ہونے کا۔

علمائے شیعہ کے تینوں اقرار

چونکہ مذہب شیعہ کا مقصد اصلی قرآن کو مشکوک بنانا اور اس پردہ میں دین اسلام کو مٹانا تھا اس لئے بڑے اہتمام سے علمائے شیعہ نے تحریف قرآن کی روایتیں ائمہ کے نام سے تصنیف کیں اور ان روایتوں کو مذکورہ بالا تینوں اقراروں سے مزین کیا، بے چاروں کو کیا خبر تھی کہ ہماری یہ کوشش خاک میں مل جائے گی، اور قرآن شریف کی روشنی اسی طرح

قائم رہے گی، اب وہ اقرار سنیئے،

(۱) کتاب فصل الخطاب مطبوعہ ایران صفحہ ۲۱۱ میں ہے:

الاخبار الکثیرۃ المعتبرۃ الصریحۃ	بہت سی حدیثیں جو معتبر ہیں اور قرآن
فی وقوع السقط ودخول النقصان	موجود میں کمی اور نقصان پر صراحۃً دلالت
فی الموجود من القرآن زیادۃ علی	کرتی ہیں، علاوہ ان احادیث کے جو
ما مرمتفرقا فی ضمن الادلۃ السابقۃ	دلائل سابقہ کے ضمن میں بیان ہوچکیں اور
وانہ اقل من تمام ما نزل اعجازا	اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ یہ قرآن
علی قلب سید الانس و	مقدار نزول سے بہت کم ہے اور یہ کمی کسی
الجان من غیر اختصاصھا	آیت یا کسی سورت کے ساتھ مخصوص
بایۃ اوسورۃ وھی متفرقۃ	نہیں اور یہ حدیثیں ان کتب متفرقہ
فی الکتب المعتبرۃ التی	میں پھیلی ہوئی ہیں، جن پر ہمارے مذہب
علیھا المعول والیھا المرجع	کا اعتماد اور اہل مذہب کا ان کی طرف
عند الاصحاب جمعت ما عثرت	رجوع ہے، میں نے وہ سب حدیثیں جمع
علیھا فی ھذا الباب.	کردی ہیں جو میری نظر سے گزریں.

اس کے بعد بکثرت کتابوں کے نام گنائے ہیں اور روایات تحریف کے انبار لگادیئے ہیں۔

(۲) نیز اسی کتاب کے صفحہ ۳۰ میں محدث جزائری کا قول نقل کیا ہے کہ:

قال السید المحدث الجزائری	سید محمد جزائری نے کتاب انوار میں لکھا ہے
فی الانوار ما معناہ ان الاصحاب	جس کے معنی یہ ہیں کہ اصحاب امامیہ نے

قد اطبقوا علی صحة الاخبار	اتفاق کیا ہے ان روایات مستفیضہ بلکہ
المستفیضة بل المتواترة الدالة	متواترہ کی صحت قرآن کے محرف ہونے
بصریحها علی وقوع التحریف فی	پر دلالت کرتی ہیں، یہ تحریف کلام میں بھی
القران کلاماً و مادة و اعرابا	ہے، پارہ میں بھی اعراب میں بھی اور اتفاق
والتصدیق بها.	کیا ہے روایت کی تصدیق پر.

(۳) اسی فصل الخطاب کے صفحہ ۲۲۷ میں علاوہ محدّث جزائری کے اپنے دوسرے علماء سے بھی روایات تحریف کا متواتر ہونا نقل کیا ہے.

وهی کثیرة جداً حتی قال	روایات تحریف قرآن یقیناً بہت ہیں
السیّد نعمت الله الجزائری	حتیٰ کہ سید نعمت اللہ جزائری نے اپنی
فی بعض مؤلفاته کما حکی عنه	بعض تالیفات میں لکھا ہے جیسا کہ ان
ان الاخبار الدّالة علی ذالك	سے نقل کیا گیا ہے کہ جو حدیثیں تحریف
تزید علی الفی حدیث وادعی	پر دلالت کرتی ہیں وہ دو ہزار حدیث
استفاضتها جماعة کالمفید	سے زیادہ ہیں، اور ایک جماعت نے
والمحقق الداماد والعلامة	ان کے مستفیض ہونے کا دعویٰ کیا ہے
المجلسی وغیرهم بل الشیخ	جیسے مفید اور محقق داماد اور علامہ مجلسی وغیرہم
ایضاً صرح فی التبیان بکثرتها	بلکہ شیخ نے بھی تبیان میں تصریح کی ہے
بل ادعی تواترها جماعة یاتی	کہ یہ روایت بکثرت ہیں بلکہ ایک جماعت
ذکرهم فی اخر البحث.	محدثین نے ان روایتوں کے متواتر ہونے

کا دعویٰ کیا ہے جن کا ذکر آگے آئے گا.

پھر بفاصلۂ چند سطور لکھا ہے کہ:

واعلم ان تلک الاخبار منقولة من الکتب المعتبرة علیھا معول اصحابنا فی اصحابنا فی اثبات الاحکام الشرعیة و الآثار النبویة	جاننا چاہیئے کہ یہ حدیثیں تحریف کی ان معتبر کتابوں سے نقل کی گئی ہیں جن پر ہمارے اصحاب کا اعتماد ہے احکام شرعیہ کے ثابت کرنے اور آثار نبویہ کے نقل کرنے میں.

(۴) پھر صاحب فصل الخطاب نے اپنے وعدہ کو پورا کیا ہے اور آخر کتاب میں، ان تمام محدثین کے نام لکھے ہیں جنھوں نے روایات تحریف کو متواتر کہا ہے، ان ناموں میں علامہ باقر مجلسی کا نام نامی بھی ہے اور ان کی عبارت کا حسب ذیل فقرہ قابلِ دید ہے، وہ فرماتے ہیں:

وعندی ان الاخبار فی ھذا الباب متواترة معنیً وطرح جمیعھا یوجب رفع الاعتماد عن الاخبار رأسًا بل ظنی ان الاخبار فی ھذا الباب لا یقصر عن اخبار الامامة فکیف یثبتونھا بالخبر. (فصل الخطاب ص۳۲۹)	میرے نزدیک تحریف قرآن کی روایتیں معنیً متواتر ہیں اور ان سب روایتوں کو ترک کر دینے سے ہمارے تمام فن حدیث کا اعتبار جاتا رہے گا بلکہ میرا علم یہ ہے، کہ تحریف قرآن کی روایتیں مسئلہ امامت کی روایتوں سے کم نہیں ہیں، لہٰذا اگر تحریف قرآن کی روایتوں کا اعتبار نہ ہو تو مسئلہ امامت بھی روایتوں سے ثابت نہ ہو سکے گا.

(۵) علامہ محسن کاشی تفسیر صافی کے دیباچہ میں تحریف کی (نجس) روایات

نقل کر کے فرماتے ہیں:

المستفاد من مجموع هذه الاخبار	ان تمام حدیثوں کا اور ان کے علاوہ جس
وغیرہ من الروایات من طریق اھل	قدر حدیثیں اہل بیت علیہم السلام کی سند
البیت علیھم السلام ان القرآن	سے نقل کی گئی ہیں، ان کا مطلب یہ ہے
الذی بین اظھرنا لیس بتمامه کما	کہ جو قرآن ہمارے درمیان ہے وہ پورا
انزل علی محمد صلی الله علیه	جیسا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ پر نازل ہوا
وآله بل منه ما هو خلاف ما	تھا نہیں ہے بلکہ اس میں کچھ اللہ کے
انزل الله ومنه ما هو مغیر	نازل کئے ہوئے کے خلاف ہے اور کچھ
ومحرف وانه قد حذف منه	مغیر و محرف ہے اور یقیناً اس میں سے
اشیاء کثیرة منها اسم علی	بہت سی چیزیں نکال ڈالی گئی ہیں، جیسے
فی کثیر من المواضع ومنها	علی کا نام بہت سے مقامات سے اور علاوہ
غیر ذالك وانه لیس ایضا علی	اس کے اور ان روایات سے یہ بھی معلوم ہوا کہ
الترتیب المرضی عند الله وعند	اس قرآن کی ترتیب بھی خدا اور اس کے رسول
رسوله وبه قال علی ابن ابراهیم.	کی پسند کی ہوئی ترتیب نہیں ہے انہیں سب

باتوں کے قائل ہیں علی ابن ابراہیم قمی۔

(۶) دورِ آخر کے مجتہد اعظم مولوی دلدار علی جن کو شیعوں کے امام والامقام مولوی حامد حسین آیۃ اللہ فی العالمین فرماتے ہیں، عماد الاسلام میں لکھتے ہیں، کما نقله فی الاستقصاء۔

قال ایة الله فی العالمین احله	آیۃ اللہ فی العالمین یعنے مولوی

الله دار السلام فی عماد الاسلام	دلدار علی اپنی کتاب عماد الاسلام میں
بعد ذکر نبذ من احادیث	بعد نقل کرنے چند احادیث تحریف کے
التحریف الماثورۃ عن سادات	جو سرداران خلق یعنی ائمہ اثنا عشر علیہم
الانام علیہم الاف التحیۃ و	الآف التحیۃ والسلام سے منقول ہیں فرماتے
السلام مقتضے تلک الاخبار	ہیں کہ نتیجہ ان روایات کا یہ ہے کہ کچھ نہ
ان التحریف فی الجملۃ فی ھذا	کچھ تحریف اس قرآن میں جو ہمارے
القرآن الذی بین ایدینا	سامنے ہے بلحاظ زیادہ ہو جانے بعض حروف
بحسب زیادۃ بعض الحروف	کے اور کم ہو جانے بعض حروف کے بلکہ
ونقصانہ بل بحسب بعض	بعض الفاظ کے اور بلحاظ ترتیب کے بعض
الالفاظ وبحسب الترتیب	مقامات میں یقیناً واقع ہو گئی، اس طرح
فی بعض المواضع قد وقع بحیث	کہ ان روایتوں کے تسلیم کے بعد تحریف
مما لا یشك فیہ مع تسلیم تلك	قرآن میں شک نہیں کیا جا سکتا (اس کے
الاخبار۔ (استقصاء ص۱۱)	بعد مولوی دلدار علی نے تحریف کی صورتیں

لکھی ہیں جو خاتمہ میں نقل ہونگی۔

امام الشیعہ مولوی حامد حسین استقصاء الافحام جلد اول صفحہ ۹ میں فرماتے ہیں:
" درود روایات تحریف قرآن بطریق اہل حق" صفحہ ۱۰ میں ہے" اگر بے چارہ شیعے مقتضائے احادیث کثیرہ اہل بیت طاہرین مصرحہ بوقوع نقصان در قرآن حرف تحریف ونقصان برزبان آرد و ہدف سہام طعن و ملام و مورد استہزا وتشنیع گردد" صفحہ ۶۴ میں ہے" اگر اہل حق حافظانِ اسرار الٰہی وحاملانِ آثار

جناب رسالت پناہی کہ ہداۃ اسلام وائمہ انام اند روایت کنند احادیثے راکہ دال است برآنکہ در قرآن شریف مبطلین واہل ضلال تحریف نمودند و تصحیفش باعمل آوردند واصل قرآن کما انزل نزد حافظان شریعت موجود است کہ دریں صورت اصلا بر جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ نقصی وطعنی عائد نمی شود فریاد وفغاں آغاز می کنند وکلمات ناشائستہ دور از کار کہ بادنیٰ عاقلے نمی زیبد برزبان آرند۔"

ف: عبارت منقولۂ بالا سے حسب ذیل امور معلوم ہوئے:

۱۔ روایاتِ تحریفِ قرآن شیعوں کی اُن اعلیٰ ترین معتبر کتابوں میں ہیں جن پر مذہبِ شیعہ کی بنیاد ہے۔

۲۔ روایاتِ تحریف کثیر و مستفیض بلکہ متواتر ہیں۔

۳۔ روایاتِ تحریف رد کر دی جائیں تو شیعوں کا فنِ حدیث بے کار و بے اعتبار ہو جائے۔

۴۔ تحریف قرآن کی روایتیں کتب معتبرہ شیعہ میں دو ہزار سے زائد ہیں۔

۵۔ تحریف قرآن کی روایتیں مسئلہ امامت سے کم نہیں ہیں، معلوم ہوا کہ مذہب شیعہ میں جس درجہ ضروری مسئلہ امامت ہے اسی درجہ تحریفِ قرآن بھی ضروری ہے حضرت علیؓ اور دوسرے ائمہ کی امامت کا ماننا جیسا فرض ہے اسی درجہ کا فرض قرآن کو محرف ماننا بھی ہے، جو شخص قرآن کو محرف نہ مانے وہ از روئے مذہبِ شیعہ ویسا ہی گنہ گار و بددین اور مذہب شیعہ سے خارج ہو گا جیسا ائمہ اثنا عشر کی امامت کا منکر۔

۶۔ یہ روایات قرآن کے محرف ہونے اور پانچوں قسم کی تحریف سے ملوث ہونے پر ایسی صاف اور واضح دلالت کرتی ہیں کہ اس میں شک نہیں ہو سکتا۔

ان عبارات میں دو اقرار تو بالکل واضح ہیں، یعنی ان روایات کے کثیر و متواتر ہونے کا اور ان روایات کے تحریف پر دلالت کرنے کا، تیسرا اقرار یعنی معتقد تحریف ہونے کا اس درجہ واضح نہیں ہے لہٰذا اس کے لئے اور عبارتیں درج ذیل ہیں:

⑦ واما اعتقاد مشائخنا رحمهم الله	ہمارے بزرگوں کا اعتقاد اس بارے میں
فی ذالك فالظاهر من ثقة الاسلام	یہ ہے کہ ثقۃ الاسلام محمد بن یعقوب کلینی قرآن
محمد بن يعقوب الكليني طاب	کی تحریف و نقصان کے معتقد تھے کیونکہ
ثراه انه كان يعتقد التحريف	انھوں نے اس مضمون کی روانیں اپنی کتاب
والنقصان فی القرآن لانه روى	کافی میں نقل کی ہیں اور ان روایتوں پر کوئی
روايات فی هذا المعنى فی كتابه	جرح نہیں کی، باوجودے کہ انھوں نے
الكافی ولم يتعرض لقدح فيها	آغاز کتاب میں لکھدیا ہے کہ جتنی روایتیں
مع انه ذكر فی اوّل الكتاب انه	اس کتاب میں ہیں اُن پر مجھے وثوق ہے
كان يثق بما رواه فيه وكذالك	اور اسی طرح ان کے استاذ علی بن ابراہیم
استاذه علی بن ابراهيم القمی	قمی کہ ان کی تفسیر بھی روایات تحریف سے
فان تفسيره مملوء منه وله غلو	پُر ہے اور ان کو اس عقیدہ میں غلو ہے
فيه وكذالك الشيخ احمد بن	اور اسی طرح شیخ احمد بن ابی طالب طبرسی
ابی طالب الطبرسی قدس سره	کہ وہ بھی کتاب احتجاج میں انھیں
فانه نسج على منوالهما فی كتاب الاحتجاج	دونوں کے طرز پر چلے ہیں۔

(٨) علامہ نوری طبرسی فصل الخطاب کے صفحہ ٢٥ میں لکھتے ہیں:

الاول وقوع التغییر والنقصان فیہ وھو مذھب الشیخ الجلیل علی بن ابراھیم القمی شیخ الکلینی فی تفسیرہ صرح بذالك فی اولہ وملأ کتابہ من اخبارہ مع التزامہ فی اولہ بان لاین کرفیہ الا مشائخہ وثقاتہ ومن ھب تلمیذہ ثقۃ الاسلام الکلینی رحمۃ اللہ علی ما نسبہ الیہ جماعۃ لنقلہ الاخبار الکثیرۃ الصریحۃ فی ھذا المعنی فی کتاب الحجۃ خصوصا فی باب النکت والنتف من التنزیل فی الروضۃ من غیر تعرض لردھا اوتاویلھا واستظھر المحقق السید محسن الکاظمی فی شرح الوافیۃ مذھبہ من الباب الذی عقدہ فیہ وسماہ باب انہ

پہلا قول یہ ہے کہ قرآن میں تغیر ونقصان ہوگیا اور یہی مذہب ہے شیخ جلیل علی بن ابراہیم قمی استاذ کلینی کا انھوں نے اپنی تفسیر کے شروع میں اس کی تصریح کی ہے اور اپنی تفسیر روایات تحریف سے بھر دی ہے اور ساتھ ہی اپنی تفسیر کے شروع میں انھوں نے یہ پابندی ظاہر کی ہے کہ وہی روایتیں ذکر کروں گا جو میرے اساتذہ اور معتبر لوگوں نے روایت کی ہیں اور یہی مذہب ہے ثقۃ الاسلام کلینی رحمۃ اللہ علیہ کا جیسا کہ ایک جماعت نے ان کی طرف منسوب کیا ہے کیونکہ انھوں نے اس مضمون کی بہت سی صریح روایتیں کافی کی کتاب الحجۃ خصوصاً باب النکت والنتف من التنزیل میں اور روضہ میں نقل کی ہیں اور ان روایات کو نہ رد کیا اور نہ ان کی کچھ تاویل کی اور محقق سید محسن کاظمی نے شرح وافیہ میں کلینی کا مذہب اس باب سے ثابت کیا ہے جو انھوں نے

لم يجمع القرآن كله الا الائمة
عليهم السلام فان الظاهر
من طريقته انه انما يعقد
الباب لما يرتضيه قلت وهو
كما ذكره فان من اهب
القدماء تعلم غالبا من عناوين
ابوابهم وبه صرح ايضا العلامة
المجلسي فى مرآة العقول۔

کافی میں منعقد کیا ہے اور اس کا نام
رکھا ہے باب انہ لم یجمع القرآن کلہ
الا الائمۃ علیہم السلام کیونکہ ان کے
طریقہ سے ظاہر ہے کہ وہ اسی مضمون کے
لئے باب قائم کرتے ہیں جو مضمون ان کا
پسند آتا ہے میں کہتا ہوں کہ محقق کاظمی
کا یہ کہنا ٹھیک ہے کہ متقدمین کا مذہب
اکثر ان کے بابوں کے عنوان سے ظاہر
ہوتا ہے اور کلینی کے مذہب کی تصریح علامہ مجلسی نے بھی مرأۃ العقول میں کی ہے۔

اس کے بعد حسب ذیل نام اپنے اکابر علمائے متقدمین کے صاحب فصل الخطاب نے درج کئے ہیں، الثقۃ الجلیل محمد بن الحسن الصفار (مصنف کتاب البصائر) الثقۃ محمد بن ابراہیم النعمانی شاگرد کلینی مصنف کتاب الغیبہ الثقۃ الجلیل سعد بن عبد اللہ القمی جنھوں نے اپنی کتاب ناسخ و منسوخ میں ایک باب تحریف قرآن کا بھی قائم کیا ہے، جیسا کہ علامہ مجلسی نے بحار کے انیسویں مجلد میں اس کی تصریح کی ہے السید علی بن احمد الکوفی مصنف کتاب بدع المحدثہ اجلۃ المفسرین و اثمتہم شیخ الجلیل محمد بن مسعود العیاشی (مصنف تفسیر عیاشی) الشیخ فرات بن ابراہیم الکوفی الثقۃ محمد بن العباس الماہیار شیخ المتکلمین متقدم النوبختین ابو سہل اسمٰعیل بن علی بن اسحٰق بن سہل بن نوبخت، مصنف کتب کثیرہ، اسحٰق الکاتب جنھوں نے امام مہدی کو دیکھا ہے خدا امام ممدوح کی مشکل جلد آسان کرے، انیس الطائفہ جن کے معصوم ہونے کے اکثر یا بعض لوگ قائل ہیں، یعنی ابو القاسم حسین ابن روح ابن ابی بحر نوبختی

جو شیعوں کے اور امام مہدی کے درمیان میں تیسرے سفیر تھے العالم الفاضل المتکلم حاجب بن لیث بن سراج، الشیخ الجلیل الثقۃ الاقدم فضل بن شاذان الشیخ الجلیل محمد بن حسن الشیبانی مصنف تفسیر نہج البیان، الشیخ الثقۃ احمد بن محمد بن خالد برقی مصنف کتاب المحاسن محقق طوسی نے فہرست میں اور نجاشی نے اپنے اسماء الرجال میں ان کی تصانیف میں کتاب التحریف کو شمار کیا ہے، الثقۃ محمد بن خالد جو شیخ سابق الذکر کے والد تھے، الشیخ الثقۃ علی بن الحسن بن فضال جن سے کوئی غلطی علم حدیث میں ظاہر نہیں ہوئی، محمد بن الحسن الصیرفی احمد بن محمد سیار الشیخ حسن بن سلیمان الحلی تلمیذ الشہید الثقۃ الجلیل محمد بن عباس بن علی بن مروان ماہیار ابو الطاہر عبد الواحد بن عمر القمی محمد بن علی بن شہر آشوب شیخ احمد بن ابی طالب طبرسی جنہوں نے تحریف قرآن کے متعلق دس حدیثوں سے زیادہ روایت کی ہیں، اس کے بعد مصنف فصل الخطاب لکھتے ہیں: وھو مذھب جمھور المحدثین الذین عثرنا علی کلماتھم یعنی یہی مذہب جمہور محدثین کا جن کے کلمات سے ہم کو اطلاع ہوئی، مولوی محمد صالح، الفاضل السید علی خان مولی محمد مہدی نراقی الاستاذ الاکبر البہبہانی محقق کاظمی شیخ ابو الحسن الشریف شیخ علی بن محمد المقابی سید جلیل علی طاؤس، الشیخ الاعظم محمد بن محمد بن نعمان المفید۔

یہ ایک مختصر فہرست اطلاع ناظرین کے لئے درج کی گئی تاکہ جناب حائری صاحب و دیگر علمائے شیعہ کی غلط بیانی اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں۔

حقیقت یہی ہے کہ تمام محدثین اور بڑے بڑے اکابر مذہب شیعہ کے سب تحریف قرآن کے قائل ہیں۔ نہ کوئی شیعہ تحریف قرآن کا منکر ہوا، نہ ہو سکتا ہے

ان کے مذہب کی بنیاد ہی عداوتِ قرآن پر ہے۔ شیعوں میں گنتی کے صرف چار آدمی ازراہ تقیہ تحریف قرآن کے منکر ہو گئے ہیں، شریف مرتضیٰ۔ شیخ صدوق، ابوجعفر طوسی شیخ ابوعلی طبرسی، مصنف تفسیر مجمع البیان جب علمائے شیعہ کو سنیوں کے مقابلہ میں ضرورت پیش آتی ہے یا اپنے کو مسلمان ثابت کرنے کی ہوس خام پیدا ہوتی ہے تو انہیں چار میں سے کسی نہ کسی کا قول پیش کر دیتے ہیں اور بڑی صفائی سے کہہ دیتے ہیں کہ ہمارے اوپر بالکل بے جا الزام ہے ہم تو تحریف قرآن کے قائل ہی نہیں ہیں، چنانچہ حائری صاحب نے بھی اپنے رسالہ موعظۂ تحریفِ قرآن میں یہی کارروائی کی ہے، ناواقف شخص بے شک اس کارروائی سے دھوکہ کھا جاتا ہے مگر جو لوگ مذہب شیعہ سے واقف ہیں ان کے سامنے یہ کارروائی نہیں چل سکتی، اب بعونہ تعالیٰ ان چاروں اشخاص کے اقوال اور ان کی حقیقت واصلیت کا اظہار کیا جاتا ہے۔

واضح ہو کہ جب بانیانِ مذہب شیعہ عداوتِ قرآن کا حق ادا کر چکے، اور راویانِ قرآن یعنی صحابہ کرامؓ کو بھی بخیالِ خود خوب مجروح کر لیا تب بھی صبر نہ آیا اور تحریفِ قرآن کی دو ہزار سے زیادہ روایتیں حضرت علیؓ و امام باقرؒ کے نام سے تصنیف کر کے اپنی کتابوں میں درج کر دیں، سمجھے تھے کہ اب دینِ اسلام مٹ چکا، مسلمان قرآن مجید کی طرف سے ضرور شک میں پڑ جائیں گے مگر خدا کی قدرت نہ اسلام مٹا اور نہ قرآن مجید میں کسی کو شک پیدا ہوا مسلمان تو مسلمان غیر مسلموں نے بھی ان روایات تحریف کو گوز شتر سے بدتر سمجھا اور ان کو بھی قرآن شریف کے محرف ہونے کا وہم نہ پیدا ہوا، مثلاً سر ولیم میور، جو صوبہ متحدہ کے

لفٹننٹ گورنر تھے باوجود متعصب عیسائی ہونے کے اور باوجود اس کے کہ مسلمانوں کی طرف سے ان کی انجیلوں کو محرف کہا جاتا ہے تو بھی وہ قرآن کو محرف نہ کہہ سکے، اور اپنی کتاب "لائف آف محمد" (صلی اللہ علیہ وسلم) میں لکھ گئے ہیں:

"یہ بالکل صحیح اور کامل قرآن ہے اور اس میں ایک حرف کی بھی تحریف نہیں ہوئی، ہم ایک بڑی مضبوط بنیاد پر دعوے کر سکتے ہیں کہ قرآن کی ہر آیت خالص اور غیر متغیر صورت میں ہے اور آخر کار ہم اپنی بحث کو' ون ہیم صاحب کے فیصلہ پر ختم کرتے ہیں' وہ فیصلہ یہ ہے کہ ہمارے پاس جو قرآن ہے' ہم کامل طور پر اس میں ہر لفظ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا سمجھتے ہیں' جیسا کہ مسلمان' اس کے ہر لفظ کو خدا کا لفظ خیال کرتے ہیں"۔

بلکہ نتیجہ یہ ہوا کہ چاروں طرف سے نفرین و ملامت کی بوچھار ہونے لگی اور واقعی اس سے بڑھ کر نمک حرامی کیا ہوگی کہ جس دین کا نام لیتے تھے' اسی کی جڑ کاٹنا شروع کی' اسلام کو کیا مٹاتے خود ہی اسلام سے خارج ہو گئے، خدا کے نور کو جو شخص بجھانے کی کوشش کرتا ہے' اس کو یہی پھل ملتا ہے ؎

چراغے راکہ ایزد بر فروزد ہراں کو پف زند ریشش بسوزد

بالآخر شریف مرتضیٰ کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ کسی طرح یہ کلنک کا ٹیکہ مٹانا چاہیئے، لہٰذا انہوں نے تقیہ کر کے تحریف قرآن کا انکار کر دیا مگر افسوس کہ انہوں نے ایک ایسے کام کا ارادہ کیا جس میں کامیابی محال تھی' وہ اپنے قول کی کوئی دلیل مذہبِ شیعہ کے اصول کے مطابق نہ پیش کر سکے' نہ اپنی تائید میں کوئی روایت ائمہ معصومین کی لا سکے' نہ روایاتِ تحریف کا کوئی جواب دے سکے بلکہ انکارِ تحریف

کی دُھن میں وہ باتیں لکھ گئے جو ان کے مذہب کے لئے سمِ قاتل تھیں اور وہ ایسا کرنے پر مجبور تھے، قرآن پر ایمان کا دعویٰ بغیر مذہب شیعہ کی بیخ کنی کے ممکن ہی نہ تھا۔

تلاش و تتبع سے معلوم ہوا کہ گنتی کے چار شخص اکابر قدمائے شیعہ میں ہیں جنہوں نے ازراہِ تقیہ قرآن شریف کی تحریف کا انکار کیا اور ہر قسم کی تحریف سے اس کو پاک بتلایا، اوّل، شریف مرتضیٰ۔ دوم، شیخ صدوق۔ سوم، ابوجعفر طوسی۔ چہارم شیخ ابوعلی طبرسی مصنف تفسیر مجمع البیان۔ ان چار کے سوا قدمائے شیعہ میں کسی نے ازراہِ تقیہ بھی تحریفِ قرآن کا انکار نہیں کیا۔ فصل الخطاب صفحہ ۳۲ میں ہے:

الثانی عدم وقوع التغییر والنقصان فیہ وان جمیع ما نزل علی رسول اللہ صلے اللہ علیہ والہ ھو الموجود بایدی الناس فیما بین الدفتین والیہ ذھب الصدوق فی عقائد ہ والسیّد المرتضیٰ وشیخ الطائفۃ فی التبیان ولم یعرف من القدماء موافق لھم،	یعنے دوسرا قول یہ ہے کہ قرآن میں تحریف اور کمی نہیں ہوئی اور یہ کہ جس قدر قرآن رسولِ خدا صلے اللہ علیہ و آلہٖ پر نازل ہوا وہ لوگوں کے ہاتھوں میں اور دفتیوں کے بیچ میں موجود ہے اور اسی طرف گئے ہیں صدوق اپنے کتاب عقائد میں اور سید مرتضیٰ اور شیخ الطائفہ (ابو جعفر طوسی) تبیان میں اور متقدمین میں کوئی ان کا موافق معلوم نہیں ہوا۔

نیز اسی کتاب کے صفحہ ۳۴ میں ہے:

والی طبقۃ (ای المرتضیٰ) لم یعرف الخلاف صریحا الا من ھٰذا ہ	یعنے شریف مرتضیٰ کے طبقہ تک مسئلہ تحریف قرآن کی صراحۃً مخالفت سوا ان چار بزرگوار کے

المشائخ الاربعة۔ کے اور کسی سے معلوم نہیں ہوئی۔

یہ چاروں اشخاص اوّل تو ازراہِ تقیہ تحریف کا انکار کر رہے ہیں' ان کے انکار کے ازراہِ تقیہ ہونے کی روشن دلیل تین ہیں:

اوّل یہ کہ وہ اپنی سند میں کوئی حدیث امام معصومین کی نہیں پیش کرتے نہ پیش کر سکتے تھے اور نہ ان زائد از دو ہزار احادیث ائمہ کا جواب دیتے ہیں' لہٰذا معلوم ہوا کہ یہ ان کا اصلی عقیدہ نہ تھا۔

دوم: یہ کہ وہ قائلین تحریف کو کافر کیا معنیٰ گمراہ بھی نہیں کہتے' اگر واقعی ان چاروں کا اصلی عقیدہ یہی ہوتا جو وہ زبان سے کہہ رہے ہیں تو قرآن پر ایمان رکھنا ضروریات دین میں سمجھتے اور قائلِ تحریف کو ہماری طرح کافر اکفر جانتے۔

سوم: یہ کہ چاروں صاحبان قرآن شریف کے محفوظ ہونے کو صحابہ کرامؓ کی مساعی جمیلہ اور ان کی حمیتِ دینی اور قوتِ ایمانی سے ثابت کرتے ہیں' بھلا اگر انھوں نے تقیہ نہ کیا ہوتا تو صحابہ کرامؓ کے ان اوصاف کا اقرار کرتے' کیا اگر کوئی مرزائی کہے کہ میں مرزا غلام احمد کو نہ نبی مانتا ہوں نہ مجدد' تو اس کا یہ قول صحیح سمجھا جا سکتا ہے؟ یا کوئی خارجی کہے کہ میں حضرت علیؓ سے حُسنِ ظن و محبّت رکھتا ہوں تو اس کی بات قابلِ اعتبار ہو سکتی ہے؟

بہرکیف خواہ ان چار اشخاص کا انکار' ازراہِ تقیہ ہو یا نہ ہو' مگر جب کہ زائد از دو ہزار احادیث ائمہ معصومین کی ان کے قول کے خلاف ہیں اور ان کے موافق ایک ٹوٹی پھوٹی روایت بھی نہیں اور پھر اس پر طرّہ یہ کہ اگر ان کی یہ دلیل مان لی جائے تو مذہب شیعہ فنا ہوا جاتا ہے' لہٰذا ان کا یہ انکار ہرگز ہرگز ازروئے مذہب شیعہ

قابلِ اقتدا نہیں ہوسکتا، نہ اس کی بنا پر شیعوں کو منکرِ تحریف کہنا کسی طرح صحیح ہو سکتا ہے، اب ان چاروں شخصوں کے اقوال اور ان کے دلائل سنئے اور انصاف کیجئے:

تفسیر مجمع البیان کے فن خامس میں ہے:

ومن ذالک الکلام فی زیادة القرآن ونقصانه فانه	اور منجملہ اس کے قرآن میں زیادتی اور کمی کی
لایلیق بالتفسیر فاما الزیادة فیه فمجمع علی بطلانه	بحث ہے مگر یہ بحث تفسیر کی کتابوں میں ذکر
واما النقصان فقد روی فیه جماعة من اصحابنا	کرنے کے لائق نہیں کیونکہ قرآن میں زیادتی
وقوم من حشویة العامة ان فی	نہ ہونے پر تو سب کا اجماع ہے، رہ گئی کمی تو
القرآن تغییرا ونقصانا والصحیح	اس کے متعلق ہمارے اصحاب کی ایک جماعت
من مذهب اصحابنا خلافه وهو	نے اور حشویہ عامہ کی ایک قوم نے یہ روایت
الذی نصره المرتضیٰ قدس الله روحه	کی ہے کہ قرآن میں کچھ تغیر و تبدل اور کچھ کمی ہو گئی ہے
واستوفی الکلام فیه غایة الاستیفاء	مگر ہمارے اصحاب کا صحیح مذہب اس کے خلاف
فی جواب المسائل الطرابلسیات	ہے اور اسی کی تائید شریف مرتضیٰ نے کی ہے
وذکر فی مواضع ان العلم بصحة	اور انھوں نے مسائل طرابلسیہ کے جواب میں اس کے
نقل القرآن کالعلم بالبلدان	متعلق پوری بحث کی ہے اور انھوں نے کئی مقام
والحوادث الکبار والوقائع العظام	پر ذکر کیا ہے کہ قرآن کے صحت کے ساتھ منقول
والکتب المشهورة واشعار العرب	ہونے کا علم ایسا قطعی ہے جیسا شہروں کے وجود
المسطورة فان العنایة اشتدت	اور بڑے بڑے حادثوں اور واقعات اور مشہور
والدواعی توفرت علی نقله	کتابوں اور عرب کے لکھے ہوئے اشعار کا علم کیونکہ
وحراسته وبلغت الی حد	قرآن کے نقل و حفاظت کے اسباب بہت تھے

لم يبلغه فيما ذكرناه لان القرآن معجزة
النبوة ومأخذ العلوم الشرعية
والاحكام الدينية وعلماء المسلمين
قد بلغوا في حفظه وحمايته الغاية
حتى عرفوا كل شيء اختلف فيه
من اعرابه وقراءته وحروفه وآياته فكيف
يجوز ان يكون مغيرا او منقوصا
مع العناية الصادقة والضبط
الشديد وقال ايضا قدس الله
روحه ان العلم بتفصيل القرآن
وابعاضه في صحة نقله كالعلم
بجملته وجرى ذالك مجرى ما علم
ضرورة من الكتب المصنفة ككتاب
سيبويه والمزني فان اهل العناية
بهذا الشان يعلمون من تفصيلها
ما يعلمون من جملتها حتى لو ان
مدخلا ادخل في كتاب سيبويه
بابا في النحو ليس من الكتاب نعرف
وميز وعلم انه ملحق وليس من

اور اس کثرت کے ساتھ تھے کہ مذکورہ بالا
چیزوں میں نہ تھے کیونکہ قرآن معجزہ نبوت ہے
اور علوم شرعیہ احکام دینیہ کا ماخذ ہے، اور
علمائے مسلمین قرآن کی حفاظت میں انتہا تک
پہنچ گئے ہیں یہاں تک کہ قرآن کے جس جس
مقام میں اعراب اور قرأت اور حروف کا
اختلاف ہے سب انھوں نے معلوم کرلیا ہے
پس باوجود ایسی سچی توجہ اور سخت حفاظت
کے کیونکر ممکن ہے کہ قرآن میں تغیر وتبدل اور
کمی ہوجائے، نیز شریف مرتضیٰ نے کہا ہے کہ
قرآن کی ہر ہر آیت اور اس کے ٹکڑوں کے صحیح
النقل ہونے کا علم بھی ویسا ہی قطعی ہے جیسا
کہ اس کے مجموعہ کے صحیح النقل ہونے کا اور یہ علم
اس درجہ میں ہے جس درجہ میں کتب مصنفہ کا
علم ہو جیسے سیبویہ اور مزنی کی کتاب کہ اس فن کے
لوگ اس کے ہر ہر جملہ کو اسی طرح جانتے ہیں
جس طرح اس کے مجموعہ کو، یہاں تک کہ اگر کوئی
شخص کتاب سیبویہ میں ایک باب نحو کا بڑھادے
جو اصل کتاب میں نہ ہو تو یقیناً پہچان لیا جائے گا

اور امتیاز کر لیا جائے گا اور معلوم ہو جائے گا

اصل الكتاب وكذالك	کہ وہ الحاقی ہے اصل کتاب کا نہیں ہے
القول في كتاب المزني ومعلوم ان	یہی حال کتاب مزنی کا بھی ہے اور سب کو
العناية بنقل القرآن وضبطه اضبط	معلوم ہے کہ نقل و حفاظت قرآن کی طرف
من العناية بضبط كتاب سيبويه	توجہ بہ نسبت کتاب سیبویہ کے اور شعراء کے
ودواوين الشعراء وذكر ايضا	دیوانوں میں بہت کامل تھی، نیز شریف مرتضیٰ
رضي الله عنه ان القرآن كان	نے لکھا ہے کہ قرآن رسول اللہ صلی اللہ علیہ
على عهد رسول الله صلى الله عليه	وآلہ کے زمانہ میں مجموع و مرتب تھا، جیسا کہ
وآله مجموعا مؤلفا على ما هو عليه	وہ اب ہے اور اس کی دلیل یہ بیان کی ہے
الآن واستدل على ذالك بان	کہ قرآن اس زمانہ میں پورا پڑھایا جاتا تھا
القرآن كان يدرس ويحفظ جميعه	اور حفظ کرایا جاتا تھا یہاں تک کہ صحابہ کی
في ذالك الزمان حتى عين على جماعة	ایک جماعت حفظ قرآن میں نامزد کی گئی ہے
من الصحابة في حفظهم له وانه	اور قرآن نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے
كان يعرض على النبي صلى الله عليه	پیش کیا جاتا تھا اور آپ کو پڑھ کر سنایا جاتا
وآله ويتلى عليه وان جماعة من الصحابة	تھا اور یقیناً صحابہ میں مثل عبد اللہ بن مسعود
مثل عبد الله بن مسعود وأبي	اُبی بن کعب کے بہتوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ
بن كعب وغيرهما ختموا القرآن	کو کئی کئی ختم قرآن سنائے تھے اور یہ سب
على النبي صلى الله عليه وآله عدة	باتیں ایک تھوڑے غور کے ساتھ بتا رہی
ختمات وكل ذالك يدل	ہیں کہ بے شک قرآن مجموع و مرتب تھا

بادنی تامل علی انہ کان مجموعا مرتبا غیر مبتور ولا مبثوث وذکر ان من خالف فی ذالک من الامامیۃ والحشویۃ لایعتد بخلافھم فان الخلاف فی ذالک مضاف الیٰ قوم من اصحاب الحدیث نقلوا اخبارًا ضعیفۃ ظنوا صحتھا لا یرجع بمثلھا عن المعلوم المقطوع علی صحتہ (انتہیٰ)

ٹکڑے ٹکڑے اور پراگندہ نہ تھا اور شریف مذکور نے لکھا ہے کہ جو لوگ امامیہ اور حشویہ میں اس کے مخالف ہیں، ان کا خلاف لائق اعتبار نہیں کیونکہ اس مسئلہ میں ایک جماعت مورخین نے اختلاف کیا ہے انہوں نے چند ضعیف روایتیں نقل کر کے ان کو صحیح سمجھ لیا، حالانکہ ایسی روایتوں کی بناء پر قطعی چیز نہیں چھوڑی جا سکتی۔

تفسیر مجمع البیان کی اسی عبارت کو جناب حائری صاحب نے درمیان سے قطع و برید کر کے نقل کیا ہے اور ناواقفوں کو فریب دیا ہے کہ شیعہ تحریف قرآن کے قائل نہیں۔

یہ لطیفہ بھی قابلِ تماشا ہے کہ جناب حائری صاحب کا دعویٰ یہ ہے کہ "شیعہ مسلمان قطعاً تحریفِ قرآن کے قائل نہیں"۔ دیکھو رسالہ موعظۂ تحریف صفحہ ۵۶، مگر آگے چل کر صفحہ ۵۹ میں آپ اقرار کرتے ہیں کہ اکثر اخباری شیعہ تحریف قرآن کے قائل ہیں اور اخبار کے معنی آپ اہلحدیث غیر مقلد بیان کرتے ہیں پھر انہیں قائلین تحریف میں اپنے شیخ الاسلام کلینی اور ان کے استاد قمی اور طبرسی مصنف احتجاج کو بھی شمار کرتے ہیں، یہ کھلا ہوا تناقض نہیں تو کیا ہے، کوئی ان سے پوچھے کہ یہ بزرگوار جن کو آپ خود قائلِ تحریف مان رہے ہیں، شیعہ تھے کہ نہیں، اگر تھے اور یقیناً تھے تو آپ کا یہ کہنا کہ شیعہ قطعاً قائل تحریف نہیں خود آپ کے قول سے غلط

ہوگیا، ایسی تناقض اور بے علمی کی باتیں اس رسالہ میں بہت ہیں۔

مجمع البیان کے علاوہ تین کتابوں کی عبارتیں حائری صاحب نے اور نقل کی ہیں ان عبارتوں میں بھی انہیں منکرینِ تحریف کا قول ہے لیکن مجمع البیان میں پورے بسط و تفصیل کے ساتھ مع دلائل ہے اور ان میں دلیل نہیں ہے لہٰذا ہم اپنی عبارت مجمع البیان پر اکتفا کرکے شریف مرتضیٰ کے دلائل کا حال اور ان کا نتیجہ حوالہ قلم کرتے ہیں:

(۱) شریف مرتضیٰ قرآن میں زیادتی نہ ہونے پر اپنے فرقہ کا اجماع بنا رہے ہیں، یہ ایسا صریح جھوٹ ہے کہ سوا شیعوں کے کسی مذہب کا عالم ایسے دروغ بے فروغ کی جرأت نہیں کرسکتا اس کا جھوٹ ہونا روایات احتجاج وغیرہ کے علاوہ جو اوپر منقول ہوئیں، خود حائری صاحب کی نقل کردہ عبارت قوانین الاصول سے ظاہر ہے، وہ عبارت یہ ہے: فعن اکثر الاخباریین انہ وقع فیہ التحریف والزیادۃ والنقصان وھو الظاھر من الکلینی وشیخہ علی بن ابراھیم القمی والشیخ احمد بن ابی طالب الطبرسی صاحب الاحتجاج یعنی اکثر محدثین سے منقول ہے کہ قرآن میں تحریف ہوئی، بیشی بھی ہوئی اور کمی بھی اور یہی ظاہر ہے کلینی اور ان کے استاد علی بن ابراہیم قمی سے اور شیخ احمد بن ابی طالب طبرسی مصنف احتجاج سے، پس جب اکثر محدثین اور اتنے بڑے بڑے شیعہ اکابر کو قرآن میں بیشی کیے جانے کے قائل آپ خود مان رہے ہیں تو شریف مرتضیٰ کا یہ کہنا کہ قرآن میں بیشی نہ ہونے پر سب شیعوں کا اجماع ہے جھوٹ ہوا یا نہیں؟

(۲) شریف مرتضیٰ قرآن میں کمی کی روایتوں کا وجود اپنے یہاں مان کر کہتے ہیں کہ ہمارا صحیح مذہب اس کے خلاف ہے، یہ بھی غلط ہے، صحیح ہونے کا کیا مطلب صحیح تو وہی قول ہو سکتا ہے جس کی تائید معصوم کی حدیث سے ہوتی۔ نہ وہ قول جو زائد از دو ہزار احادیث معصوم کے خلاف ہو۔

(۳) شریف مرتضیٰ اپنی روایاتِ تحریف کو لکھتے ہیں کہ ضعیف ہیں، محدثین نے ان کو صحیح خیال کر کے ان کے موافق عقیدہ بنالیا، یہ قول بھی کس قدر پُر فریب ہے ان روایتوں کے ضعیف ہونے کی کوئی وجہ بیان کرنی چاہیئے تھی، باقاعدہ راویوں پر جرح کرتے یا اور کوئی نقص سند میں بتاتے، بغیر اس کے کسی روایت کو ضعیف کہہ دینا کسی کے نزدیک قابل قبول نہیں ہوتا، اچھا بالفرض یہ روائتیں جو دو ہزار سے زائد ہیں، سب ضعیف ہیں تو شریف مرتضیٰ کوئی صحیح روایت ایسی پیش کر دیتے کہ فلاں امام معصوم نے فرمایا ہے کہ قرآن میں تحریف نہیں ہوئی، صحیح نہ سہی کوئی ضعیف ہی روایت اس مضمون کی اپنی کتابوں میں دکھلا دیتے، مگر یہ بات ان کے امکان میں نہ تھی۔

(۴) شریف مرتضیٰ کہتے ہیں کہ قرآن کی حفاظت کے اسباب بہت تھے، قرآن معجزۂ نبوت اور ماخذ دین تھا، صحابہ بڑے محافظِ دین تھے، قرآن کی حفاظت میں بے انتہا اور بے مثل کوشش کرتے تھے، بہت سے صحابہ مثل عبداللہ بن مسعود وغیرہ کے پورے قرآن کی حافظ تھے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کئی کئی ختم سنا چکے تھے اور آپ کے زمانہ میں لوگوں کو درس قرآن دیتے تھے، صحابہ کے اس بے مثل اہتمام و کوشش کے سامنے قرآن میں تحریف ہو جانا محال ہے۔

حضرات شیعہ خصوصاً حائری صاحب ایمان سے ارشاد فرمائیں کہ کیا واقعی شیعوں کا عقیدہ صحابہ کرامؓ کے متعلق یہی ہے جو شریف مرتضٰی نے بیان کیا، آیا مذہب شیعہ صحابہ کرامؓ کو ایسا ہی دیندار اور دین کا محافظ، قرآن کا نگہبان مانتا ہے؟

یقیناً شریف مرتضٰی کی یہ تقریر مذہب شیعہ کے بالکل خلاف ہے، شیعہ مذہب تو صحابۂ کرام کو معاذ اللہ دشمن دین کہتا ہے اور کہتا ہے کہ پورے قرآن کا حافظ سوا ائمہ کے نہ کوئی تھا اور نہ ہو سکتا ہے، اور کہتا ہے کہ صحابۂ کرامؓ ہرگز قرآن کے نگہبان نہ تھے اور کہتا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد قرآن کے محرف ہو جانے کے اسباب زیادہ تھے، نہ محفوظ رہنے کے، کیونکہ تمام صحابہؓ دشمنِ دین تھے اور صاحب قوت و شوکت تھے، مومن صرف چار پانچ تھے اور وہ ہر طرح سے عاجز اور کمزور بے دست و پا تھے۔

شریف مرتضٰی کی یہ تقریر بالکل مذہب اہلسنت کے مطابق ہے صحابہ کرامؓ کے یہ فضائل اہلسنت کا عقیدہ ہے نہ کہ شیعوں کا، اسی وجہ سے خود علماءِ شیعہ نے بھی شریف موصوف کے قول کو ردّ کیا ہے، حائری صاحب کو لازم تھا کہ اس ردّ کو بھی نقل کرتے اور اس کا جواب دیتے، مگر یہ ایمانداری ان کی وضع کے خلاف تھی، خیر اب میں اس کو لکھتا ہوں، حائری صاحب غور فرما کر ملاحظہ کریں۔

علامہ محمد بن محسن کاشی تفسیر صافی میں شریف موصوف کے قول کو اس طرح ردّ کرتے ہیں:

اقول لقائل ان یقول کان الدواعی	میں کہتا ہوں کہ ایک کہنے والا کہہ سکتا ہے
کانت متوافرۃ علی نقل القرآن	کہ جس طرح قرآن کی حفاظت کے اسباب

وحراسته من المومنين كن الك
كانت متوافرة على تغييره من
المنافقين المبدلين للوصية المغيرين
للخلافة لتضمنه مايضاد رايهم و
التغيير فيه ان وقع فانما وقع قبل
انتشاره فى البلدان واستقراره
على ماهو عليه الأن والضبط الشديد
انماكان بعد ذالك فلاتنافى بينهما
بل لقائله انه ماتغير فى نفسه
وانما التغير فى كتابتهم اياه وتلفظهم
به فانهم ماحرفوا الاعند نسخهم
من الاصل وبقى الاصل على ماهو
عليه عند العلماء ليس بمحرف وانما المحرف ماأظهروه
لاتباعهم واماكونه مجموعا فى عهد
النبى صلے الله عليه وآله على ماهو
عليه الان فلم يثبت وكيف كان
مجموعا وانماكان ينزل نجوما وكان
لايتم الابتمام عمره صلى الله عليه
وآله واما درسه وختمه فانما

ایمان والوں کی طرف سے زیادہ تھے اسی
طرح منافقوں کی طرف سے جنھوں نے وصیتِ
رسول کو بدل دیا، خلافت کو متغیر کر دیا، قرآن
کے محرف ہو جانے کے اسباب زیادہ تھے
کیونکہ قرآن ان کی رائے کے خلاف تھا اور
قرآن میں اگر تحریف ہوئی ہے تو قبل اس کے
کہ وہ شہروں میں پھیلے اور حالت موجودہ پر
قرار پکڑے اور یہ سخت حفاظت بعد اس کے
ہوئی ہے، پس اس سخت حفاظت اور تحریفِ
قرآن میں کچھ بھی منافات نہیں بلکہ ایک کہنے والا
کہہ سکتا ہے کہ اصل قرآن میں تحریف نہیں ہوئی،
تحریف صرف ان کے لکھنے اور تلفظ میں ہوئی
کیونکہ انھوں نے اصل سے نقل کرتے وقت
تحریف کی اور اصل قرآن اپنی حالت پر اپنے
اہل یعنی علمائے قرآن (ائمہ اہلبیت) کے پاس موجود ہے
پس جو قرآن ائمہ اہلبیت کے پاس ہے وہ محرف نہیں ہے محرف تو وہ ہے
جس کو جامعین قرآن نے اپنے پیروؤں کے لئے
ظاہر کیا، باقی رہا یہ کہ قرآن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ کے وقت
میں جمع ہو چکا تھا جیسا کہ اب ہے یہ بات ثابت نہیں

کانوا بہ یدرسون ویختمون ما کان عندھم لاتمامہ۔ | اور اس زمانہ میں کیسے جمع ہو سکتا تھا، کیونکہ تھوڑا تھوڑا نازل ہوتا تھا اور اس کا اختتام

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عمر کے اختتام پر موقوف تھا' رہا قرآن کا درس اور ختم تو جس قدر ان کے پاس تھا اسی کا درس ختم کرتے تھے نہ پورے کا۔

لیجئے شریف مرتضیٰ کا قول رد ہو گیا، جو دلائل انھوں نے پیش کئے تھے، وہ مذہب شیعہ کی رو سے بالکل غلط ثابت ہوئے۔

علامہ خلیل قزوینی نے بھی صافی شرح کافی میں شریف مرتضیٰ کے اس قول کو رد کیا ہے اور لکھا ہے کہ:

دعوی اینکہ قرآن ہمین است کہ در مصاحف مشہورہ است' خالی از اشکال نیست و استدلال بریں اہتمام اصحاب و اہل اسلام بضبط قرآن بغایت رکیک است بعد اطلاع برعمل ابی بکر و عمر و عثمان۔ | اس بات کا دعوےٰ کرنا کہ قرآن یہی ہے، جو مصاحف مشہورہ میں ہے مشکل ہے اور اس پر صحابہ و اہل اسلام کی اہتمام سے جو انھوں نے حفاظت قرآن میں کیا استدلال کرنا نہایت لغو ہے بعد اس امر کے معلوم کر لینے کے کہ ابوبکر و عمر و عثمان نے کیا کیا کام کئے۔

اور علامہ نوری طبرسی نے فصل الخطاب میں بہت بسط کے ساتھ منکرین تحریف کے قول کو رد کیا ہے' اور ان کے دلائل کو توڑا ہے، خاص کر شیخ صدوق کی تو بہت سی چوریاں پکڑی ہیں اور آخر میں صاف لکھ دیا ہے کہ تحریف کے انکار میں جو دلیل پیش کی جاتی ہے وہ مذہب شیعہ کے لئے سم قاتل ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

قلت انہ لشدۃ حرصہ علی اثبات | میں کہتا ہوں کہ صدوق اپنے مذہب کے ثابت

مذهبه يتعلق بكل مايحتمل فيه	کرنے کا، اتنا سخت حریص ہے کہ جس بات
تائيد لمذهبه ولا يلتفت الى	میں ذرا سا بھی احتمال اپنے مذہب کی تائید
لوازمه الفاسدة التي لا يمكنه	کا پاتا ہے اس کو لے لیتا ہے اور اس کے
الا لتزام به فان ماذكره من الشبهة	نتائج فاسدہ کی طرف توجہ نہیں کرتا کہ ان نتائج
هي الشبهة التي ذكرها المخالفون بعينها	کو تسلیم کرنا اس کے امکان میں نہیں جو اعتراض
واوردها على اصحابنا المانعين لثبوت	اس نے تحریف قرآن پر کیا ہے بعینہٖ یہ وہی
النص الجلي على امامة مولانا علی	اعتراض ہے جو مخالفین ہمارے اصحاب پر حضرت
عليه السلام واجابوا عنها بما لا يبقى	علی کی امامت پر نص جلی موجود ہونے کے متعلق
معه ريب وقد احياها بعد	کیا کرتے ہیں اور ہمارے اصحاب نے ان کے اعتراض
طول المدة غفلة او تناسيا عما	کا جواب ایسے عمدہ دلائل سے دیا ہے کہ پھر کوئی
هو مذكور في كتب الامامية۔	شبہ باقی نہیں رہتا، مگر صدوق وغیرہ نے ایک زمانہ

دراز کے بعد پھر اس اعتراض کو زندہ کر دیا اور جو کچھ کتب امامیہ
میں لکھا ہے اس سے غفلت یا فراموشی کی۔

واقعی علامہ نوری نے بالکل صحیح لکھا ہے کہ اگر منکرین تحریف کی دلیل صحیح ہو اور صحابہ ایسے کامل ایماندار اور محافظِ دین مان لئے جائیں کہ ان کی دینداری اور حفاظت دین کے بھروسہ پر قرآن میں تحریف کا ہونا محال ہو تو پھر خلافت کے معاملہ میں بھی ماننا پڑے گا کہ اگر رسول نے حضرت علی کو خلیفہ بنایا ہوتا تو ناممکن تھا کہ ایسے دیندار اور دین کے جاں نثار حکمِ رسول کے خلاف کسی دوسرے کو خلیفہ بناتے، علیٰ ہذا فدک اگر حضرت فاطمہ کا حق ہوتا تو کبھی یہ دین دار جماعت

رسول کی بیٹی کی حق تلفی نہ کرتی، غرض صحابہ کے تمام مظالم کے افسانے بے بنیاد ہو جائیں گے، خلاصہ یہ ہوا کہ سُنّی ہو جاؤ، سنیوں کی طرح صحابہ کرامؓ کی دینداری اور تقدس کا عقیدہ رکھو اور شیعوں کی تمام روایات کو زور د بہتان سمجھو، تو قرآن پر ایمان ہو سکتا ہے ورنہ نہیں۔

مومن قرآن شدن یا رفض دوں | ایں خیال است و محال ست جنوں

الحمد للہ کہ یہ بحث پوری ہو چکی اور قطعی طور پر ثابت ہو گیا کہ اصلی مذہب شیعوں کا یہی ہے کہ قرآن شریف محرف ہے، کمی بیشی تغیر و تبدل الفاظ و حروف کا اور آیات و سور بلکہ کلمات کی ترتیب کا خراب ہونا غرض ہر قسم کی تحریف اس میں ہے جو شیعہ تحریف کا انکار کرتا ہے وہ تقیہ کر رہا ہے، حائری صاحب اگر شیعوں کی پیشانی سے اس داغ کو مٹانا چاہتے ہیں تو ہماری اس تحریر کا جواب لکھیں اور اپنا وعدہ پورا کریں اور جواب میں ان کو تین کام کرنا ضروری ہیں۔

اوّل یہ کہ زائد از دو ہزار روایات تحریف قرآن کی جو ان کی کتابوں میں ہیں، جن کو محدثین شیعہ متواتر و مستفیض کہتے ہیں، ان کے غیر معتبر ہونے کی کوئی ایسی معقول وجہ بیان کریں جو اُن کے اصول حدیث کے مطابق ہو، اور ان روایات کے غیر معتبر ہونے سے کوئی اثر ان کے فن حدیث، خصوصاً روایاتِ امامت پر نہ پڑنے پائے۔

دوم یہ کہ اپنی کتابوں سے کچھ معتبر حدیثیں ائمہ معصومین کی پیش کریں جن میں اس مضمون کی تصریح ہو کہ قرآن میں تحریف نہیں ہوئی، اگر صحیح روایت نہ دستیاب ہو تو کوئی ضعیف ہی روایت دکھلادیں۔

سوم ایک فتویٰ تیار کریں کہ جو شخص تحریفِ قرآن کا قائل ہو وہ کافر ہے اور قطعاً دائرۂ اسلام سے خارج ہے اور ان علماؤ اکابر شیعہ کو جو تحریف قرآن کے قائل تھے جن میں اصحاب ائمہ وسفرائے امام غائب بھی ہیں، کافر نہ سہی گمراہ لکھدیں اور اس فتویٰ پر اپنی مہر کر کے شائع کردیں اور اچھا ہو کہ دوسرے مجتہدین شیعہ مقیم لکھنؤ وغیرہ سے بھی اس فتویٰ پر تصدیقی مہریں کرادیں۔

بغیر ان تین کاموں کے کئے صرف یہ کہدینا کہ ہم تحریف کے قائل نہیں ہیں کسی طرح لائق سماعت نہیں ہوسکتا بلکہ بدیہیات کا انکار کرنا بے حیائی کی دلیل ہوگا۔

بحث دوم

اس بیان میں کہ اہلسنّت کے یہاں نہ تحریف کی کوئی روایت ہے نہ اُن کا کوئی متنفس کبھی تحریف کا قائل ہوا،

بحث سابق میں بیان ہوچکا کہ شیعوں کا ایمان قرآن شریف پر نہیں ہے، نہ ہوسکتا ہے اور اس کی تین زبردست وجوہ بھی بیان ہوچکیں پہلی دونوں وجہوں کا کوئی تعلق مبحث تحریف سے نہیں ہے اگر کتب شیعہ میں کوئی روایت تحریف قرآن کی نہ ہوتی تو بھی یہ دونوں وجہیں بتارہی ہیں کہ شیعوں کا ایمان قرآن شریف پر

نہیں ہوسکتا' ان دونوں وجہوں میں باہم فرق یہ ہے کہ پہلی وجہ کی رُو سے نہ صرف قرآن بلکہ دین کی ہر چیز مذہبِ شیعہ کی رُو سے ناقابلِ اعتبار ہوگئی، قرآن خواہ خلفائے ثلثہ کا جمع کیا ہوا ہو خواہ رسول کا جمع کیا ہوا ہو' ہر حالت میں پہلی وجہ کی رُو سے ناقابلِ اعتبار ہوگیا اور دوسری وجہ صرف قرآن کے ناقابلِ اعتبار ہونے پر دلالت کرتی ہے' وہ بھی اس صورت میں جبکہ قرآن کا جامع خلفائے ثلثہ کو کہا جائے جیسا کہ شیعوں کو مسلم ہے۔

ان وجوہ میں صرف تیسری وجہ کا تعلق مبحث تحریف سے ہے۔

پہلی دونوں وجہوں کا کوئی جواب معقول یا نامعقول کسی شیعہ نے اب تک نہیں دیا اور نہ دے سکتا ہے۔ امروہہ میں بڑے معرکہ کا مناظرہ ہوا اور یہ تینوں وجہیں پیش کی گئیں مگر شیعہ مناظر نے پہلی دونوں وجہوں کو ہاتھ تک نہ لگایا۔

صرف تیسری وجہ کے جواب میں مصنّف نزہہ و مصنف استقصاء کی کورانہ تقلید کر کے شیعہ کہہ اٹھتے ہیں کہ صاحبو! روایات تحریف سنیوں کے یہاں بھی ہیں حائری صاحب مجتہد پنجاب نے اتنی دلیری اور کی کہ روایاتِ تحریف کا اپنے یہاں سے بالکل انکار کر کے صرف سنیوں پر افترا کیا اور اپنے کو آیۂ کریمہ ومن یکسب خطیئۃ او اثما ثم یرم بہ بریئاً فقد احتمل بھتانا و اثما مبینا۔ کا مصداق بنایا۔

لہٰذا اب ہم بعونہٖ تعالیٰ اس بات کو ثابت کرتے ہیں کہ سنیوں کے یہاں ہرگز ہرگز کوئی روایت تحریفِ قرآن کی نہیں ہے، اور نہ کوئی سنی کبھی قائل تحریف ہوا نہ ہوسکتا ہے' مذہب اہلسنّت میں جو شخص تحریفِ قرآن کا قائل ہو' وہ قطعاً کافر اور دائرۂ اسلام سے خارج ہے۔

شیعوں کو اس موقع پر لازم یہ تھا کہ جس طرح ہم نے ان کی معتبر کتابوں سے

تحریف قرآن کی روایتیں تین اقرار کے ساتھ نقل کردیں، اسی طرح وہ بھی ہماری معتبر کتابوں کی روایتیں پیش کرکے ہمارے علماء کا اقرار دکھاتے کہ یہ روایات متواتر ہیں اور یہ کہ یہ روایات تحریفِ قرآن پر دلالت کرتی ہیں اور یہ کہ انہیں روایات کے مطابق سنی تحریف کے معتقد ہیں مگر کسی شیعہ مجتہد نے ایسا نہ کیا نہ کرسکتا ہے، صرف روایت بغیر ان تینوں اقراروں کے نقل کرتے ہیں اور اس روایت کا غلط مطلب اپنی طرف سے بیان کرکے کہہ دیتے ہیں کہ تحریف ثابت ہوگئی۔ غلط مطلب بیان کرنے میں حائری صاحب اپنے علمائے سابقین سے بھی دو قدم آگے ہیں، چنانچہ انشاء اللہ تعالیٰ عنقریب واضح ہوگا۔

آغازِ مقصد

کسی شیعہ کی اب تک جرأت نہیں ہوئی کہ اہلسنّت کو معتقد تحریف قرآن کا کہنا بڑے بڑے بے انصاف مکابروں نے اس بات کا اقرار کیا کہ اہلسنّت کا ایمان قرآن شریف پر ایسا پختہ ہے کہ جو شخص قرآن مجید کو محرف کہے اہلسنّت اسکو کافر جانتے ہیں حتیٰ کہ شیعوں کے امام المناظرین مولوی حامد حسین استقصاء الافحام جلد اول کے صفحہ ۹ پر لکھتے ہیں:

"مصحف عثمانی کہ اہلسنّت آں را قرآن کامل اعتقاد کنند و معتقد نقصان آں را ناقص الایمان بلکہ خارج از اسلام پندارند۔"

مگر معلی القاب مجتہد پنجاب نے اپنے سابقین سے بھی دو قدم آگے بڑھ کر

سنیوں کو معتقدِ تحریفِ قرآن بیان کیا ہے گو اپنے اس دعوے کے ثبوت میں ایک لفظ بھی پورے رسالہ میں نہیں لکھ سکے۔

مولوی حامد حسین وغیرہ صرف اس بات کے مدعی ہوئے تھے کہ سنیوں کی کتابوں میں تحریف قرآن کی روایت موجود ہے گو یہ بہتان بھی کچھ کم نہ تھا، مگر حائری صاحب انھیں کی کورانہ تقلید پر قناعت کرتے تو بھی غنیمت تھا۔

بہرکیف جن لوگوں نے یہ بہتان اٹھایا تھا کہ سنیوں کے یہاں تحریف قرآن کی روایتیں موجود ہیں ان کو ہماری کتابوں سے عبارتوں کو نقل کرنے، منقولہ عبارتوں کے ترجمہ کرنے مطلب بیان کرنے میں طرح طرح کی خیانتیں کرنی پڑیں مگر افسوس کہ یہ خیانت کرنے پر بھی ان کا کام نہ بنا۔

اس موقعہ پر چند باتیں سب سے پہلے یاد رکھنے کی ہیں:

(۱) اہلسنت کی وہ روایتیں جن کو یہ دھوکہ دینے والے تحریف کی روایتیں کہتے ہیں وہ نسخ کی اور اختلاف قرأت کی روایتیں ہیں، جیساکہ علمائے اہسنت نے تصریح کی ہے، ایک عالم نے بھی ان روایات سے تحریف کو نہیں سمجھا اور نہ سمجھ سکتا ہے اور لطف یہ کہ مناظرہ کے مقام سے علٰحدہ اپنی جگہ پر بیٹھ کر خود[1] علمائے شیعہ نے اس

---

[1] چنانچہ علامہ طبرسی شیعی اپنی مشہور تفسیر مجمع البیان میں (اس تفسیر سے حائری صاحب نے اپنے اسی رسالہ موعظ تحریف میں استناد کیا ہے، بذیل آیہ کریمہ ما ننسخ من آیۃ لکھتے ہیں:

والنسخ فی القرآن علی ضروب منہا ان یرفع حکم الآیۃ وتلاوتہا کما روی عن ابی بکر انہ قال کنا نقرأ لا ترغبوا عن آبائکم فانہ کفر بکم ومنہا ان تنسخ

امر کا اقرار کیا ہے کہ یہ روایت نسخ کی ہیں نہ کہ تحریف کی، چنانچہ عنقریب ہم انشاء اللہ تعالیٰ ہر ہر روایات کو نقل کر کے یہ بات آنکھوں سے دکھا دیں گے، بخلاف اس کے شیعوں کی روایات صراحۃً تحریف قرآن کو بیان کر رہی ہیں کہ سوا تحریف کے

(مسلسل) الاٰیۃ فی الخط ویرفع حکمہا کقولہ وان فاتکم شیئ من ازواجکم الی الکفار فعاقبتم فھذہ ثابتۃ اللفظ فی الخط مرتفعۃ الحکم ومنھا ما یرتفع اللفظ ویثبت الحکم کاٰیۃ الرجم فقد قیل انھا کانت منزلۃ فرفع لفظھا وقد جاءت اخبار کثیرۃ بان اشیاء کانت فی القراٰن فنسخ تلاوتہا فمنھا ما روی عن ابی موسیٰ انھم کانوا یقرؤن لو کان لابن اٰدم وادیین من مال لا تبتغی لھما ثالثا ولا یملأ جوف ابن اٰدم الا التراب ویتوب اللہ علی من تاب ثم رفع وعن انس ان السبعین من الانصار والذین قتلوا ببئر معونۃ قراٰناً فیھم کتاباً بلغوا عنا قومنا انا لقینا ربنا فرضی عنا وارضانا ثم ان ذالک رفع (ترجمہ) نسخ قرآن میں کئی قسم کا ہوا ہے ازاں جملہ یہ کہ آیت کا حکم اور اس کی تلاوت دونوں منسوخ ہو جائیں چنانچہ ابوبکر سے منقول ہے کہ وہ کہتے ہیں ہم لا ترغبوا عن اٰباءکم فانہ کفر بکم پڑھا کرتے تھے اور ازاں جملہ یہ کہ آیت کی الفاظ کتابت باقی رہے مگر حکم منسوخ ہو جائے جیسے اللہ تعالیٰ کا قول وان فاتکم شیئ من ازواجکم الی الکفار فعاقبتم ہے، اس آیت کے الفاظ کتابت میں قائم ہیں مگر حکم منسوخ ہے اور ازاں جملہ یہ کہ آیت کی تلاوت منسوخ ہو جائے مگر حکم باقی رہے جیسے آیت رجم ہیں پس بہ تحقیق بیان کیا گیا ہے کہ آیت رجم نازل ہوئی تھی تلاوت اس کی منسوخ ہو گئی اور بہ تحقیق بہت سی روایتیں وارد ہوئی ہیں کہ کچھ آیتیں قرآن میں ایسی تھیں کہ جن کی تلاوت منسوخ ہو گئی، من جملہ ان کے ایک روایت وہ ہے جو ابو موسیٰ (باقی آگے)

نسخ یا اختلافِ[1] قرأت پر وہ کسی طرح محمول نہیں ہوسکتیں، چنانچہ خود علمائے شیعہ نے بھی اس کا اقرار کیا ہے اور وہ اقرار اوپر نقل ہوچکا۔

(حاشیہ مسلسل)... سے منقول ہے کہ لوگ لا ان لابن آدم وادیین من مال لاتبقی لھما ثالثا ولا یملا جوف ابن آدم الا التراب ویتوب اللہ علی من تاب کی تلاوت کرتے تھے پھر یہ منسوخ ہوگئی اور انس سے روایت ہے کہ ستر انصار جو بیر معونہ میں شہید ہوئے تھے ان کے متعلق ایک قرآن (یعنی کچھ آیتیں، قرآن پوری کتاب کا نام بھی ہے، اور بلحاظ لغت کے اس کے اجزا کو بھی قرآن کہتے ہیں) نازل ہوا یعنی بلغوا عنا قومنا انا لقینا ربنا فرضی عنا وارضانا پھر یہ منسوخ ہوگیا اس کے بعد صاحب مجمع البیان لکھتے ہیں کہ قد ذکرنا حقیقۃ النسخ عند المحققین یعنی نسخ کی جو حقیقت محققین کے نزدیک تھی وہ ہم نے بیان کردی، معلوم ہوا کہ تمام محققین شیعہ بھی نسخ کی تین قسمیں بیان کرتے ہیں اور جن روایات کو مولوی دلدار علی و مولوی حامد حسین وغیرہ اور ان کی تقلید کرکے حائری صاحب تحریف کی روایت بتلاتے ہیں محققین شیعہ بھی ان کو نسخ پر محمول کرتے ہیں۔ کہ تحریف پر، تحریف کی روایتیں تو وہ ہیں جو کتب شیعہ کے ساتھ مخصوص ہیں سوا شیعوں کے کلمہ گویان اسلام میں سے کسی فرقہ کی کتابوں میں ان کا نام و نشان نہیں مل سکتا ہے، (ذرا ان لوگوں کی غیرت و دلیری) تو دیکھئے، اپنے گھر کی تحقیقات سے بھی آنکھیں بند کرکے کس طرح انھوں نے متفق علیہ روایات نسخ کو تحریف کی روایات کہہ دیا، حائری صاحب نے اپنے رسالہ میں یہی سب روایتیں ذکر کی ہیں جیسا کہ آئندہ ہم دکھائیں گے اور جہاں کہیں اپنی طرف سے اضافہ کیا ہے وہ اور بھی لطیف ہے، کما سیجئ انشاء اللہ تعالیٰ ۱۲۔

[1] کیونکہ روایات شیعہ میں صراحۃً یہ مضامین ہیں کہ قرآن منافقوں نے جمع کیا، منافقوں نے اس میں سے بہت کچھ نکال ڈالا جس کے نکل جانے سے موجودہ آیتیں خبط بے ربط ہوگئیں، منافقوں نے اپنے کفر کی تائید میں قابل نفرت و خلاف فصاحت مضامین اس میں بڑھا دیئے جو باتیں خدا نے نہ فرمائی تھیں وہ قرآن میں درج کردیں (باقی اگلے صفحہ پر)

(۲) اہلسنت کی یہ روایتیں اخبار احاد ہیں متواتر نہیں ہیں بلکہ ان روایات میں سے اکثر کے صحیح ہونے میں بھی کلام[1] ہے۔ لہٰذا بالفرض محال اگر یہ روایتیں تحریف پر دلالت بھی کریں تو بھی اہلسنت کے نزدیک قابل اعتبار نہ ہوں کیونکہ قرآن شریف متواتر ہے

(بقیہ حاشیہ) نبی کی توہین قرآن میں بڑھادی منافقوں کے نام بدل دیئے۔ تقیہ روکتا ہے کہ تحریف کئے ہوئے مقامات معین کئے جائیں اگر قرآن میں کمی بیشی نہ ہوگئی ہوتی تو ائمہ معصومین کا حق کسی پر مخفی نہ رہتا ان تمام مضامین کی روایتیں بطور نمونہ کے کتب شیعہ سے صفحات گزشتہ میں نقل ہوچکیں اور اختلاف قرأت پر روایات شیعہ کے محمول ہوسکنے کی وجہ تو اس کے علاوہ یہ بھی ہے کہ جس طرح اہلسنت قائل ہیں کہ قرآن سات قرأتوں کے ساتھ نازل ہوا ہے شیعہ اس کے قائل نہیں ہیں۔ اصول کافی مطبوعہ لکھنؤ صفحہ ۶۷۰ میں امام باقر علیہ السلام سے منقول ہے ان القرآن واحد نزل من عند واحد ولکن الاختلاف یجیئ من قبل الرواۃ۔ یعنی قرآن ایک ہے، اور ایک ہی کے پاس سے نازل ہوا ہے لیکن اختلاف راویوں کی طرف سے پیدا ہوگیا۔ ونیز اصول کافی کے اسی صفحہ میں روایت ہے عن الفضیل بن یسار قال قلت لابی عبد اللہ علیہ السلام ان الناس یقولون ان القرآن نزل علی سبعۃ احرف فقال کذبوا اعداء اللہ ولکنہ نزل علی حرف واحد من عند الواحد۔ یعنی فضیل بن یسار کہتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہا کہ لوگ کہتے ہیں کہ قرآن سات قرأتوں پر نازل ہوا ہے تو امام نے فرمایا کہ وہ دشمنان خدا جھوٹ بولتے ہیں بلکہ قرآن صرف ایک قرأت پر نازل ہوا ہے اور ایک کے پاس سے نازل ہوا ہے ۱۲

[1] چنانچہ علامہ جلال الدین سیوطی نے اتقان کی اسی نوع ۴۷ میں صفحہ ۲۶ جزء دوم میں لکھا ہے تنبیہ حکی القاضی ابوبکر فی الانتصار عن قوم انکا ھذا الضرب لان الاخبار فیہ اخبار احاد ولا یجوز القطع علی انزال القرآن ونسخہ باخبار احاد لا حجۃ فیہا (ترجمہ) آگاہ کرنے کی ایک بات ہے (باقی اگلے صفحہ پر)

اور غیر متواتر شے متواتر کا مقابلہ نہیں کر سکتی اور نہ بنیادِ اعتقاد بن سکتی ہے بخلاف اس کے شیعوں کی روایاتِ تحریف متواتر ہیں، ان کے متواتر ہونے کا اور زائد از دو ہزار ہونے کا علمائے شیعہ نے اقرار کیا ہے جیساکہ اوپر منقول ہوا۔

(۳) اہلسنت کے یہاں تحریفِ قرآن کا ناممکن و محال ہونا قرآن[ل] اور متواتر حدیثوں اور

(مسلسل) کہ قاضی ابوبکر نے اپنی کتاب انتصار میں علما کی ایک جماعت سے نسخ کی اس قسم خاص کا انکار نقل کیا ہے کیونکہ روایتیں اس بارہ میں خبر احاد ہیں اور جائز نہیں ہے یقین کرنا قرآن کے نازل ہونے پھر منسوخ ہو جانے کا اخبار احاد کی بنیاد پر جو کسی طرح سند نہیں ہو سکتیں اور ان روایات میں سے اکثر کے صحیح ہونے میں کلام اس وجہ سے بھی ہے کہ سوا دو ایک روایت کے اکثر روایات کی پوری سند نہیں ملتی یا سند میں راوی مجہول و شیعہ ہے اور قرآن شریف کے متعلق شیعوں کی روایت ہرگز مقبول نہیں ہو سکتی ۱۲۔

ل قرآن شریف میں کئی آیتیں ہیں جن سے تحریف کا محال ہونا ثابت ہوتا ہے ازاں جملہ ایک آیت یہ بھی ہے انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون یعنی بہ تحقیق ہم نے نازل کیا ہے اس نصیحت کو اور بہ تحقیق ہم اس کی حفاظت کرنے والے ہیں، ظاہر ہے جب خدا نے اس کی حفاظت کا وعدہ کیا تو اس میں کسی قسم کی تحریف نہیں ہو سکتی نہ کمی بیشی نہ تغیر و تبدل نہ خرابیٔ ترتیب، اسی طرح کئی آیتیں صاف و صریح قرآن میں ہیں اور کچھ آیتیں وہ ہیں جو التزاماً قرآن شریف کے محفوظ غیر محرف ہونے پر دلالت کرتی ہیں، مثلاً آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ختم نبوت کی آیت ظاہر ہے جب ختم نبوت ہو چکی اور قرآن شریف آخری کتاب ٹھہری اور اگر وہ محرف ہو جائے تو حجتِ خدا بندوں پر کس طرح قائم ہوگی، متواتر حدیثوں کا بھی ایک بڑا ذخیرہ ہے جو قرآن شریف کے محفوظ و غیر محرف ہونے پر صراحۃً دلالت کرتا ہے، مثلاً آنحضرتؐ کا یہ فرمانا کہ قرآن کو پانی نہیں دھو سکتا، حوادثِ دہر اس کو فنا نہیں کر سکتے اور مثلاً یہ کہ قیامت تک میرا دین باقی رہے گا وغیرہ (باقی اگلے صفحہ پر)

اجماع متواتر سے ثابت ہے لہٰذا بالفرض کفرض شریک الباری اگر کوئی روایت تحریف قرآن کی کتب اہلسنت میں معاذ اللہ موجود بھی ہوتی تو قطعاً واجب الرد ہوتی، بخلاف اس کے کہ شیعوں کے یہاں تحریف قرآن کا ناممکن ہونا نہ قرآن[1] سے ثابت ہے نہ متواتر

(حاشیہ صفحہ گزشتہ)... اجماع متواتر اگر کسی کو دیکھنا ہو تو آیہ انا لہ لحافظون کی تفسیریں جو اہلسنت نے لکھی ہیں، دیکھئے دلائل عقلیہ اگر کسی کو مطلوب ہوں تو وہ سید البشر امام الرسل صلے اللہ علیہ وسلم کے اس اہتمام کو دیکھے جو آپ نے حفاظت قرآن کے لئے کیا، اس اہتمام کو دیکھ کر ایک غیر مسلم بھی کہہ اٹھتا ہے کہ بے شک ایک ایسے صاحب الرائے انسان کامل مدبر اعظم کے اس خرق العوق اہتمام کے بعد قرآن کا محرف ہو جانا عند العقل محال عادی ضرور ہے قرآن شریف میں تحریف کے محال ہونے کو انجم کے مناظرہ حصہ دوم میں جو ۱۳۳۲ھ میں شائع ہوا تھا بڑے پیمانے کے پورے بیس صفحوں میں ہم بیان کر چکے ہیں جس میں عقلی و نقلی ہر قسم کے دلائل اپنی بضاعت کے مطابق جمع کر دیئے ہیں اور وہ بھی اچھی طرح دکھلا دیا ہے کہ قرآن کریم کی جس قدر خدمات حق تعالیٰ کو مطلوب تھیں وہ سب شروع سے اس وقت تک اہلسنت و بزرگان اہلسنت سے لیں اور لے رہا ہے کسی ایرے غیرے پچکلیاں کو خدا نے ان خدمات میں شریک نہیں کیا سچ ہے یدخل من یشاء فی رحمتہ جس کو اس مبحث کے دیکھنے کا شوق ہو وہ مناظرہ حصہ دوم کو دیکھے دایم اللہ فیہ نفع لا دام اولی الالباب وشفآ للاسقام والاوصاب ۱۲۔

[1] شیعوں کے نزدیک قرآن میں کوئی آیت ایسی نہیں ہے جس میں خدا نے قرآن کی حفاظت کا وعدہ کیا ہو آیہ انا لہ لحافظون میں وہ کہتے ہیں کہ ذکر سے رسول کی ذات مراد ہے اور انھیں کی حفاظت کا وعدہ ہے کہ کوئی کافر ان کو قتل نہ کر سکے گا۔ چنانچہ حائری صاحب بھی موعظۂ تحریف قرآن میں یہی لکھ رہے ہیں، دیکھو رسالۂ مذکورہ صفحہ ۴۶ ۔ ۱۲

وغیر متواتر کسی قسم کی حدیث سے نہ ان کے اجماع سے، بلکہ تحریف قرآن کا وقوع[1] ان کے نزدیک قرآن سے اور متواتر وغیر متواتر احادیث سے اور ان کے اجماع سے ثابت ہے لہٰذا بالفرض اگر کوئی روایت عدم تحریف قرآن کی ان کے کتب میں موجود بھی ہوتی تو قطعاً واجب الرّد ہوتی۔

(۴) اہلسنت کی جن روایتوں کو یہ فریب دینے والے تحریف کی روائتیں کہتے ہیں ان روایتوں میں رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کا قول نہیں بیان کیا گیا اور اہلسنت کے مذہب میں سوا رسول کے اور کوئی معصوم نہیں، لہٰذا یہ روائتیں بالفرض کفرض اجتماع النقیضین تحریف قرآن پر دلالت بھی کرتیں اور بالفرض متواتر بھی ہوتیں تو بھی لائق اعتبار نہ ہوتیں کیونکہ غیر معصوم سے غلط فہمی سہو و نسیان و خطائے اجتہادی وغیر اجتہادی ہر طرح کی ممکن ہے اس لئے غیر معصوم کا قول و فعل بالاتفاق حجت نہیں اس پر اعتقاد تو بڑی چیز ہے عمل کی بنیاد رکھنا بھی حرام ہے بخلاف اس کے شیعوں کی روایات تحریف میں ائمہ معصومین کے اقوال ہیں جو ان کے زعم باطل میں مثل پیغمبر کے معصوم و واجب الاطاعت ہیں۔

(۵) اہلسنت تحریف قرآن کے معتقد نہیں ہیں بلکہ معتقد تحریف کو قطعی کافر جانتے ہیں، لہٰذا بالفرض کفرض المحالات ہزاروں روائتیں بھی تحریف کی ہوتیں تو یہ نہ کہا جاتا کہ ان کے مذہب کی رُو سے قرآن محرف ہے، بخلاف اس کے شیعہ تحریف قرآن

---

[1] چنانچہ چند روایات کتب شیعہ سے سابقاً ہم نقل کر چکے ہیں اور ان کے متواتر ہونے کی تصریح بھی ان کے علما کی زبان سے بیان ہو چکی ہے اور زیادہ دیکھنا ہو تو کتاب احتجاج طبرسی صفحہ ۱۱۹ سے ۱۳۲ تک دیکھو ۱۲۔

کے معتقد ہیں، معتقدین تحریف کو کافر کہنا کجا ان کو اپنا پیشوا مانتے ہیں لہٰذا یہ کہنا درست ہے کہ ان کے مذہب کی رُو سے قرآن محرف ہے۔

ان پانچ باتوں کے سمجھ لینے کے بعد جو نہایت پختہ اور اصولی باتیں ہیں کوئی بیوقوف بھی کسی کے فریب میں نہیں آسکتا اور اچھی طرح معلوم کر سکتا ہے کہ بحث تحریف میں شیعوں کو معارضہ بالمثل کی ہوس کا ذلت و رسوائی کے اور کچھ نتیجہ نہیں دے سکتی، سچ ہے۔ ع

ملال آورد آرزوئے محال

حائری صاحب کی پیش کردہ روایات کی حقیقت

اب ہم حائری صاحب کی پیش کردہ روایات کی حقیقت اور حائری صاحب کے استدلال کی لطافت اور ان کے علم و دیانت کی حالت ظاہر کرتے ہیں اور اس حقیقت کو چند نمبروں پر تقسیم کرتے ہیں؛

نمبر اوّل

• حائری صاحب کو معلوم تھا کہ اہلسنت کی جو روایتیں ہیں (یہ میں تحریف کی روایات کہہ کر پیش کر رہا ہوں) وہ نسخ کی ہیں لہٰذا آپ نے دام افتادوں اور جاہلوں کو مغالطہ دینے کے لئے نسخ کے معنی اپنی طرف سے گڑھ کر یہ بیان کر دیئے کہ "تنسیخ کے معنی ہیں

دوسرے حکم سے پہلے کا حکم زائل اور باطل ہونا" انتہی بلفظہ رسالہ تحریف صفحہ ۱۵
دوسرا زبردست مغالطہ آپ نے یہ دیا کہ صفحہ ۱۵ میں یہ لکھ کر کہ نسخ کے لئے اہلسنت کے
یہاں سات شرطیں ہیں پھر سات شرطیں نواب صدیق حسن خاں صاحب مرحوم
کی کتاب افادۃ الشیوخ سے نقل کر کے صفحہ ۱۶ میں لکھتے ہیں ۔ بس یاد رکھنا چاہیئے
کہ اہلسنت کے یہاں ان سات شرطوں کے ساتھ کسی آیت میں نسخ وارد ہو سکتا ہے
ان کے سوا بنابر روایات اہلسنت اگر کسی آیت میں لفظی معنوی یا اعرابی تغیر ہوا ہو تو
وہ تنسیخ نہیں بلکہ یقیناً تحریف ہے، بعض سنیوں نے جان چھڑانے کے لئے یہ روّیہ اختیار
کر رکھا ہے کہ ان کی مذہبی کتابوں سے جب انہیں تحریف ہونا دکھایا جاتا ہے ، تو وہ
جھٹ کہہ دیا کرتے ہیں کہ تحریف نہیں تنسیخ ہے' اسی لئے فوراً اسی وقت اس سے
یہ مطالبہ کیا جانا چاہیئے کہ وہ اپنی ان سات مسلمہ شرطوں کے ساتھ تنسیخ کو ثابت کرے
ورنہ ان کی ان سات مسلمہ شرطوں کے خلاف تحریف کو تنسیخ کہہ کر ٹال دینے کا
ان کو کوئی حق حاصل نہیں ہو سکتا اور ایسی صورت میں جب کہ وہ مسلمہ سات شرطوں کے
مطابق تنسیخ ثابت نہ کر سکے گا تو لازماً اس کو تحریف کا قائل ہونا پڑے گا تفسیر اتقان
مطبوعہ مصر نوع ،۴۷ صفحہ ۲۴ سطر ۲ میں علامہ امام سیوطی نے تنسیخ کے متعلق
ابن حصار کا قول بڑی وضاحت سے لکھا ہے ان ما یرجع فی النسخ الی نقل صریح عن
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم او عن صحابی یقول ایۃ انتہی بلفظہ یعنی اس کے
سوا نہیں کہ نسخ قبول کرنے کے لئے رجوع کیا جائے گا ایسی صریح حدیث کی طرف جو
پیغمبر صلعم سے منقول یا ثقہ صحابی سے جس پر ناسخ آیت موجود ہو۔ انتہی بلفظہ۔

اے اہلِ انصاف! دیکھو، یہ شیعوں کے قبلہ وکعبہ اور مجتہد پنجاب ہیں جو ایسی

معمولی معمولی باتوں میں ایسے زبردست مغالطے مخلوقِ خدا کو دیتے ہیں اور اس پر القاب یہ کہ سرکار شریعت مدار ہیں سلطان المحدثین ہیں صدر المفسرین ہیں۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

اچھا اب دونوں مغالطوں کی حقیقت سنئے۔ مفسرین نے نسخ کی تین قسمیں بیان کی ہیں: اوّل: نسخ تلاوت فقط، دوم: نسخ حکم فقط سوم، نسخ تلاوت وحکم معًا چنانچہ اتقان مطبوعہ مصر جز دوم صفحہ ۲ میں ہے: النسخ فی القرآن علی ثلثۃ اضرب احدھا مانسخ تلاوتہ وحکمہ یعنی نسخ قرآن شریف میں تین قسم کا ہوا ہے، ایک وہ کہ تلاوت وحکم دونوں منسوخ ہوں، پھر آگے چل کر لکھتے ہیں.... : الضرب الثانی مانسخ حکمہ دون تلاوتہ وھذا الضرب ھو الذی فیہ الکتب المؤلفۃ۔ دوسری قسم نسخ کی یہ ہے کہ صرف حکم منسوخ ہوا ہو تلاوت منسوخ نہیں ہوئی اور یہی وہ قسم ہے جس میں بہت سی کتابیں لکھی گئیں پھر اسی قسم خاص کے متعلق ابن حصار کا وہ قول نقل کیا ہے، جس کو حائری صاحب نے مطلق نسخ کے متعلق ظاہر کیا اور اسی قسم خاص کے متعلق وہ سات شرائط بھی ہیں جو حائری صاحب نے افادۃ الشیوخ سے نقل کی ہیں پھر اس کے بعد اتقان میں ہے الضرب الثالث مانسخ تلاوتہ دون حکمہ یعنی تیسری قسم نسخ کی یہ ہے کہ صرف تلاوت منسوخ ہوئی حکم منسوخ نہ ہوا، اور دوسرے مفسرین نے مثل صاحب معالم التنزیل وتفسیر کبیر وغیرہ کے بھی نسخ کی تین قسمیں بیان کی ہیں اور لطف یہ ہے کہ علمائے شیعہ نے بھی نسخ کی ان تین قسموں کو قبول کر لیا ہے۔

پس جب نسخ کی تین قسمیں ہیں تو حائری صاحب کا نسخ کو صرف ایک

قسم میں منحصر کر دینا اور نسخ کی تعریف میں حکم کی قید لگانا اور کہنا کہ "نسخ" کے معنی ہیں دوسرے حکم سے پہلے حکم کا زائل اور باطل ہونا"۔ کیسا زبردست مغالطہ ہے یہ تعریف اگر ہوسکتی ہے تو نسخ کی قسم دوم یعنی نسخ حکم کی، نہ کہ مطلق نسخ کی، نیز جب یہ معلوم ہو چکا کہ حائری صاحب نے جس قدر شرائط نسخ کے افادۃ الشیوخ یا اتقان سے نقل کئے ہیں وہ نسخ کی ایک خاص قسم یعنی قسم دوم سے تعلق رکھتی ہیں تو حائری صاحب کا یہ کہنا کہ بغیر ان شرائط کے نسخ کا ثبوت ہو ہی نہیں سکتا اور جب نسخ نہ ثابت ہوا تو تحریف ماننا پڑے گی، کیسا کھلا ہوا فریب ہے (اعاذنا اللہ منہ) اجی حضرت! نسخ کی ایک قسم خاص ثابت نہ ہوئی تو دوسری قسم یعنی نسخ تلاوت تو ثابت ہو گئی۔

حائری صاحب کی مذکورہ بالا عبارت کو دیکھ کر ہر شخص نے سمجھ لیا ہوگا، کہ حائری صاحب جن روایاتِ اہلسنت کو تحریفِ قرآن کی روایت کہہ کر پیش کریں گے، نہ ان میں تحریف کا ذکر ہے، نہ علمائے اہلسنت ان روایات سے تحریف کا مضمون سمجھتے ہیں، بلکہ حائری صاحب ان روایات سے اس طرح کھینچ تان کر تحریف ثابت کریں گے کہ وہ روایات نسخ پر محمول نہیں ہوسکتیں، لہذا تحریف کا قائل ہونا پڑے گا، اگر نسخ پر محمول نہ ہوسکنے کی یہ وجہ آپ نے تراشی کہ نسخ کی صرف ایک قسم ہے یعنی نسخ حکم اور اس کے لئے سات شرطیں ہیں، وہ شرطیں ان روایات میں نہیں پائی جاتیں۔

پس جب کہ ہم حائری صاحب کی اس خود تراشیدہ وجہ کا فریب خالص ہونا ظاہر کر چکے اور دکھلا چکے کہ یہ خود تراشیدہ خود مذہب شیعہ کے بھی خلاف ہے علمائے شیعہ نے بھی نسخ کی تین قسمیں بیان کی ہیں تو اب کوئی حاجت حائری صاحب کی

پیش کردہ روایات سے بحث کرنے کی باقی نہ رہی مگر چونکہ ہم کو حائری صاحب کی علمیت اور دیانت کا نمونہ کچھ اور بھی دکھانا ہے اس لئے ان روایات سے آئندہ بحث کی جائے گی۔

حائری صاحب کی مذکورہ بالا عبارت میں ابھی بہت سے لطائف باقی ہیں لہٰذا ان کو بھی مختصراً ملاحظہ کیجئے کیونکہ یہی عبارت آپ کے تمام استدلالات کی سنگِ بنیاد ہے۔ قولہ اہلسنت کے یہاں ان سات شرطوں کے ساتھ الخ بالکل غلط اور محض فریب، یہ شرائط صرف نسخ حکم کی ہیں نہ کہ نسخ تلاوت کی اور وہ روایتیں جو آپ پیش کریں گے، نسخ تلاوت سے تعلق رکھتی ہیں نہ نسخ حکم سے، لہٰذا ان میں ان شرائط کی ضرورت نہیں۔

قولہ بعض سنیوں نے جان چھڑانے کے لئے الخ یہ آپ کی علم سے بے خبری یا دیدہ و دانستہ دروغ بافی ہے، سنیوں نے جان چھڑانے کے لئے ان روایات کو نسخ پر محمول نہیں کیا بلکہ آپ اور آپ کے اکابر اپنی جان چھڑانے کے لئے ان روایات سے کھینچ تان کر تحریف ثابت کرنا چاہتے ہیں مگر سوائے ناکامی کے آپ لوگوں کے حصہ میں کچھ نہیں آتا، تحریف کا استنباط ان روایات سے کسی طرح ہو نہیں سکتا نہ کسی شیعہ نے ان روایات کو تحریف کے ثبوت میں پیش کیا تھا، بلکہ علمائے شیعہ بھی ان روایات کو نسخ ہی پر محمول کرتے چلے آتے تھے یہ بے حیائی اور بے انصافی تو اب چند روز سے شروع ہوئی ہے غالباً مولوی دلدار علی و مرزا محمد کاشمیری پہلے شخص ہیں جنھوں نے تحفۂ اثناعشریہ کے جواب میں مبہوت ہوکر یہ بانگ بے ہنگام اٹھائی کہ سنیوں کی روایات سے بھی تحریف قرآن ثابت ہے، لہٰذا امام فخر الدین رازی صاحبِ تفسیر کبیر

امام بغوی صاحب معالم التنزیل ابو عبد اللہ حاکم مصنف مستدرک حافظ الحدیث علامہ ابن عبد البر مصنف تمہید علامہ سیوطی مصنف اتقان وغیرہ وغیرہ جو اپنی کتب نامبردہ وغیرہ میں ان روایات کو نسخ پر محمول ہونا بیان کر گئے اس کو ان چھپانا کس طرح کہا جا سکتا ہے جب کہ اس بہتان کے ایجاد کرنے والے مولوی دلدار علی وغیرہ ان علمائے کرام کے صدیوں بعد پیدا ہوئے۔

قولہ، جھٹ کہدیا کرتے ہیں کہ یہ تحریف نہیں تنسیخ ہے الخ۔ جھٹ کہہ دینا چہ معنی ؟ اصلی اور حقیقی بات یہی ہے کہ اہلِ سنت کی کسی روایت میں تحریفِ قرآن کا نام و نشان نہیں ہے، نسخ کا البتہ ذکر ہے چنانچہ عنقریب ہم روایاتِ اہلِ سنت منقولہ حائری صاحب کے لفظ سے دکھا دیں گے کہ ان روایات سے تحریف کا مضمون کھینچ تان کر بھی کوئی شخص نہیں نکال سکتا۔

تمام دُنیا کے شیعہ مجتہدین مل کر ایک بھی روایت تحریفِ قرآن کی اہلسنت کی کسی معتبر کتاب میں دکھلا دیں تو میں ان کو جو انعام مانگیں دینے کے لئے تیار ہوں۔

قولہ، اسی وقت فوراً اس سے یہ مطالبہ کیا جانا چاہیئے کہ وہ اپنی ان مسلمہ سات شرطوں الخ ـــ کوئی ایسا ہی جاہل، بے عقل ہوگا جو نسخ حکم کی شرائط کا مطالبہ نسخ تلاوت کے مدعی سے کرے گا۔

قولہ، لازماً اس کو تحریفِ قرآن کا قائل ہونا پڑے گا الخ ـــ جناب حائری صاحب! ملال آور دآرزوئے محال، اہلسنت کے کسی جاہل سے جاہل کو بھی تحریف قرآن

کا قائل بنا لینا ابلیس کی طاقت سے بھی باہر ہے، قرآن شریف کی حقانیت و محفوظیت کا عقیدہ ہمارے دلوں میں اور دلوں کے رگ و ریشہ میں ایسا سرایت کر گیا ہے کہ انشاء اللہ نکل نہیں سکتا۔

قول، یا ثقہ صحابی سے منقول ہو الخ۔ جناب حائری صاحب سے یہ فوراً مطالبہ کیا جانا چاہیئے کہ آپ نے ثقہ کی قید صحابی کے ساتھ اپنی طرف سے کیوں لگائی؟ علامہ سیوطی کی عبارت جس کا آپ ترجمہ کر رہے ہیں اس میں تو کوئی لفظ نہیں جس کا ترجمہ ثقہ ہو اور لطف یہ کہ اصل عبارت بھی آپ نے نقل کر دی ہے۔ در حقیقت یہ آپ ہی کا حصہ ہے، چہ دلاورست وزدے کہ بکف چراغ دارد، ایک سنی کی عبارت کے ترجمہ میں صحابی میں ثقہ غیر ثقہ کی تشقیق پیدا کرنا یقیناً سخت خیانت ہے لیکن اس قسم کی خیانتیں ترجمہ میں بیان مطلب میں کتابوں کے حوالہ میں آپ کے اس رسالہ میں بکثرت ہیں، کیوں نہ ہو آخر آپ مجتہد بھی ہیں۔

نمبر دوم

نسخ کے معنی اور اس کے شرائط اپنی طرف سے تصنیف کر چکنے کے بعد درمیان میں کچھ اور فضولیات زیب رقم فرما کر جناب حائری صاحب مبحث تحریف کو شروع کرتے ہیں اور فرماتے ہیں:

> اہلسنت کا قرآن ناقص ہے، فرمایا صاحبانِ اہلسنت و جماعت نے عام طور پر یہ مشہور کر رکھا ہے کہ شیعوں کا قرآن ناقص ہے یہ محض غلط بہتان اور افترا ہے صرف دھوکا دینے کی غرض سے یہ لوگ ایسا

کہدیا کرتے ہیں، سنو! شیعوں کا بھی قرآن کامل ہے جس کا ثبوت میرے ذمہ ہے! ابھی ابھی میں اپنے اس دعوے کا مدلل ثبوت آپکے سامنے پیش کروں گا، مگر علمائے شما بلقائے شما کے تقضا سے پہلے ان کا اعتراض انہیں کی مسلمہ کتب سے انہیں پر پیش کرتا ہوں تاکہ گریجویٹ اور محققین میں تعلیم یافتہ طبقہ اچھی طرح سمجھ جائے کہ ایسے لوگوں کو دوسروں پر اعتراض کرنے کا سبب اور کیا ہو سکتا ہے سوا اس کے کہ تعصب کی عینک آنکھوں پر لگی ہوئی ہے، جس سے دور کا تنکا تو بآسانی نظر آجاتا ہے لیکن قریب کا شہتیر بھی نہیں دکھائی دیتا۔ اپنی مذہبی روایات سے ناواقف ہو کر خواہ مخواہ دوسروں کو چھیڑ چھاڑ کر طعن کرنے کا یہ نتیجہ ہوا کرتا ہے کہ طاعن کے مذہب کا بخیہ اُدھیڑ کر تمام پرزے سامنے رکھ دئیے جاتے ہیں جس پر وہ طاعن حسرت و افسوس کے ہاتھ ملتا رہ جاتا ہے۔

تفسیر اتقان مطبوعہ مطبع مصر صفحہ ۵ سطر ۲ میں، امام جلال الدین سیوطی نے لکھا ہے قال ابو عبید ثنا اسمٰعیل بن ابراھیم عن ایوب عن نافع عن ابن عمر قال لیقولن احدکم قد اخذت القرآن کلہ وما یدریہ ما کلہ قد ذھب منہ قرآن کثیر۔ انتہی بلفظہ یعنی ابن عمر نے[1]

---

[1] اس ترجمہ میں کئی غلطیاں ہیں چنانچہ ہم نے ان پرلشان ہندسہ لگا دیا ہے ہمارے جواب میں اسکی توضیح ہوگی ۱۲

مروی ہے کہ تم میں سے کوئی شخص بھی یہ نہیں دعویٰ کر سکتا کہ اس نے پورا اور مکمل قرآن تمسک کیا ہے اور اس کو کیوں کر معلوم ہو سکتا ہے کہ مکمل اور پورا قرآن کیا ہے؟ کیونکہ اس قرآن کا بہت سا حصہ اس میں سے نکل گیا ہے، فرمایا کیوں صاحب فرمائیے، اب کس کا قرآن ناقص ہوا، شیعوں کا یا سنیوں کا، خلیفہ زادہ حضرت ابن عمر سنی تھا یا شیعہ، اس نے تو ببانگِ دہل یہ کھول کر کہدیا ہے کہ ایک نفر بھی تم میں سے اس امر کا دعویٰ نہیں کر سکتا کہ اس نے پورے اور مکمل قرآن کا تمسک کیا کیونکہ سنیوں کے خلیفہ زادہ کے قول سے تو یہ قرآن ناقص ہے، پھر ناقص قرآن کا ماننے اور تمسک کرنے والا سنیوں کا گروہ کامل قرآن کے ماننے والے شیعوں پر طعن کرنے کا کیا حق رکھتا ہے۔

جناب حائری صاحب کی پوری عبارت بلفظہٖ ختم ہو گئی، اب جواب ملاحظہ ہو!

الجواب بعون الملک الوہاب

میں پہلے لکھ چکا ہوں کہ جناب حائری صاحب نے جو کچھ اس رسالہ میں لکھا ہے کہ ایک چیز بھی ان کی قوت علمی یا تتبع کا نتیجہ نہیں، سوا چند لطائف کے جو ان کے مجتہد اور سرکار شریعت مدار ہونے کی سند ہیں، چنانچہ یہ روایت مرزا محمد صاحب کشمیری نزہہ میں اور مولوی دلدار علی صاحب مجتہد اعظم شیعہ "صوارم" میں،

پیش کر چکے تھے اور اس کا جواب باصواب مولانا سیف الدین بن اسد اللہ ملتانی تنبیہ السفیہ میں جیسا کہ چاہیئے دے چکے تھے، پھر شیعوں کے امام عالی مقام مولوی حامد حسین نے اسی روایت کو استقصاء الافحام میں پیش کیا جس کا زلزلہ فگن جواب اس حقیر نے آج سے اُنیس[1] سال پہلے النجم مورخہ ۷ رصفر ۱۳۲۳ھ میں دیا تھا جس کے رد کرنے کی اس وقت تک کسی شیعہ کو ہمت نہیں ہوئی اسی روایت کو پھر پیش کر رہے ہیں اور ان جوابات کا نام تک نہیں لیتے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے آپ کی تازہ بتازہ، نو بہ نو تحقیقات ہے۔ سبحان اللہ! لہٰذا میں اس وقت بجائے اس کے کہ نئی عبارت میں جواب دوں، اپنے اسی پرانے اُنیس برس کے چھپے ہوئے جواب کو مع عبارت استقصاء الافحام کے نقل کئے دیتا ہوں، اس سے یہ بات بھی معلوم ہو جائے گی کہ جناب حائری صاحب استقصاء کی خوشہ چینی بھی نہ کر سکے:

(نقل عبارت النجم مورخہ ۲۸ محرم و ۷ صفر ۱۳۲۳ھ)

جناب مولانا موصوف یعنی مولوی حامد حسین (استقصاء الافحام کے) مبحث تحریف کے آغاز میں فرماتے ہیں:

بعض روایات ناصہ بر وقوع نقصان	بعض وہ روایتیں جو قرآن میں نقصان
و حذف و اسقاط و تبدیل و تحریف در قرآن	اور حذف و اسقاط و تبدیل و تحریف کے
در ایں جا نقل نمودہ می شود تنبیہا	واقع ہو جانے پر نص صریح ہیں اس جگہ

---

[1] تنبیہ الحائرین ۱۳۴۱ھ میں لکھی گئی اور اس سے اُنیس سال قبل ۱۳۲۳ھ میں جواب دیا گیا تھا۔

مانی الدر المنثور للسیوطی خرج
ابو عبید و ابن الضریس و ابن الانباری
فی المصاحف عن ابن عمر قال لا یقولن
احدکم قد اخذت القرآن کلہ ما یدریہ
ما کلہ قد ذہب منہ قرآن کثیر ولکن
یقل قد اخذت ما ظہر منہ انتہی
تحیر است کہ جناب ابن عمر قائل
وقوع نقصان در قرآن باشند
ومردم را از راہ شفقت و نصیحت
از دعائے باطل اخذ تمام قرآن
منع نمایند و تصریح فرمایند کہ بسیارے
از قرآن دستخوش نقصان گردیدہ کسے
زبان ایشان بگیرد و دست رد بر سینۂ
ایشان نگزارد و اگر بیچارہ شیعے
بمقتضائے احادیث کثیرہ اہل بیت
طاہرین مصرح بوقوع نقصان
در قرآن حرف تحریف و نقصان
بر زبان آرد ہدف سہام طعن و
ملام و مایہ استہزاء و تشنیع گرداند

لکھی جاتی ہیں منجملہ ان روایتوں کے
ایک وہ روایت ہے جو سیوطی
کے در منثور میں ہے کہ ابو عبید
اور ابن ضریس اور ابن انباری
نے مصاحف میں حضرت ابن عمر
سے روایت کی ہے کہ انھوں نے
فرمایا کہ کوئی شخص تم میں سے یہ
نہ کہے کہ میں نے پورا قرآن یاد کر لیا
ہے وہ نہیں جانتا کہ کل قرآن
کس قدر تھا بہت سا قرآن جاتا
رہا ہے بلکہ یہ کہے کہ جس قدر قرآن
موجود ہے اسے میں نے یاد کیا ہے
انتہی۔ حیرت ہے کہ جناب ابن عمر
قرآن میں کمی کے قائل ہوں، اور
لوگوں کو از راہ شفقت و نصیحت
پورے قرآن کے حفظ کر لینے کے جھوٹے
دعوی سے منع کریں اور تصریح فرمائیں
کہ بہت سا قرآن کم ہو گیا ہے اور
کوئی ان کی زبان نہ پکڑے اور ان کے

هٰذا الشيئ عجاب فاعتبروا يا اولى
الالباب واما تاويل افادهٔ ابن عمر ايں كه
غرض جنابش از فقرهٔ قد ذهب منه قرآن كثير
ايں است كه آنچه منسوخ التلاوة بوده
ازاں رفته است مضحكه بيش نيست
زيراكه هر قدر كه منسوخ التلاوة شد از
حقيقت قرآن وماهيت آں خارج گرديد
آں را قرآن دانستن معنائے ندارد بلكه
كتابت آں هم در قرآن جائز نيست
وبنا بر ايں ادعائے اخذ تمام قرآن صحيح
باشد ومنع ازاں ممنوع وقطعاً غير جائز
پس گو ايں تاويل دافع ثبوت نقصان
قرآن باشد ليكن نقصان عقل وخفت
رائے جناب ابن عمر كه بجهت ذهاب
منسوخ التلاوة از ادعائے اخذ تمام قرآن
منع فرمودند ثابت مى نمايد وابواب
طعن وملام را بروئے جنابش مى كشايد
ولعل صيانة القرآن عن النقصان
لا تكون اهم عندهم من صيانة

سینہ پر رد وکد کا ہاتھ نہ رکھے اور اگر
بے چارہ کوئی شیعہ اہل بیت طاہرین
کی بہت سی احادیث کے موافق جو
قرآن کے ناقص ہوجانے کی تصریح
کررہی ہیں تحریف اور نقصان کا لفظ
زبان سے نکالے تو طعن و ملامت کے
تیروں کا نشانہ بن جائے اور اس پر تشنیع
و استہزا ہونے لگے۔ یہ ایک عجیب بات
ہے اے عقل مند عبرت حاصل کرو۔ باقی
رہا ابن عمر کے اس قول کی یہ تاویل کرنا
کہ آں جناب کی غرض قرآن کے جاتے
رہنے سے ہے کہ جس قدر منسوخ التلاوۃ
ہوگیا وہ نکل گیا ہے، ایک ہنسی کی بات ہے
کیونکہ جس قدر قرآن منسوخ التلاوۃ ہوگیا
وہ قرآن کی حقیقت و ماہیت سے خارج ہوگیا
اس کو قرآن سمجھنے کا کوئی مطلب نہیں،
بلکہ اس کا لکھنا بھی قرآن میں جائز نہیں ہے
اور اس بنا پر پورے قرآن کے حفظ کا دعویٰ
کرنا صحیح ہوگا اور اس دعویٰ سے منع کرنا

دعرض جنابہ عن الملام والعوان   جائز نہ ہوگا۔پس گویہ تاویل قرآن میں کمی

کے ثبوت کو دفع کردے مگر ابن عمر کے عقل کی کمی اور ان کی رائے کی سبکی کو بھی ثابت

کردے گی کہ انھوں نے منسوخ التلاوت کے نکل جانے کے سبب سے پورے قرآن کے حفظ

کا دعویٰ کرنے کو منع کیا اور یہ تاویل ان کے منہ پر طعن وملامت کے دروازوں کو کھول

دے گی اور شاید سنیوں کے نزدیک قرآن کو ناقص ہونے سے بچانا ابن عمر کی آبرو

کو ملامت و ذلت سے بچانے سے زیادہ اہم نہ ہو۔

ناظرین اس عبارت کو غور سے دیکھیں تو انھیں خود ہی جناب مولوی صاحب کے استدلال کی لطافت ظاہر ہو جائے گی، اس روایت کے کسی لفظ سے بھی یہ مطلب نہیں نکلتا کہ قرآن میں تحریف ہوگئی ہے۔

حاصل اس روایت کا صرف اس قدر ہے کہ حضرت ابن عمر نے فرمایا کہ کوئی یہ نہ کہے کہ مجھے پورا قرآن یاد ہے کیونکہ بہت سا حصہ قرآن کا چلا گیا ہے، لہٰذا یہ کہنا چاہیئے کہ جس قدر موجود ہے، وہ مجھے یاد ہے، مقصود حضرت ابن عمر کا درحقیقت یہی ہے کہ قرآن کا بہت سا حصہ منسوخ ہو جانے کی وجہ سے اس مصحف میں نہیں ہے لہٰذا یہ کہنا کہ قرآن پورا مجھے یاد ہے جھوٹ ہوگا۔

مولوی حامد حسین صاحب نے جو اس روایت میں یہ لفظ دیکھا کہ "بہت سا قرآن کا حصہ چلا گیا تو وہ خوش ہو گئے، انھیں اس سے کچھ مطلب نہیں کہ یہ حصہ تحریف کے سبب سے چلا گیا یا نسخ کے سبب سے۔

علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اتقان کی سینتالیسویں نوع میں اسی روایت کو منسوخ التلاوۃ کی مثال میں لکھا ہے وہ فرماتے ہیں والضرب

الثالث ما نسخ تلاوته دون حکمه وامثلة هذا الضرب کثیرة قال ابو عبید الخ یعنے تیسری قسم نسوخ کی وہ ہے جس کی تلاوت منسوخ ہو گئی مگر حکم منسوخ نہیں ہوا، اس قسم کی مثالیں بہت ہیں اس کے بعد انھوں نے یہ روایت ذکر کی ہے۔

باقی رہا جناب مولانا حامد حسین صاحب نے جو یہ فرمایا ہے کہ روایت نسخ پر محمول نہیں ہو سکتی اس لئے کہ حضرت ابن عمر نے اس حصہ کو جو کہ نکل گیا قرآن کہا ہے اور منسوخ التلاوۃ کو قرآن نہیں کہتے، منسوخ تو قرآن کی حقیقت ہی سے خارج ہے یہ جناب مولانا کی خوش فہمی اور قوتِ علمی کا نتیجہ ہے بلکہ یہ زورِ قلم ہے کہ کسی مقام پر رکتا ہی نہیں، پوچھئے یہ آپ کو کہاں سے معلوم ہوا کہ منسوخ قرآن کی حقیقت و ماہیت سے خارج ہے، قرآن کی حقیقت سوا کلام نفسِ الٰہی کے اور کیا ہے، تو کیا جس قدر آیتیں منسوخ ہو گئیں، وہ کلام نفسِ الٰہی نہیں رہیں، جس قدر حدیثیں منسوخ ہو گئیں اب وہ حدیث ہی نہیں ہیں کوئی شخص اپنے کسی کلام کو منسوخ کر دے تو کیا وہ اس کا کلام ہی نہ رہے گا، یہ عجیب بات ہے جو سوا مولوی حامد حسین صاحب کے اور کوئی نہ کہے گا، شاید مولوی صاحب نے اصول فقہ میں قرآن کی یہ تعریف دیکھی ہو گی المکتوب فی المصاحف المنقول الینا نقلا متواترا یعنی صحیفوں میں لکھا ہوا اور ہم تک متواتر منقول ہوا اور یہ تعریف چونکہ منسوخ التلاوۃ پر صادق نہیں آتی اس لئے انھوں نے یہ خیال کر لیا کہ آیات منسوخہ قرآن کی حقیقت ہی سے خارج ہیں، مگر مولوی حامد حسین صاحب یہ کیوں نہ سمجھے کہ اصول فقہ کی اصطلاحات قرن صحابہ کے بعد منعقد ہوئی ہیں، ان اصطلاحات کا صحابہ کے کلام میں جاری کرنا بالکل

بعید از عقل ہے بلکہ یہ اصطلاحی تعریف سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں جب کہ قرآن مصاحف میں نہ لکھا گیا تھا غیر منسوخ پر بھی صادق نہیں آتی ! اصولیوں نے بیشک یہ تعریف آیات منسوخہ کے اخراج کے لئے کی ہے کیونکہ ان کے زمانے میں آیات منسوخہ بہ سبب عدم تواتر کے یقینی طور پر قرآن نہیں کہی جاسکتی تھیں اور ان کو حدیث سے زیادہ کوئی رتبہ نہیں دیا جاسکتا تھا لیکن جن لوگوں نے بلاواسطہ ان آیات کو سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے سنا تھا انہیں ان آیات کے قرآن ہونے میں کیا شبہ ہوسکتا تھا حضرت ابن عمر نے ان آیات کو بلاواسطہ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا ہوگا۔ لہٰذا انہیں حق تھا کہ وہ ان کو قرآن کہتے اور چونکہ وہ آیتیں مصحف میں نہیں ہیں لہٰذا ان کی احتیاط اسی کی مقتضی تھیں کہ وہ بغیر ان تمام آیتوں کے یاد کئے ہوئے پورے قرآن کے یاد کرلینے کے دعوے کو منع فرماتے،

اصل استدلال کا تو جواب ہوچکا اب مولوی صاحب کی فضول باتوں کے جواب دینے کی ضرورت نہیں، اگرچہ انتصار الاسلام میں ہم نے ان کے لفظ لفظ کو اُلٹا ہے، آخر میں جو مولوی صاحب موصوف نے فرمایا ہے کہ شاید سنیوں کے نزدیک قرآن کا الخ۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ شیوا سنیوں کا نہیں ہے، سنی قرآن کے برابر کسی کی عظمت نہیں سمجھتے خواہ حضرت ابن عمر ہوں یا حضرت عمر، یہ شیوا شیعوں ہی کو مبارک رہے۔

مولانا سیف اللہ بن اسد اللہ ملتانی۔ نے اس روایت کے جواب میں ایک بات نہایت عمدہ لکھی ہے کہ حضرت ابن عمر کے مزاج میں اس قسم کی احتیاط

بہت تھی چنانچہ وہ یہ بھی منع کرتے کہ کوئی یہ نہ کہے کہ میں نے پورے رمضان کے روزے رکھے کیونکہ پورے رمضان میں رات بھی داخل ہے اور کوئی رات کو روزہ نہیں رکھتا ان کی عبارت (کتاب تنبیہہ السفیہ رد صوارم کی) یہ ہے :

دعبداللہ ابن عمر در گفتگو ایں قسم احتیاط ما بسیار مرعی می داشت چنانچہ ابن ابی شیبہ ودیگران ازو روایت کردہ اند کہ او منع می کرد از گفتن ایں کہ صمت رمضان کلہ زیرا کہ شب داخل رمضان است ومحل صوم نیست

النجم کی عبارت ختم ہوئی۔

حائری صاحب کی پیش کردہ روایت کا تو شافی وکافی جواب ہو چکا اور اچھی طرح ثابت ہو گیا کہ اس روایت کو اگر صحیح مان لیا جائے اور بالفرض کفرض المحالات یہ بھی تسلیم کر لیا جائے کہ یہ روایت ایسی زبردست ہے کہ تواتر قرآن کا مقابلہ کر سکتی ہے تو بھی اس روایت سے نہ قرآن کا ناقص ہونا ثابت ہوتا ہے نہ یہ کہ حضرت ابن عمرؓ نے اس قرآن کو ناقص کہا، کوئی مصنف اگر اپنی کتاب کا کوئی حصہ خود منسوخ کر دے اور کوئی اس پر یہ کہدے کہ یہ کتاب پوری جس قدر تصنیف ہوئی تھی اتنی نہیں ہے تو اس سے نہ یہ ثابت ہو سکتا ہے کہ وہ کتاب ناقص ہو گئی نہ یہ ثابت ہو سکتا ہے کہ اس کہنے والے نے اس کو ناقص کہا۔

اب ذرا یہ بھی دیکھنا چاہیئے کہ حائری صاحب کی جسارت اور مولوی حامد حسین کی جرأت میں کیا فرق ہے :

(۱) مولوی حامد حسین چونکہ کچھ علم بھی رکھتے تھے اور اپنی کتابوں پر بھی ان کی نظر تھی اس لئے یہ ہمت نہ کر سکے کہ حائری صاحب کی طرح یہ کہہ دیتے کہ شیعوں کو قرآن کے

ناقص کہنے کا الزام دینا محض غلط بہتان اور افترا ہے اور شیعوں کا یہی کامل قرآن ہے بلکہ انھوں نے صاف اقرار کرلیا کہ کتب شیعہ میں بکثرت احادیث اہل بیت طاہرین کی موجود ہیں جن کا مقتضیٰ یہ ہے کہ قرآن میں تحریف ہوگئی، جناب حائری صاحب کی نظر اپنی کتابوں پر بھی نہیں ہے جس کا تجربہ لاہور میں کئی بار ہوا۔ ع

درکفر ہم ثابت نہ زنار را رسوا مکن

(۲) مولوی حامد حسین نے اس روایت کے نسخ تلاوت پر محمول ہونے کو اس طرح رد کرنا چاہا کہ جو آیتیں منسوخ التلاوۃ ہوگئیں وہ قرآن کی حقیقت سے خارج ہوگئیں۔ حائری صاحب کی طرح ان سے یہ بہادری نہ ہوسکی کہ نسخ حکم کی شرطوں کو نسخ تلاوت پر چسپاں کرکے کہہ دیتے کہ صاحبو! سنیوں کے یہاں نسخ کی سات شرطیں ہیں جب یہ شرطیں یہاں موجود نہیں تو یہ روایت نسخ پر کیسے محمول ہوسکتی ہے کیونکہ وہ خوب جانتے تھے کہ ایسی کھلی ہوئی خیانت بہت جلد ذلیل کردے گی۔

(۳) مولوی حامد حسین نے یہ بھی اقرار کرلیا کہ یہ روایت نسخ تلاوت پر محمول کی جائے تو قرآن کے ناقص ہونے کا ثبوت اس روایت سے دفع ہوجائے گا مگر حائری صاحب تو پہلے ہی یہ فقرہ تراش چکے تھے کہ شرائطِ نسخ نہیں پائے جاتے لہٰذا یہ روایت نسخ پر محمول ہو ہی نہیں سکتی۔ وہ کیوں ایسا اقرار کرتے۔

(۴) یہ روایت درمنثور میں بھی ہے اور اتقان میں بھی مولوی حامد حسین نے اتقان کا حوالہ دینے کی جرأت نہ کی کیونکہ وہ جانتے تھے کہ اتقان میں اوّل تو تصریح اس بات کی ہے کہ یہ روایت نسخ تلاوت کی ہے، دوسرے اتقان میں یہ بھی تصریح ہے کہ ایک بڑی جماعت علمائے تفسیر و حدیث کی ان روایتوں کو نہیں مانتی۔

مگر حائری صاحب نے یا تو اتقان نہیں دیکھی، اتقان کی عبارت کہیں ان کو نقل کی ہوئی مل گئی یا ان میں اتنی حیا بھی نہیں جتنی مولوی حامد حسین جیسے مکابر میں ہے۔

ابھی اور بہت سے فرق ہیں مگر نمبر کا بعد خلفائے راشدین صرف چار پر اکتفا کی گئی، اب حائری صاحب کی فضولیات بلکہ خرافات کا جواب ملاحظہ ہو۔

قولہ صرف دھوکا دینے کی غرض سے الخ۔ جناب حائری صاحب: کلوخ انداز پاداش سنگ است۔ خوب یاد رکھیئے سنیوں کا شیوہ دھوکا دینا نہیں، دھوکا دینا ان کے مذہب میں حرام ہے، خود آپ کے اصحاب ائمہ نے ائمہ سے بیان کیا ہے کہ سنیوں میں سچائی ہے، امانت ہے، وفا ہے، اور شیعوں میں نہ سچائی ہے، نہ امانت نہ وفا، دھوکا دینا، آپ کا شیوہ ہے جیسا کہ اسی رسالہ میں آپ نے نسخ حکم کے شرائط کو نسخ تلاوت پر چسپاں کر دیا، دھوکا دینا آپ کے اکابر کا شیوہ ہے خاص کر آپ کے جناب جعفر صاحب کا، جو ہر بات میں ستر ستر پہلو اپنے نکل جانے کے رکھ لیتے تھے جنھوں نے جھوٹ بولنے، دھوکا دینے کو ہر شیعہ کے لئے رکن اعظم دین کا اور ان کے والد ماجد جناب باقر صاحب نے فرمایا کہ یہی میرا بھی دین ہے اور میرے باپ دادا کا بھی یہی شیوہ تھا بلکہ یہ بھی ارشاد ہوا کہ خدا کا شیوہ بھی یہی ہے (نعوذ باللہ)

قولہ یہ نتیجہ ہوا کرتا ہے کہ طاعن کے مذہب کا بخیہ الخ۔ یہ بات تو آپ نے بالکل سچ کہی الکذوب قد یصدق بے شک اس کا تجربہ آپ لوگوں کو ہو چکا ہے مگر افسوس پھر بھی باز نہیں آتے، حضرت رحمۃ للعالمین کے اصحاب کرام اور ازواج مطہرات اور ان کی ذریت طیبہ جناب سیدہ حضرت فاطمہ زہرا کے جگر گوشوں پر طعن کرنے کا نتیجہ آپ نے بارہا دیکھا ہوگا کہ ابن سبا کی بنی ہوئی مذہبی چادر کا بخیہ

ؔ حوالہ کتاب۔ خاتمہ کتاب ہذا میں دیکھو ۱۲۔

تار تار نہیں، الگ الگ ہو گیا۔ سچ ہے ؎

چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد میلش اندر طعنہ پاکان بُرد

قولہ، خلیفہ زادہ حضرت ابن عمر سنی تھا کہ شیعہ الخ ۔ یہ آپ کیا پوچھتے ہیں، ہمارا تو خلیفہ علی بھی سنی تھا اور قرن اول میں شیعہ تھا کون، کوئی بھی نہیں صرف پانچ آدمیوں کو آپ کے اکابرین نے شیعہ بتایا ہے تو ان کی بابت بھی آپ لوگوں کا بیان ہے کہ کوٹھری میں بیٹھ کر تنہائی میں ہم سے، مذہب شیعہ کی باتیں کرتے تھے مجمع عام میں سنی بنے رہتے تھے، حتیٰ کہ حضرت علی اپنی خلافت میں بھی تقیہ کرکے سنی بنے رہے، اب آپ لوگوں کی روایت وہ بھی کوٹھری کے اندر کی جس کا نہ کوئی گواہ نہ مشاہد اور وہ روایت بھی سراسر عقل کے خلاف، جس وقعت کی نظر سے دیکھی جاسکتی ہے اور دیکھی جاتی ہے، سب کو آپ کا دل ہی جانتا ہے۔

قولہ کامل قرآن کے ماننے والے شیعوں الخ ۔ یہ جملہ خود اپنے ضمیر کے خلاف لکھ رہے ہیں ورنہ یہ مصرعہ آپ پر چسپاں ہوتا کہ ع

گر موشے بخواب اندر شتر باشد

اجی حضرت، اب وہ زمانہ گیا کہ جس بے وقوف کو جس طرح چاہا آپ نے سمجھا لیا، اب سب کو اچھی طرح معلوم ہو گیا کہ کسی شیعہ کا ایمان قرآن شریف کے کسی ایک حرف پر بھی نہیں ہے اور نہ ہو سکتا ہے۔

اب ترجمہ کے اغلاط ملاحظہ ہوں۔ روایتِ اتقان میں لایقولن نہی کا صیغہ ہے یعنی حضرت ابن عمر حکم دے رہے ہیں کہ ہرگز نہ کہے، حائری صاحب اس کا ترجمہ کرتے ہیں، دعویٰ نہیں کرسکتا، انشا کو خبر بنا دیا، یہ تو علمی غلطی تھی اب

دیانت کی خوبی دیکھئے اخذت کے معنی تمسک کیا اور "اس قرآن کا لفظ "اس" اپنی طرف سے بڑھا دیا، تاکہ معلوم ہو کہ ابن عمر کے یا کسی اور کے پاس کوئی اور قرآن بھی تھا، لاحول ولا قوۃ الا باللہ،

نمبر سوم

جناب حائری صاحب عبارت منقولہ کے بعد رقم فرماتے ہیں:

سنیوں کے قرآن میں زیادتی فرمایا صاحبان! آپ یہ خیال نہ فرمائیں کہ سنیوں کے اعتقاد میں صرف نقصان ہی ان کے قرآن میں واقع ہوا ہے بلکہ جہاں بعض آیتوں کا ان کی مسلمہ روایات کی بنا پر قرآن سے نکل جانا ثابت ہوتا ہے، زیادہ کیا جانا بھی ان کی معتبر روایتوں سے ثابت ہے جن سے معلوم ہوا کہ زیادتی اور کمی دونوں قسم کی تحریف قرآن میں سنیوں کا اعتقاد اور مذہب ہے، نمونہ کے طور پر زیادتی کی بھی دو چار مثالیں سن لیجئے:

(۱) تفسیر اتقان مطبوعہ احمدی صفحہ ۲۴۶ سطر ۲ میں امام جلال الدین رقم طراز ہے، (سورۃ الاعراف زید فیھا الصاد علی الٓمٓ لما فیھا من شرح القصص انتھی بلفظہ یعنے سورہ اعراف پارہ ۸ رکوع ۸ کا شروع جو موجودہ قرآن میں المٓصٓ سے ہوتا ہے، یہ دراصل الٓمٓ تین حرف تھے اس میں ایک حرف صاد اس لئے زیادہ کر دیا گیا ہے کہ اس میں نبیوں کے قصہ کا بیان ہے۔

(۲) ایضاً صفحہ ۲۴۶ سطر میں مرقوم ہے وزید فی الرعد "ر" لاجل الرعد انتھی بلفظہ۔ سورہ رعد پ۱۳ ع ۶ کا شروع جو موجودہ قرآن میں المٓرا سے

ہوتا ہے دراصل المر نازل ہوا تھا" اس میں ایک حرف "ر" زیادہ کر دیا
گیا، کیونکہ اس سورۃ میں رعد و برق کا ذکر ہے۔

فرمایا کیوں جناب فرمائیے، اب تو قرآن میں کمی اور زیادتی ہونے کا اعتقاد سنیوں کا ہوا یا شیعوں کا، غیرت مند کے لئے تو ڈوب مرنے کا مقام ہے کہ جس کے گھر کا یہ حال ہو وہ کسی کامل الایمان مذہب پر تحریف کا بہتان کیوں کر کر سکتا ہے۔

الجواب بعون الملک الوہاب

جناب حائری صاحب نے جو پُر لطف کارروائی اس استدلال میں کی ہے واقعی لائق انعام ہے میں نہیں کہہ سکتا کہ اس کارروائی کا ارتکاب کم علمی کی وجہ سے ہوا یا دیدہ و دانستہ اپنے مذہب شریف کی اس عبادت عظمیٰ کو ادا کیا ہے جس کو تمام انسان دروغ اور فریب کہتے ہیں ؎

فان کنت لاتدری فتلک مصیبۃ   وان کنت تدری فالمصیبۃ اعظم

اتقان کی عبارت میں جو زائد کا لفظ حائری صاحب نے دیکھا تو خوش ہو گئے کہ لیجئے قرآن میں زیادتی کا ثبوت مل گیا، اس سے انہیں کیا مطلب کہ یہ زیادتی خود خدا کی کی ہوئی ہے یا کسی بندہ کی۔

جناب حائری صاحب کیا ہم نے آپ کی کتب کی اس قسم کی عبارات سے قرآن میں زیادتی کا ثبوت دیا تھا، آپ اسی تنبیہ الحائرین کے بحث اول صفحہ ۵۴ کو نکال کر دیکھئے کہ آپ کی کتب معتبرہ کی کیسی عبارتوں اور روایتوں سے

قرآن میں بطورِ تحریف بڑھائے جانے کا ثبوت دیا گیا ہے، چند فقرات اس قسم کے میں پھر دوبارہ آپ کو دکھاتا ہوں والذی بدأ فی الکتاب من الازراء[1] علی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ من فرقۃ الملحدین انہم[2] اثبتوا فی الکتاب مالم یقلہ اللہ لیلبسوا علی الخلیقۃ۔ الزیادۃ[3] فی ایاتہ علی ما اثبتوہ من تلقائہم فی الکتب تضمینہ[4] من تلقائہم ما یقیمون بہ دعائم کفرہم زاد وفیہ ماظھر تناکرہ وتنافرہ[5] لولا انہ زید فی القرآن ونقص ماخفی حقنا علی ذی حجی۔

"زید" کے لفظ پر اس قدر آپ کا جامۂ عقل سے باہر ہو جانا اس حکایتِ مشہورہ کی یاد تازہ کرتا ہے

حکایت

ایک سنی اور ایک شیعہ میں کچھ مذہبی گفتگو ہو رہی تھی، متعہ کی بحث چھڑ گئی۔

شیعہ: متعہ ایسی حلال وطیب چیز ہے کہ قرآن سے اس کی حلت ثابت ہے، مگر افسوس! حضرت عمر نے اس کو حرام کر دیا اور آپ لوگوں نے حضرت عمر کے

---

[1] یعنی قرآن میں جو توہین نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی ہے یہ ملحدوں کی بڑھائی ہوئی ہے ۱۲۔

[2] یعنے منافقوں نے قرآن میں وہ باتیں درج کردیں جو خدا نے نہیں فرمائی تھیں مخلوق کو دھوکہ دینے کے لئے ۱۲۔

[3] یعنے، اور اس وقت بہ تصریح وہ زیادتی جو آیاتِ قرآنی میں منافقوں نے اپنی طرف سے کی ہے بتائی جا سکتی ہے ۱۲

[4] منافقوں نے اپنی طرف سے وہ باتیں قرآن میں شامل کردیں جن سے وہ اپنے کفر کے ستون قائم کرتے ہیں۔

[5] اگر قرآن میں کمی اور زیادتی نہ کی گئی ہوتی تو ہمارا (یعنے ائمہ شیعہ کا) حق کسی پر مخفی نہ رہتا ۱۲

حکم کے سامنے آیت قرآنی کو بالائے طاق رکھدیا۔

سنی: نعوذ باللہ، متعہ کی حلت، قرآن توکیا کسی صحیح حدیث سے بھی ثابت نہیں البتہ آیاتِ قرآنی اور احادیث صحیح مقبولہ فریقین سے اس کی حرمت ثابت ہے (دیکھو کشف الغطاء والنجم کے مضامین عالیہ) اور نعوذ باللہ یہ بھی غلط ہے کہ حضرت عمر نے اس کو حرام کیا، ہمارے مذہب میں تحلیل و تحریم کا اختیار خاصہ نبوت ہے جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو چکا، البتہ یہ اختیارات آپ کے مذہب نے اپنے ائمہ کو دیئے ہیں کہ جس حلال کو چاہیں حرام کر دیں اور جس حرام کو چاہیں حلال بنا دیں۔ اچھا براہ مہربانی قرآن شریف کی وہ آیت تو دکھلائیے جس سے متعہ کی حلت ثابت ہوتی ہے، مگر غار والے قرآن کی آیت نہ ہو۔

شیعہ: غار والا قرآن تو ہم نے دیکھا بھی نہیں سنتے ہیں کہ امام مہدی علیہ السلام جب قریب قیامت غار سے باہر نکلیں گے تو اس وقت وہ قرآن ظاہر ہوگا لہٰذا میں اسی قرآن کی آیت پیش کرتا ہوں فما استمتعتم بہ منھن فاتوھن اجورھن فریضۃ (ترجمہ) جس عورت سے متعہ کرو اس کو متعہ کی اجرت دے دیا کرو۔

سنی: سبحان اللہ! آیت کا مطلب خوب آپ نے بیان کیا، ترجمہ بہت اچھا کیا آیت کا ترجمہ تو یہ ہے کہ جن عورتوں سے تم فائدہ اٹھاؤ، ان کو بدلا یعنے مہر دے دیا کرو۔

شیعہ: مہر ہرگز مراد نہیں ہو سکتا، مہر تو محض نکاح ہی سے لازم ہو جاتا ہے

فائدہ اٹھانے کی شرط نہیں لہٰذا ضرور اجرت متعہ مراد ہے۔

سنی: یہ بھی غلط ہے، محض نکاح سے پورا مہر نہیں واجب ہوگا بلکہ نکاح کے بعد قبل خلوت طلاق دی جائے تو نصف مہر دینا پڑتا ہے اور آیت میں پورے مہر کے دینے کا حکم ہے۔

شیعہ: آیت میں پورے کا لفظ کہاں ہے ؟

سنی: نصف کا لفظ نہ ہونے ہی سے پورا مہر سمجھ لیا جاتا ہے۔

شیعہ: ہم یہ کچھ نہیں جانتے، آیت میں استمتعتم کا لفظ صاف موجود ہے جس کا ماخذ متعہ ہے۔

سنی: مگر متعہ کے معنے عربی لغت میں کیا ہیں آیا یہی آپ کا اصطلاحی متعہ یا مطلق فائدہ حاصل کرنا۔

شیعہ: اس سے ہم کو کچھ بحث نہیں۔

سنی: بہت اچھا، مگر آپ لوگوں کو یہ بھی معلوم ہے کہ قرآن شریف میں یزید کی بڑی تعریف ہے، آپ نے وہ آیت دیکھی ہے۔

شیعہ: اجی توبہ کیجئے، یزید نزول قرآن کے وقت تھا بھی نہیں۔

سنی: ہم یہ کچھ نہیں جانتے، اس سے ہم کو کچھ بحث نہیں، ہم تو اس آیت میں صاف صاف یزید کا نام دیکھتے ہیں۔

شیعہ: اچھا جناب وہ کون سی آیت ہے۔

سنی: لیجئے سنئے ویزیدھم من فضلہ (ترجمہ) اور یزید ان کا خدا کے فضل سے ہے، یعنی بنو امیہ کا یزید خدا کے فضل سے پیدا ہوا یا حاکم ہوا ہے۔

شیعہ صاحب سمجھ گئے، یہ میری دھاندلی کا جواب ترکی بہ ترکی ہے، بس پھر تو ایسے خاموش ہوئے کہ فبهت الذی کفر کانه التقم الحجر۔

جناب حائری صاحب! آپ کی یہ کارروائی بلاشبہ اس حکایت سے بھی بڑھ گئی اور بہت بڑھ گئی، عبارت اتقان کا نہ وہ مطلب ہوسکتا ہے، نہ وہ اس کا ترجمہ ہے آپ اپنا مطلب و ترجمہ بھی گورنمنٹ کے دفتر تراجم میں بھیج دیجئے اور میرا مطلب و ترجمہ بھی اگر وہ آپ کے مطلب کی تصدیق و تائید کردے تو ایک ہزار روپیہ انعام آپ کو دیا جائے گا۔

آپ کے مجتہد اعظم مولوی سید محمد لکھنوی نے ایک مرتبہ ایک غیر معمولی مکابرہ کیا مگر وہ آپ کے مکابرہ سے بدرجہا بہتر تھا تو حضرت مولانا حیدر علی صاحب مصنف ازالۃ الغین و منتہی الکلام نے ان کو لکھا کہ "از مسند تکلیم و تکلم برخیز و خاک مذلت برسر خود بریز" آپ جیسا سلطان المفسرین اگر حضرت ممدوح کے زمانہ میں ہوتا اور ایسی لطیف کارروائی کرتا تو خدا جانے وہ کیا لکھتے، مگر کیا کرسکتے تھے سوا اس کے کہ آپ کو مخاطب نہ بناتے، جیسا کہ اب تک کسی عالم اہلسنت نے، آپ کو قابل خطاب نہ سمجھا اور اسی وجہ سے آپ کے رسائل مزخرفہ کا جواب نہیں لکھا۔

سنئے کتاب اتقان میں اسی نوع ہیں، ان میں سے باسٹھویں نوع آیتوں اور سورتوں کی مناسبت کے بیان میں ہے یعنی آیات قرآنیہ کا باہم ربط اور سورتوں کے ترتیب کی حکمت اور ان کا باہم ربط۔

اسی باسٹھویں نوع میں ایک خاص فصل حروف مقطعات کی حکمت کے بیان میں ہے، اس فصل کی بعض عبارت کے ٹکڑے آپ نے نقل کئے ہیں

میں اس مقام کی پوری عبارت نقل کئے دیتا ہوں۔

فصل، قال فی البرھان ومن ذالك افتتاح السور بالحروف المقطعة واختصاص كل واحدة بما بدأت به حتے لم يكن لترد الٓمٓ فی موضع الٓمٓرٰ ولاحٰمٓ فی موضع طٰسٓمٓ قال وذالك ان كل سورة بدأت بحروف منها فان اكثر كلماتها وحروفها مماثل له فحق لكل سورة منها ان لا يناسبها غير الوارد فيها فلو وضع قٓ موضع نٓ لعدم التناسب الواجب مراعاته فی كلام الله۔ وسورة قٓ بدأت به لما تكرر فيها من الكلمات بلفظ القاف من ذكر القرآن والخلق وتكرير القول ومراجعته مرارا والقرب من ابن آدم وتلقی الملكين وقول العتيد والرقيب والسائق والالقاء

فصل، برہان میں بیان کیا ہے کہ اسی قبیل سے ہے سورتوں کا آغاز کرنا، حروف مقطعات سے اور خاص ہونا ہر سورت کا ان حروف کے ساتھ جن سے شروع کی گئی، یہاں تک کہ ایسا نہ ہو سکے کہ الٓمٓ بجائے الٓمٓرٰ کے وارد ہوتا یا حٰمٓ بجائے طٰسٓمٓ کے ہوتا۔ مصنف برہان نے کہا ہے کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ جو سورۃ حروف مقطعات میں سے کسی حرف سے شروع کی گئی ہے اس سورۃ کے اکثر الفاظ و حروف اس حرف مقطع کے مثل ہے پس ہر سورۃ کا حق یہ ہے کہ جو حرف اس میں وارد ہوا ہے اس کے سوا دوسرا حرف اس سورۃ کے مناسب نہ ہو مثلاً اگر قٓ بجائے نٓ کے رکھ دیا جائے تو نہیں ہو سکتا، کیونکہ مناسبت جس کی رعایت کلام اللہ میں ضروری ہے نہ رہے گی۔

سورۂ قاف کی ابتداء قٓ سے اس لئے ہوئی کہ اس میں وہ الفاظ بار بار آئے ہیں جن میں حرف قاف ہے مثلاً قرآن کا

فی جھنم والتقدم بالوعد	ذکر اور خلق کا ذکر اور قول کی تکرار اور اس کا
وذکر المتقین والقلب والقرون	بار بار اعادہ اور (خدا کا) ابن آدم سے قریب
التنقیب فی البلاد وتشقق الارض	ہونا اور ہر انسان کے ساتھ ہر وقت دو فرشتوں
وحقوق الوعید وغیر ذالک۔	(یعنے کراماً کاتبین کا ملاقی رہنا اور ان کا تعید
وقد تکرر فی سورۃ یونس	یعنے ہم نشین رہنا اور رقیب کا اور سابق کا ذکر
من الکلم الواقع فی الرمائتا	اور جہنم میں القا یعنے ڈالے جانے کا ذکر
کلمۃ او اکثر فلھذا افتتحت بالر	اور وعید کے مقدم کرنے کا ذکر اور متقیوں کا
واشتملت سورۃ ص علی خصومات	ذکر اور قلب کا ذکر اور قرون کا ذکر، شہروں
متعددۃ فاولھا خصومۃ النبی	میں تنقیب یعنے گشت کا ذکر زمین کے شق
صلے اللہ علیہ وسلم مع الکفار	ہونے اور وعید کے حق ہونے کا ذکر وغیرہ وغیرہ
وقولھم اجعل الالھۃ الھا	اور سورۂ یونس میں وہ الفاظ بار بار آئے ہیں
واحدا ثم اختصام الخصمین عند	جن میں الف لام را ہے، دو سو لفظیں بلکہ اس سے
داؤد ثم تخاصم اھل النار	بھی زیادہ ہیں اس لئے سورۂ یونس الر سے
ثم اختصام الملأ الاعلی ثم	شروع کی گئی اور سورۂ صاد متعدد خصومتوں پر شامل
تخاصم ابلیس فی شان ادم ثم	ہے اول تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خصومت
فی شان بنیہ واغوائھم والم	کفار کے ساتھ اور ان کا یہ کہنا کہ محمد صلے اللہ
جمعت المخارج الثلاثۃ الحلق	علیہ وسلم نے تو بہت سے خداؤں کے بجائے
واللسان والشفتین علی ترتیبھا	ایک خدا کر دیا، پھر دو فریق کا داؤد علیہ السلام کے
وذالک اشارۃ الی البدایۃ	سامنے خصومت کرنا پھر دوزخیوں کا باہم

التی هی بدأ الخلق والنهایة التی
هی بدأ المیعاد والوسط الذی هو
المعاش من التشریع بالاوامر والنواهی
وکل سورة افتتحت بها فهی
مشتملة علی الامور الثلاثة وسورة
الاعراف زید فیها الصاد علی الم
لما فیها من شرح القصص قصة
ادم فمن بعده من الانبیاء
لما فیها من ذکر
فلا یکن فی صدرک حرج ولهذا
قال بعضهم معنی المص الم نشرح
لک صدرک وزید فی الرعد راء
لاجل قوله رفع السموات ولاجل
ذکر الرعد والبرق وغیرهما،
واعلم ان عادة القرآن العظیم
فی ذکر هذه الحروف ان یذکر
بعدها ما یتعلق بالقرآن کقوله الم ذالک
الکتاب، الم، الله لا اله الا هو الحی
القیوم نزل علیک الکتب بالحق

خصومت کرنا پھر ملاء اعلی کا باہم خصومت
کرنا، پھر ابلیس کا آدم کے بارے میں اور ان کے
بعد ان کی ذریت کے بارے میں خصومت کرنا
پھر ابلیس کا آدم کے بارے میں اور ان کے بعد
ان کی ذریت کے بارے میں خصومت کرنا اور
ان کو بہکانا اور الٓم میں تینوں مخرج بہ ترتیب
جمع ہیں، حلق (جو مخرج ہمزہ کا ہے) اور زبان
(جو مخرج لام کا ہے) اور دونوں ہونٹ (جو مخرج
میم کے ہیں) اور یہ ابتدا ہے طرف ابتدا یعنے
آغاز آفرینش عالم کے اور طرف انتہا کے کہ وہ
عالم معاد ہے اور طرف وسط کے کہ وہ عالم
معاش ہے یعنی اوامر ونواہی کا مشروع کرنا اور
جس سورت کے شروع میں الٓم ہے اس میں یہ
تینوں بیان ہیں اور سورۂ اعراف میں الٓم سے
زائد ایک حرف صاد لایا گیا اس لئے کہ اس
سورت میں قصوں کی شرح ہے، آدم اور ان
کے بعد کے انبیاء علیہم السلام کے قصوں
اور اس لئے کہ اس میں فلا یکن فی صدرک حرج
کا ذکر ہے اسی وجہ سے بعض مفسرین نے

المص كتاب انزل اليك، الـر
تلك ايات الكتاب طه
ما انزلنا عليك القرآن لتشقى
طسم تلك ايات الكتاب
يس والقرآن. ص والقرآن
حم تنزيل الكتب، ق
والقرآن الا ثلث سور العنكبوت
والروم و ن ليس فيها
ما يتعلق به وقد ذكرت
حكمة ذالك اسرار التنزيل

[illegible]

کہا ہے کہ المص کے معنی ہیں الم نشرح لک صدرک
اور سورۂ رعد میں الم سے زائد ایک حرف را لایا
گیا بوجہ قول الٰہی رفع السموات کے اور بوجہ ذکر رعد و
برق وغیرہما کے۔ اور جاننا چاہیئے کہ عادت قرآن عظیم
کی ان حروف کے ذکر کرنے میں یہ ہے کہ ان حروف کے
بعد وہ باتیں ذکر کرتا ہے جو قرآن سے تعلق رکھتی ہیں جیسے
الم ذلک الکتاب، الم نزل علیک الکتاب، المص کتاب
انزل الیک، الم تلک آیات الکتاب، طٰہٰ ما انزلنا علیک
القرآن لتشقیٰ، طسم تلک آیات الکتاب، یٰس والقرآن الحکیم
ص والقرآن ذی الذکر، حم تنزیل الکتاب، ق والقرآن
المجید، یہ عادت قرآن کی برابر جاری ہے اور سوا تین سورتوں کے یعنے عنکبوت اور روم
اور نون ان تین سورتوں میں البتہ حروف مقطعات کے بعد قرآن کے متعلق ذکر نہیں
ہے، جس کی حکمت میں نے اسرار التنزیل میں بیان کی ہے۔

اے صاحبان عقل انصاف کرو کتنی صاف عبارت ہے قرآن شریف کے خاص
خاص سورتوں کے شروع جو خاص خاص حروف مقطعات ہیں ان کی وجہ بیان
ہو رہی ہے کہ جن سورتوں کے شروع میں الف، لام، میم ہے اس کی کیا وجہ ہے،
پھر سورۂ اعراف میں ایک صاد زیادہ کر کے المص وارد ہوا اس کا کیا سبب، اور
سورۂ رعد میں ایک را زائد کر کے المر وارد ہوا، اس کی کیا حکمت ہے، پھر شروع
میں یہ تصریح کہ جو حروف جس سورت کے شروع میں ہیں ناممکن ہے کہ بجائے

ان کے دوسرے حرف رکھے جائیں پھر آخر میں یہ تصریح کہ قرآن عظیم کی عادت ان حروف کے ذکر کے بعد یہ ہے کہ قرآن کے متعلق کوئی بات بیان کی جاتی ہے جس سے قطعاً واضح ہے کہ یہ حروف متکلم قرآن نے ذکر کئے ہیں نہ کسی انسان نے، اور زیدؔ کا فاعل متکلم قرآن جل شانہٗ ہے نہ کہ کوئی انسان،

اب میں اس سے زیادہ کیا کہوں کہ واقعی حائری صاحب کی یہ حیرت انگیز کارروائی جو ان کے علم ودیانت وحیا وجسارت پر کافی روشنی ڈالتی ہے، کسی عجائب خانہ میں رکھنے کے لائق ہے،

اس کے بعد حائری صاحب کی عبارت کے لفظ لفظ کو رد کرنا بے ضرورت ہے عبارت اتقان کے ترجمہ میں یہ الفاظ انھوں نے اپنی طرف سے بڑھائے ہیں کہ درحمل الٓمٓ میں تین حرف تھے وغیرہ وغیرہ، یہ صریح خیانت محتاج بیان نہیں۔

نمبر چہارم

عبارت منقولہ بالا کے بعد حائری صاحب لکھتے ہیں:

تفسیر در منثور جلد ۶ صفحہ ۴۱۶ سطر ۲۲ میں ہے، سیوطی لکھتا ہے کہ احمد بزاز[1] طبرانی اور ابن مردویہ نے ابن عباس[2] اور ابن مسعود سے روایت کی ہے

انه كان يحك المعوذتين من الصحف ويقول لا تخلطوا القرآن بما ليس منه انهما ليستا من كتاب الله انتهى بلفظه

---

[1] صحیح لفظ بزار ہے، آخر میں رائے مہملہ ہے ۱۲۔

[2] حضرت ابن عباس کا نام اس روایت میں غلط ہے ۱۲۔

یعنی ابن مسعود نے معوذتین[1] کو اپنے قرآن سے کاٹ دیا تھا اور کہتے تھے قرآن میں غیر قرآن کو خلط ملط نہ کرو یہ دونوں سورے کتاب خدا میں داخل نہیں ہیں، تفسیر کبیر[2] مطبوعہ مصر کے صفحہ ۱۶۹ سطر ۱ میں امام فخر الدین رازی لکھتے ہیں:- نقل فی الکتب[3] القدیمۃ ان ابن مسعود کان ینکر کون سورۃ الفاتحۃ من القرآن وکان ینکر کون المعوذتین من القرآن' انتہی بلفظہ' یعنی ابن مسعود سورۂ فاتحہ اور معوذتین کے داخل قرآن ہونے سے انکار کرتے تھے' فرمایا! صاحبان آپ نے غور کیا کہ درمنثور و تفسیر کبیر سنیوں کی دونوں مسلمہ تفسیروں سے یہ ثابت ہوا کہ نہ تو سورۂ فاتحہ قرآن ہے اور نہ معوذتین' حالانکہ حضرت عثمان کے جمع کئے ہوئے موجودہ قرآن میں یہ سورتیں اس وقت موجود ہیں فرمائیے، سنیوں کے ان مذکورہ حوالوں کے مطابق زیادتی ثابت ہوئی یا نہیں' اب تم خود بھی انصاف کرو کہ تحریف کی دونوں قسموں کی اور زیادتی کا ہونا قرآن میں سنیوں کا مذہب ہوا یا نہیں۔

---

[1] لفظ "اپنے" حائری صاحب کا طبع زاد ہے، عربی عبارت میں کوئی لفظ ایسا نہیں جس کا یہ ترجمہ ہو اور یہ بات بالکل غلط ہے کہ ابن مسعود کا کوئی مصحف ہمارے مصحف کے خلاف تھا ۱۲

[2] یہ عبارت تفسیر کبیر کے صفحہ ۱۱۲ میں ہے اپنی جھوٹی احتیاط جتانے کو سطر تک کا حوالہ لکھدیا مگر جلد نہ لکھی شاید انکے خیال میں تفسیر کبیر ایک ہی جلد ہو ۱۲

[3] "نقل فی الکتب القدیمۃ" کا ترجمہ چھوڑ دیا کیونکہ اس سے روایت کی حقیقت کا پتہ چلتا تھا کہ یہ روایت پرانی یعنی غیر متداول کتابوں کی ہے، اجی حضرت! بہر رنگے کہ خواہی جامہ می پوش من انداز قدت را می شناسم ۱۲

الجواب بعون الملک الوہاب

اس عبارت میں علاوہ ترجمہ وغیرہ کے اغلاط کے چند لطائف قابل قدر حسب ذیل ہیں:

پہلا لطیفہ یہ کہ دو روایتیں جو حائری صاحب نے نقل کیں، وہ اگر صحیح ہوتیں اور ان کا مطلب بھی وہی ہوتا جو اعدائے قرآن کریم بیان کیا کرتے ہیں تو بھی ان سے تحریفِ قرآن کا نتیجہ نہیں نکل سکتا، قرآن قطعی و یقینی متواتر کی قسم اعلیٰ و ارفع ایک غیر معصوم کے قول سے اور وہ قول بھی غیر متواتر محرف نہیں ہو سکتا۔

ہم نے کتب شیعہ سے جس قدر روایتیں تحریف کی پیش کیں، ان میں سے کسی میں غیر معصوم کا کوئی قول نہیں سب اقوال ائمہ معصومین کے ہیں وہ بھی بتصریح محدثین شیعہ حد تواتر کو پہنچے ہوئے۔

شیعوں کو محض اس وجہ سے دل چسپی ہے کہ ان مطاعن کا اثر قرآن تک پہنچتا ہے لہٰذا جہاں کہیں اس مقصودِ اصلی کے بلاواسطہ حاصل ہونے کا وہم ہو جاتا ہے وہاں ایک عالم خود رفتگی کا دشمنانِ قرآن کریم پر طاری ہو جاتا ہے اور کچھ امتیاز باقی نہیں رہتا۔

دوسرا لطیفہ یہ کہ بالفرض کفرض المحالات ان دونوں روایتوں کی صحت کسی درجہ میں مان بھی لی جائے تو ان کا وہ مطلب کسی طرح نہیں ہو سکتا جو دشمنانِ قرآن بیان کرتے ہیں بلکہ ان کا مطلب یہ ہے کہ حضرت ابن مسعودؓ معوذتین کے مصحف میں لکھنے کو منع کرتے تھے نہ اس لئے کہ وہ کلام الٰہی

نہیں بلکہ اس لئے کہ رقیہ (یعنے جھاڑ پھونک) کے لئے نازل ہوئی ہیں، اور ان کا یہ قول کہ یہ سورتیں کتاب اللہ سے نہیں ہیں، کتاب اللہ سے مراد مصحف مکتوب ہے، نہ مطلق کلام الٰہی۔ یہ مطلب اکابر محدثین نے بھی بیان کیا ہے، علامہ سیوطی اتقان کی بائیسویں نوع میں لکھتے ہیں:

وكذا قال القاضي ابوبكر،	اور ایسا ہی کہا ہے قاضی ابوبکر نے، کہ
لم يصح عنه انها ليست من القرآن	ابن مسعود سے اس مضمون کا نقل کرنا کہ
ولا حفظ عنه انما حكها	معوذتین وغیرہ قرآن نہیں ہیں صحیح نہیں ہے
واسقطها من مصحفه انكاراً	اور نہ ابن مسعود کا یہ قول محفوظ ہے، ابن مسعود
لكتابتها لا جحداً لكونها	اس کو اپنے مصحف سے محض اسلئے مٹا دیتے
قرآنا لانه كانت السنة عنده	ہیں کہ ان کو اس کی کتابت سے انکار تھا
ان لا يكتب في المصحف الا ما	نہ کہ اس کے قرآن ہونے سے، کیونکہ سنت
امر النبي صلى الله عليه وسلم	ان کے نزدیک یہ تھی کہ مصحف میں وہی چیز
باثباته فيه ولم يجده كتب	لکھی جائے جس کے لکھنے کا رسولِ خدا صلی اللہ
ذالك ولا سمعه امر به (جز اول ص ٧٩)	علیہ وسلم نے حکم دیا ہے اور انھوں نے حضرت

کو نہ یہ سورتیں لکھواتے ہوئے دیکھیں اور نہ لکھنے کا حکم دیتے ہوئے سنا۔

نیز اتقان کی اسی نوع میں حافظ ابن حجر عسقلانی کا قول نقل کیا ہے:

قد اوله القاضي وغيره على	یہ تحقیق قاضی ابوبکر وغیرہ نے ابن مسعود کے
انكار الكتابة كما سبق قال وهو	اس قول کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ وہ لکھنے
تاويل حسن الا ان الرواية	سے انکار کرتے تھے جیساکہ اوپر گزر چکا

الصریحۃ التی ذکرتھا تدفع ذلک حیث جاء فیھا ویقول انما لیستا من کتاب اللہ قال ویمکن حمل لفظ کتاب اللہ علی المصحف فیتم التاویل المذکور۔ (منہ)

ابن حجر نے کہا ہے کہ یہ تاویل اچھی ہے مگر جو صریح روایت میں نے ذکر کی وہ اس تاویل کو دفع کرتی ہے کیونکہ اس میں صاف لفظ ہے کہ ابن مسعود کہتے تھے کہ یہ دونوں سورتیں کتاب اللہ سے نہیں ہیں، ابن حجر نے کہا ہے کہ ممکن ہے کہ کتاب اللہ سے مصحف مُراد لیا جائے تو یہ تاویل کامل ہو جائے گی۔

اس مطلب کی دلیل قطعی یہ ہے کہ خود حضرت عبداللہ ابن مسعود نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے معوّذتین کا منزّل من اللہ ہونا روایت کیا ہے اسی کتاب درّ منثور کی اسی جلد ششم میں حائری صاحب کی منقولہ روایت کے بعد بفاصلۂ چند سطور یہ روایت بھی موجود ہے۔

واخرج الطبرانی فی الاوسط بسند حسن ابن مسعود عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم قال لقد انزل علی ایات لم ینزل مثلھن المعوذتین

طبرانی نے اپنی کتاب معجم اوسط میں عمدہ سند کے ساتھ ابن مسعود سے نقل کیا ہے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا میرے اوپر (فی الحال) کچھ آیتیں نازل ہوئی ہیں جن کے مثل کبھی نازل نہ ہوئی تھیں، یعنے معوّذتین۔

پس جب ابن مسعود رضی اللہ عنہ خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے معوذتین کا منزّل من اللہ ہونا روایت کر رہے ہیں تو ان کے اس قول کا (اگر بالفرض انہوں نے کہا ہو) کہ معوذتین کتاب اللہ سے نہیں ہیں، اس کے سوا کوئی مطلب مُراد لینا قطعًا درست نہیں کہ وہ معوذتین کے داخلِ مصحف ہونے سے انکار

کرتے تھے، اور بس۔

تیسرا لطیفہ یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے انکار معوذتین کی روایت قطعاً و یقیناً موضوع اور جعلی ہے، روایت و درایت دونوں قسم کے دلائل اس روایت کے جھوٹے ہونے کی شہادت دیتے ہیں۔

دلیل اوّل یہ کہ اکابر ائمہ علم حدیث و تفسیر نے اس روایت کا جھوٹا ہونا بیان کیا ہے (۱) امام فخر الدین رازی جن کی تفسیر کبیر سے حائری صاحب نے یہ روایت نقل کی ہے، حائری صاحب کی منقولہ عبارت کے بعد بلا فصل لکھتے ہیں:

واعلم ان هذا فی غاية الصعوبة لانا ان قلنا ان النقل المتواتر كان حاصلا فی عصر الصحابة بكون ذلك من القرآن عنك كان ابن مسعود عالما بذلك فانكاره يوجب الكفر اونقصان العقل وان قلنا ان النقل المتواتر فی هذا المعنى ما كان حاصلا فی ذالك الزمان فهذا يقتضی ان يقال ان نقل القرآن ليس بمتواتر فی الاصل وذالك يخرج القرآن عن كونه حجة

جاننا چاہیئے کہ یہ (یعنی اس روایت کی صحت) نہایت مشکل میں ہے اس لئے کہ اگر ہم کہیں کہ نقل متواتر صحابہ کے زمانہ میں سورۂ فاتحہ اور معوذتین کے قرآن ہونے کی موجود تھی تو اس وقت میں ابن مسعود کو ضرور اس کا علم ہونا چاہیئے تھا لہٰذا ان کا انکار یا تو موجب کفر ہوگا یا دلیل نقصان عقل ہوگا۔ (حالانکہ یہ دونوں باتیں اتنے بڑے فقیہ بلند مرتبہ صحابی کے لئے ناقابل تسلیم ہیں) اور اگر ہم کہیں کہ نقل متواتر معوذتین وغیرہ کے قرآن ہونے کی ابن مسعود کے زمانہ میں نہ تھی

قطعیة والاغلب علی الظن ان نقل ھذا المذھب عن ابن مسعود نقل کاذب باطل۔ تو اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ قرآن اصل میں متواتر نہ رہے گا اور یہ نتیجہ قرآن کو حجت قطعی ہونے سے نکال دے گا (اور یہ قطعاً محال ہے)

اور بہت زیادہ غالب ظن یہ ہے کہ اس قول کا ابن مسعود سے نقل کرنا جھوٹ اور غلط ہے۔

ف حائری صاحب نے ایک ٹکڑا اس پوری عبارت کا نقل کیا اور آگے کا حصہ چھوڑ کر کہدیا کہ تفسیر کبیر سنیوں کی معتبر تفسیر میں بھی یہ روایت موجود ہے' حائری صاحب سے پوچھنا چاہیئے کہ یہ حرکت چوری اور خیانت کے سوا کس لفظ سے تعبیر کی جائے' بھلا درِ منثور میں تو ان کے مخالف روایت چند سطور کے فاصلہ سے ہے جس کی بابت وہ یہ عذر کر سکتے ہیں کہ میں نے درِ منثور کا پورا صفحہ نہیں دیکھا تھا مگر تفسیر کبیر میں تو ایک لفظ بلکہ ایک حرف کا بھی فاصلہ نہیں بالکل لاتقربوا الصّلوٰۃ والی مثال ہے' اگر مذہب شیعہ میں اس قسم کی قابل شرم کارروائیاں جائز نہیں ہیں تو دیکھنا ہے کہ شیعانِ پنجاب اپنے سرکار شریعت مدار کے ساتھ کیا کرتے ہیں۔

(۲) امام نووی شارح صحیح مسلم اپنی کتاب شرح المہذّب میں لکھتے ہیں:

اجمع المسلمون علی ان المعوذتین والفاتحۃ من القراٰن وان من جحد منھا شیئا کفر وما نقل عن ابن مسعود باطل لیس بصحیح (اتقان ص۹۰) مسلمانوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ معوذتین اور سورۂ فاتحہ قرآن سے ہیں اور اس بات پر بھی اجماع ہے کہ جو شخص سورۂ فاتحہ یا معوذتین کا انکار کرے' وہ کافر ہے اور ابن مسعود سے (اس کے خلاف) جو کچھ منقول ہے' وہ صحیح نہیں ہے۔

(۳) علامہ ابن حزم اپنی کتاب محلّٰی میں لکھتے ہیں، جیسا کہ ان سے صاحب اتقان نے نقل کیا ہے:

ھذا کذب علی ابن مسعود و	انکار معوّذتین ابن مسعود پر افترا و جعل
موضوع وانما صح عنه قراءة	ہے، ابن مسعود سے یہ چیز صحت کے ساتھ منقول
عاصم عن زرّ عنه وفیها المعوذتان	ہے وہ عاصم کی قرأت ہے عاصم زر ابن جیش سے
والفاتحة۔ (اتقان ص۷۹)	وہ ابن مسعود سے روایت کرتے ہیں اور قرأت

میں معوّذتین بھی ہیں اور سورۂ فاتحہ بھی۔

نیز یہی علامہ ابن حزم اپنی کتاب الفصل فی الملل والنحل جلد ثانی صفحہ ۷۷ میں لکھتے ہیں:

واما قولهم ان مصحف عبد الله	باقی رہا لوگوں کا یہ کہنا کہ عبد اللہ ابن مسعود
ابن مسعود خلاف مصحفنا فباطل	کا مصحف ہمارے مصحف کے خلاف تھا تو یہ
وکذب وافك مصحف عبد الله	بالکل غلط، جھوٹ اور بہتان ہے عبد اللہ
ابن مسعود انما فیه قرأته بلاشک	بن مسعود کا مصحف بلاشبہ وہی ہے جس میں
وقرأته هي قرأة عاصم المشهورة	ان کی قرأت تھی، اور ان کی قرأت وہی عاصم کی
عند جمیع اهل الاسلام فی شرق	قرأت ہے جو تمام مسلمانوں میں مشہور ہے دنیا کی شرق
الدنیا وغربها فقرأنها کما ذکرنا	میں بھی اور مغرب میں بھی ہم لوگ اس کو اب بھی

پڑھتے ہیں جیسا کہ ہم نے بیان کیا۔

(۴) علامہ بحر العلوم فرنگی محلی شرح مسلم الثبوت میں لکھتے ہیں کہ:

فنسبته انکار کونهما من القرآن	ابن مسعود کی طرف سے اس کے قرآن ہونے کا

الیہ غلط فاحش ومن اسند الانکار الی ابن مسعود فلا یعبأ بسندہ عند معارضۃ ھذہ الاسانید الصحیحۃ بالاجماع والمتلقاۃ بالقبول عند العلماء الکرام بل والامۃ کانہ کلھا فظھر ان نسبۃ الانکار الی ابن مسعود باطل

انکار منسوب کرنا صریح غلطی ہے، جس نے یہ انکار ابن مسعود کی طرف منسوب کیا ہے اس کی سند لائق توجہ نہیں جب اس کے خلاف یہ صحیح سندیں موجود ہیں جن پر اجماع ہے اور جن کو علمائے کرام نے بلکہ تمام امت نے قبول کیا ہے، پس صاف طور پر معلوم ہوگیا کہ ابن مسعود کی طرف انکار منسوب کرنا بالکل غلط ہے۔

یہ چار اقوال علمائے کرام کے اس مقام پر کافی ہیں جن میں دو روایت میں اعلیٰ پایہ رکھتے ہیں اور دو درایت میں۔

دلیل دوم قرآن مجید کی متواتر سندیں مسلمانوں کے پاس موجود ہیں، جن کا سلسلہ بواسطہ صحابہ کرامؓ کے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتا ہے جن میں متعدد سندیں بواسطہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے ہیں، اور متعدد سندیں بواسطہ حضرت عثمان ذی النورین و حضرت علی مرتضیٰ کے ہیں اور متعدد سندیں بواسطہ حضرت ابی بن کعب کے ہیں اور ان تمام سندوں میں بے کم و کاست بلا اختلاف یہی قرآن مجید منقول ہے جو خدا کے انعام سے ہمارے سینوں اور سفینوں میں نسلاً بعد نسلٍ متوارث چلا آرہا ہے، اس میں سورۂ فاتحہ بھی ہے معوذتین بھی ہیں، لہٰذا قطعاً و یقیناً معلوم ہوا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود کو سورۂ فاتحہ یا معوذتین کے نہ قرآن ہونے سے انکار تھا، نہ مصحف میں ان کی کتابت کو منع کرتے تھے بلکہ وہ ہمیشہ اسی قرآن شریف کا درس دیتے رہے۔

زیادہ نہ ہو سکے تو نمونہ کے طور پر صرف قرائے سبعہ کی سندیں جو شرقاً غرباً متداول ہیں اور اہلسنت کے پاس بکثرت موجود ہیں مطالعہ کر لی جائیں، یہ قرائے سبعہ فلک اسلام کے بدور سبعہ کہے جاتے ہیں، ان میں سے ایک قاری مدینہ منورہ کے ہیں، نام ان کا نافع ہے اور ایک مکہ معظمہ کے ہیں نام ان کا عبداللہ بن کثیر ہے اور ایک بصرہ کے ہیں نام ان کا ابو عمرو ماذنی ہے اور ایک دمشق کے ہیں نام ان کا عبداللہ بن عامر ہے اور تین قاری خاص کوفہ کے ہیں وہی کوفہ جو حضرت عمرؓ کے وقت سے حضرت عبداللہ بن مسعود کا دار التعلیم تھا اور آخر میں حضرت علی مرتضیٰ کا دار الخلافت بنا وہی کوفہ ہمارے امام اعظم امام ابو حنیفہؒ کا مولد منشا اور درس گاہ تھا، قال الولی الشاطبی ؎

وبالکوفۃ[1] الغراء منہم ثلاثۃ   اذاعوا فقد ضاعت شذًا وقرنفلا

کوفہ کے ان تینوں قاریوں کے نام نامی عاصم[1]، حمزہ[2]، کسائی ہیں، (امام النحو) اس جگہ بخیال طول، ان ساتوں میں سے بھی صرف ان تین قرائے کوفہ کی بعض سندیں درج کی جاتی ہیں۔

حضرت عاصمؒ نے پورا قرآن شریف حرفاً حرفاً پڑھا، عبداللہ بن حبیب ابو عبدالرحمن سلمی اور زر بن حبیش سے، عبداللہ بن حبیب ابو عبدالرحمن سلمی نے پورا قرآن شریف حرف بحرف پڑھا، حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ سے اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے اور حضرت ابی بن کعب سے اور حضرت زید بن ثابت سے، اور

---

[1] ترجمہ: اور کوفہ میں تین قاری تھے، جنھوں نے قرآن کی اشاعت کی اور کوفہ عود اور قرنفل کی سی خوشبو سے مہکنے لگا۔ [2] کنیت ابو بکر تابعی ہیں، ۱۲۷ھ میں وفات پائی ۱۲۔

زربن حبیش نے منجملہ ان پانچ صحابیوں کے، حضرت عثمانؓ اور حضرت ابن مسعودؓ سے پورا قرآن شریف حرف بحرف پڑھا اور ان حضرات نے پورا قرآن مجید حرف بحرف پڑھا رسول رب الجلیل صاحب الوحی والتنزیل صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت حمزہؒ نے پورا قرآن شریف حرف بحرف پڑھا بہت بزرگوں سے جن میں سے چار کے نام یہ ہیں:

حضرت صادق[1]، اعمش[2]، محمد بن[3] ابی لیلیٰ قاضی، حمران بن اعین[4]

اور حضرت جعفر نے پورا قرآن مجید پڑھا اپنے والد حضرت محمد الباقر سے انھوں نے اپنے والد حضرت علی بن حسین (زین العابدین) سے انھوں نے اپنے والد حضرت حسین (شہید کربلا) سے انھوں نے اپنے والد حضرت علی مرتضیٰ سے۔

اور اعمش نے پورا قرآن مجید پڑھا، یحییٰ ابن ذباب سے انھوں نے علقمہ اور اسود اور زربن حبیش اور ابو عبدالرحمٰن سلمی اور عبید بن فضلہ سے، ان سب نے حضرت عبداللہ بن مسعود سے اور محمد بن ابی لیلیٰ نے پورا قرآن مجید پڑھا ابوالمنہال سے انھوں نے سعید بن جبیر سے انھوں نے حضرت عبداللہ بن عباس سے انھوں نے حضرت ابی بن کعب سے، اور حمران بن اعین نے پورا قرآن مجید پڑھا، ابوالاسود سے انھوں نے حضرت عثمانؓ و حضرت علیؓ سے

اور ان چاروں صحابیوں (یعنی حضرت علی، حضرت ابن مسعود، حضرت ابی بن کعب، حضرت عثمان) نے پورا قرآن شریف پڑھا، حبیب رب العالمین رسول صادق امین صلی اللہ علیہ وسلم سے۔

---

[1] سنہ ھ میں بعہد عبدالملک پیدا ہوئے اور سنہ ھ میں وفات پائی۔ ۱۲

حضرت کسائیؒ[1] نے پورا قرآن مجید حضرت حمزہ اور عیسیٰ بن عمر وغیرہما سے پڑھا حضرت حمزہ کی سند اوپر مذکور ہو چکی، باقی رہے عیسیٰ بن عمر، انھوں نے پورا قرآن مجید پڑھا طلحہ بن مصرف سے، انھوں نے ابراہیم نخعی سے، انھوں نے علقمہ سے انھوں نے حضرت عبداللہ بن مسعود سے، انھوں نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے۔

دیکھو، ان تینوں قاریوں نے اسی قرآن شریف کو جس طرح حضرت عثمانؓ حضرت علی، حضرت ابی بن کعب سے روایت کیا اسی طرح حضرت عبداللہ بن مسعود سے بھی روایت کیا اور کوئی اختلاف ان کا یا کسی کا کسی لفظ کے متعلق نقل نہیں کیا معلوم ہوا کہ اختلاف کی روایتیں محض بے بنیاد اور کسی دشمن قرآن کی خانہ زاد ہیں

"کوئی معشوق ہے اس پردۂ زنگاری میں"

ہاں فروعی اختلافات البتہ صحابہ کرام میں تھے اور وہ اب تک ہیں اور وہ سب مختلف قرأتیں لوح محفوظ سے اتری تھیں اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم دی ہیں۔

دلیل سوم حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے اعلم و افضل اصحاب سے ہیں اور بہت سے بے نظیر فضائل و کمالات میں بہت سے صحابہؓ میں ممتاز ہیں، سوا شیخین رضی اللہ عنہما کے بالتخصیص اگر کسی صحابی کو آپؐ نے اپنی امت کا مقتدا بنایا ہے تو وہ عبداللہ بن مسعودؓ ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی نسبت فرمایا امرکم ابن ام عبد فخذ وہ یعنی عبداللہ

---

[1] کسائی لقب ہے اس وجہ سے کہ انھوں نے احرام حج کا کسا یعنی کمبل اوڑھ کر باندھا، نام علی بن حمزہ کنیت ابوعلی ستر برس کی عمر پائی ۱۸۹ھ بعہد ہارون رشید وفات پائی ۱۲۔

بن مسعود تم کو جس بات حکم دیں، اس پر عمل کرو، اور فرمایا رضیت لامتی مارضی لها ابن ام عبد وسخطت لها ما سخط لها ابن ام عبد یعنی میں نے اپنی امت کے لئے اس چیز کو پسند کیا، جس کو ابن مسعود پسند کریں، اور میں نے اپنی امت کے لئے اس چیز کو ناپسند کیا جس کو ابن مسعود ناپسند کریں۔ حضرت عمرؓ جب ان کو دیکھتے تو فرماتے کنیف ملئ علما، ایک ظرف ہے علم سے لبریز، حضرت علیؓ نے ان کے متعلق فرمایا قرأ القرآن وعلم السنّة وکفی بذلك یعنی انہوں نے قرآن پڑھ لیا ہے اور سنت کا علم حاصل کر لیا ہے اور اسی قدر کافی ہے، ترمذی میں ہے:

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم	نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمسک کرو
تمسکوا بعهد ابن ام عبد	یعنی بکوشش عمل کرو عبداللہ بن مسعود کے حکم پر

نیز ترمذی میں ہے:

قال النبی صلے اللہ علیہ وسلم	نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میں کسی
لو کنت اؤمّر احدا من غیر مشورة	کو بغیر مشورہ سردار بناتا تو عبداللہ بن مسعود کو،
لامرت ابن ام عبد	بناتا۔

معلوم ہوا کہ ان میں سردار اور پیشوا بننے کی قابلیت ایسی یقینی تھی کہ حاجت مشورہ کی نہ تھی۔ روایت حدیث میں بھی ان کے واجب الاعتماد ہونے کا حکم دیا گیا۔ ترمذی میں ہے:

قال النبی صلے اللہ علیہ وسلم	نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جو حدیث تم سے
ما حدثکم ابن مسعود فصدقوا	عبداللہ بن مسعود بیان کریں اس کی تصدیق کرو،

اور قرأت قرآن میں تو خصوصیت کے ساتھ آپ نے ان کو اپنی اُمت کا

استاد واجب الاطاعت قرار دیا، ترمذی میں ہے:

عن حذیفۃ قال النبی صلے اللہ علیہ وسلم ما اقراکم عبد اللہ فاقرؤا	حضرت حذیفہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عبد اللہ بن مسعود تم کو قرآن جس طرح پڑھائیں اُسی طرح پڑھو۔

صحیح بخاری میں ہے:

قال النبی صلے اللہ علیہ وسلم استقرؤ االقرآن من اربعۃ من عبد اللہ بن مسعود و سالم مولی ابی حذیفۃ، و ابی بن کعب و معاذ بن جبل۔	نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قرآن چار شخصوں سے پڑھو عبد اللہ بن مسعود سے اور سالم مولائے حذیفہ اور ابی بن کعب اور معاذ بن جبل (رضی اللہ عنہم اجمعین) سے۔

حضرت شیخ ولی اللہ محدث دہلوی ازالۃ الخفا صفحہ ۱۸۵ (دوم) میں فرماتے ہیں:

فاعلم ان عبد اللہ بن مسعود من کبار الصحابۃ ومن بشرہ النبی صلے اللہ علیہ وسلم ببشارات عظیمۃ واستخلفہ فی امتہ بعدہ فی قراءۃ القرآن والفقہ والموعظۃ وکان من اکرم الصحابۃ بصحبۃ النبی صلے اللہ علیہ وسلم وخدمتہ	جاننا چاہیئے کہ عبد اللہ بن مسعود اکابر صحابہ میں سے اور ان لوگوں میں سے ہیں جن کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عظیم الشان خوشخبریاں دیں اور ان کو اپنی امت پر اپنے بعد قرآن شریف کو پڑھانے اور فقہ کی تعلیم اور وعظ میں اپنا جانشین بنایا اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی صحبت اور آپ کی خدمت کی بزرگی تمام صحابہ ان میں زیادہ تھی

اسرار الانوار میں ہے:

كان بالكوفة وله اربعة الالف تلميذ يتعلمون بين يديه حتى روى انه لما اقدم علی رضی الله عنه الكوفة خرج عبد الله بن مسعود مع اصحابه حتى سدوا الافق فلما راهم علی رضی الله عنه قال ملأت هذه القرية علما وفقها۔

جب عبداللہ بن مسعود کوفہ میں تھے تو ان کے چار ہزار شاگرد تھے جو ان کے سامنے بیٹھ کر علم حاصل کرتے تھے، یہاں تک کہ روایت ہے کہ جب حضرت علی رضی اللہ کوفہ میں آئے تو عبداللہ بن مسعود اپنے شاگردوں کو ساتھ لیکر پیشوائی کے لئے گئے اس مجمع نے آسمان کا کنارہ بھر دیا جب حضرت علیؓ نے اس مجمع کو دیکھا تو حضرت ابن مسعود سے فرمایا کہ آپ نے اس بستی کو علم اور فقہ سے لبریز کر دیا۔

علامہ ابن قیم اعلام الموقعین میں لکھتے ہیں:

قال مسروق شاممت اصحاب محمد صلے الله عليه وسلم فوجدت علمهم انتهى الى ستة الى علی وعبد الله بن مسعود وعمر بن الخطاب وزيد بن ثابت وابی الدرداء وابی بن كعب ثم شاممت الستة فوجدت علمهم انتهى الى علی وعبد الله۔

مسروق کہتے ہیں کہ میں نے اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا موازنہ کیا تو معلوم ہوا کہ تمام صحابہ کا علم چھ کے پاس جمع ہے، حضرت علیؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت عمر بن الخطابؓ، حضرت زید بن ثابتؓ، حضرت ابو الدرداءؓ، حضرت ابی بن کعبؓ پھر ان چھ کا موازنہ کیا تو معلوم ہوا کہ ان سب کا علم حضرت علی اور حضرت ابن مسعود کے پاس جمع ہے۔

نیز اسی کتاب میں ہے:

قال محمد بن جرير لم يكن احد له

محمد بن جریر کہتے ہیں کہ صحابہ میں کوئی نہ تھا

اصحاب معروفون حررواوفتیاه	جس کے شاگرد ایسے نامور ہوں اور اس کے
ومن اھبہ فی الفقۃ غیرابن مسعود	فتووں کو اور اس کے فقہی اجتہادات کو انہوں نے لکھا ہو، سوا ابن مسعود کے۔

ان احادیث اور اقوال سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے متعلق سات باتیں معلوم ہوئیں (۱) آنحضرت علیہ السّلام نے ان کو اپنی امت کا مقتدا پسندیدہ فرمایا ان کے احکام کی اطاعت واجب کردی (۲) آپ نے ان کی روایت کی تصدیق کا حکم دیا (۳) آپ نے ان کو قرأتِ قرآن میں استادی کی سند دی (۴) تمام صحابہ کے علم کے خزائن جن دو صحابیوں کے پاس تھے ان میں سے ایک وہ ہیں (۵) صرف کوفہ میں بیک وقت ان کے چار ہزار شاگرد تھے (۶) ان کے سوا کسی صحابی کے شاگرد اس قدر نامور لوگ نہیں ہوئے (۷) ان کے فتوے اور فقہی اجتہادات ان کے شاگرد قلمبند کرتے تھے، کسی دوسرے صحابی کے لئے ایسا اہتمام نہیں کیا گیا

حضرت ابن مسعود کی اس جلالتِ شان کو دیکھ کر کیا عقل سلیم اس بات کو باور کرسکتی ہے کہ "حضرت ممدوح جو معوّذتین[1] یا سورۂ فاتحہ کے قرآن ہونے سے یا مصحف میں لکھنے سے انکار کرتے اور ان کا انکار' ان کے ہزاروں شاگردوں میں سے صرف تین شاگرد روایت کرے اور کسی چوتھے کو اس کی خبر نہ ہوئی اور یہ تین شاگرد بھی وہ جن سے متواتر سندوں کے ساتھ اس انکار کے خلاف کی روایت نقل کی گئی ہے اور پھر وہ انکار اس طرح گمنامی اور کس مپرسی کی حالت میں پڑا رہتا' امت میں سے ایک متنفس بھی ان کا ہم خیال نہ بنتا نہ معوّذتین و سورۂ فاتحہ کی قرآنیت میں کسی کو شک پیدا ہوتا، نہ دین کی اتنی بڑی اصل عظیم یعنی قرآن کے

[1] حاشیہ (اگلے صفحہ پر)

انکار کی وجہ سے ابن مسعود پر کوئی بدنامی آتی۔"

یہ وہ باتیں ہیں جن کو زمانہ کبھی تسلیم نہیں کرسکتا ولنعم ماقیل ؎

احقّ شیئٍ یود ماتخالفہ ۔۔۔۔ شھادۃ الدھر فاحکم صنعۃ الجدل[1]

یقیناً اگر ابن مسعود منکر ہوتے تو ان دو باتوں میں سے ایک بات ضرور ہوتی یا تو ان سورتوں کی قرآنیت مختلف فیہ ہوجاتی اور صحابہ سے لے کر اس وقت تک ہر زمانہ میں ایک بڑی جماعت ان سورتوں کے قرآنیت کی منکر رہتی، ابن مسعود کے ہزاروں شاگرد ان کے انکار کو روایت کرتے اور وہ محدثین کی تمام یا اکثر ملتزم الصحۃ کتابوں میں ملتیں اور یا ابن مسعود اس انکار کی وجہ سے اس قدر بدنام ہوتے کہ نہ صرف ان کی تفسیق بلکہ تکفیر تک نوبت پہنچتی اور صحابہ و تابعین کی زبانوں پر ان کی عظمت و جلالت کا ایک لفظ بھی نہ آتا اور جب کہ ان دونوں باتوں میں سے ایک بات بھی نہ ہوئی تو بالیقین معلوم ہوا کہ انکار معوذتین کی روایت جعلی ہے یعنی روایت کو اصطلاح محدثین میں معلول کہتے ہیں۔

دلیل چہارم یہ کہ گو عام طور پر یہ خیال لوگوں میں شہرت پاچکا ہے اور بعض روایات کے ظاہری الفاظ سے بھی ایسا وہم ہوتا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں قرآن شریف مجموع و مرتب نہ تھا، حضرت ابوبکر صدیق کے

(پچھلے صفحہ کا حاشیہ) انکار معوذتین کے راوی حضرت عبداللہ بن مسعود سے صرف تین شخص بیان کئے گئے ہیں۔ علقمہ[1]، زر بن حبیش[2]، ابو عبدالرحمن سلمی اور یہ تینوں قراء سبعہ کی اسانید متواترہ حضرت عبداللہ بن مسعود سے پورا قرآن شریف مع معوذتین کے روایت کررہے ہیں جیسا کہ دلیل دوم میں بیان ہوا

[1] ترجمہ: ہر چیز سے زیادہ رد کرنے کے قابل وہ چیز ہے جس کے خلاف زمانہ شہادت دے پس مناظرہ کی ہوس کرنے والے مناظرہ کو اچھی طرح سے پکا باندھ سکے"

عہدِ خلافت میں یہ کام ہوا مگر پھر بھی اس کی اشاعت نہیں ہوئی اور حضرت عمرؓ کو بھی اپنے زمانۂ خلافت میں اس کی اشاعت کا موقع نہ ملا، حضرت عثمانؓ نے ۲۵ھ میں رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے پندرہ برس بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ کے جمع کئے ہوئے قرآن کی نقلیں کراکر تمام ممالک اسلامیہ میں شائع کیں، پہلے اس حقیر راقم سطور کا خیال بھی تقلیدی طور پر ایسا ہی تھا، چنانچہ النجم کے مناظرۂ حصۂ اوّل میں، میں نے ایسا ہی لکھا ہے، مگر اس کے بعد نور توفیق نے مدد کی، اور تحقیق کا دروازہ کھلا، بے شمار دلائل عقلیہ فطریہ اور براہین نقلیہ نے میرے خیال سابق کو محو کر دیا اور روزِ روشن کی طرح یہ بات ظاہر ہوگئی کہ خود رسول رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آپ کے اہتمام سے قرآن شریف کی جمع و ترتیب کا کام نہایت کامل طریقہ سے ہو چکا تھا اور اس کی اشاعت بھی خود آپ ہی کے سامنے ہو چکی تھی، جس وقت آپ نے رفیق اعلیٰ کی طرف رحلت کی تو بے شمار سینوں اور سفینوں میں پورا قرآن شریف محفوظ کر گئے تھے۔ تواتر قرآن کا سلسلہ جو آپ کے سامنے شروع ہوا، وہی سلسلہ اسی شان کے ساتھ اب تک چلا آرہا ہے اور انشاء اللہ قیامت تک رہے گا، پھر یہ بھی معلوم ہوا کہ محققین سابقین سے بھی اس کی تصریح منقول ہے اور کوئی صحیح روایت بھی اس تحقیق کی مزاحمت نہیں کرتی۔

اس تحقیق کے بیان کرنے کے لئے ایک مستقل تصنیف کی حاجت ہے جس کو ایک حد تک میرے ایک فاضل دوست نے اپنی کتاب تاریخ القرآن میں پورا کیا ہے اور یہ کتاب کئی سال ہوئے چھپ گئی ہے من شاء فلیطالعہ اگر عنایت ایزدی نے مدد کی تو یہ ناچیز بھی عنقریب اس موضوع پر کتاب لکھے گا۔ واللہ

ولی التوفیق وھو الھادی الی سواء الطریق۔

پس جب کہ قرآن شریف اسی ہیئت کذائی کے ساتھ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے اہتمام سے آپ کی نظر مبارک کے سامنے جمع ہو چکا تھا تو اس میں کسی قسم کا اختلاف نہ حضرت عبداللہ بن مسعود کر سکتے تھے، نہ کوئی اور صحابی نہ کوئی صحابی اس مصحف کے خلاف اپنا مصحف مرتب کر سکتا تھا۔ لہٰذا حضرت ابن مسعودؓ سے انکار معوذتین کا سرزد ہو جانا قطعاً ناممکن بات ہے اور انکار کی روایت ان سے یقیناً غلط ہے۔

اب ایک ذرا سی بات باقی رہ گئی کہ شیخ الاسلام حافظ ابن حجر عسقلانی نے انکار معوذتین کی روایت کو صحیح کہا ہے اور ان کی تقلید کر کے اور بھی دو ایک علماء نے اس کی تصحیح کی ہے لیکن اس کافی تحقیق کے بعد اب اس کے جواب دینے کی حاجت نہ رہی اور اصل یہ ہے کہ جو روایت کسی علت معنوی کی وجہ سے مقدوح ہوتی ہے، بسا اوقات اس کی جرح و تعدیل میں محدثین کا اختلاف ہو جاتا ہے کسی کا ذہن اس علت تک پہنچ جاتا ہے اور وہ اس روایت پر قدح کر دیتا ہے اور کسی کی سمجھ میں وہ علت نہیں آتی اور وہ اس روایت کو صحیح کہہ دیتا ہے۔

نمبر پنجم عبارت منقولۂ بالا کے بعد حائری صاحب رقم طراز ہیں:

تفسیر درمنثور مطبوعہ مصر جلد ششم صفحہ ۴۵۸ سطر ۵ میں امام سیوطی نے لکھا ہے۔ سعید بن منصور احمد عبد بن حمید بخاری، مسلم ترمذی، نسائی، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن مردویہ نے علقمہ سے روایت کی ہے انه قدم الشام فجلس الی ابی الدرداء فقال له ابو الدرداء ممن انت قال من اهل الكوفة قال كيف سمعت عبد الله يقرأ والليل اذا يغشى قال علقمة والذكر والانثى فقال ابو الدرداء اشهد انی سمعت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ھکذا وھؤلاء یریدنی علی ان اقرا ماخلق الذکر والانثیٰ واللہ لا اتابعھم انتھی بلفظہ
یعنے علقمہ ایک مرتبہ شام میں آیا اور ابو الدرداء کے پاس بیٹھا اُنھوں نے پوچھا کہ تم کن لوگوں میں سے ہو، علقمہ نے کہا کہ میں اہلِ کوفہ سے ہوں، پس ابو الدرداء نے کہا تم نے عبد اللہ کو سورۂ والیل اذا یغشیٰ کس طرح پڑھتے سنا ہے، علقمہ نے کہا میں نے بجائے وماخلق الذکر والانثیٰ کے والذکر والانثیٰ پڑھتے سنا ہے، پس ابو الدرداء نے کہا کہ میں شہادت دیتا ہوں کہ میں نے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو بھی یہی پڑھتے سنا ہے لیکن یہ لوگ چاہتے ہیں کہ میں وماخلق الذکر والانثیٰ پڑھوں، بخدا میں ہرگز ان کی متابعت نہ کروں گا

الجوابُ بعون الملکِ الوہّابُ

اس روایت سے بھی حائری صاحب کا مقصد کسی طرح حاصل نہیں ہوتا یعنی یہ ثابت نہیں ہوتا کہ لفظ وماخلق جو قرآن شریف میں سورۂ والیل میں ہے کلام الٰہی نہیں ہے بلکہ کسی شخص کی بڑھائی ہوئی ہے کیونکہ:

اوّلاً اس روایت میں صرف اسی قدر تذکرہ ہے کہ علقمہ نے عبد اللہ بن مسعود کو والذکر والانثیٰ پڑھتے ہوئے سنا ماخلق پڑھتے ہوئے نہیں سنا اور یہ کہ حضرت ابو الدرداء نے کہا کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو والذکر والانثیٰ پڑھتے ہوئے سنا ہے لہٰذا میں وماخلق الذکر والانثیٰ نہ پڑھوں گا، اس سے زیادہ اور کوئی بات اس روایت میں نہیں ہے لفظ ماخلق کے کلام الٰہی ہونے کی نفی نہ عبد اللہ بن مسعود نے کی نہ ابو الدرداء نے، رہا حضرت ابو الدرداء کا اس کے پڑھنے سے انکار کرنا تو اس انکار کی وجہ یہ ہے کہ صحابۂ کرام کی عادت یہ تھی کہ جو تعلیم کسی

صحابی کو بلا واسطہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے مل جاتی وہ اس تعلیم پر نہایت مضبوطی سے قائم رہتے تھے، کسی طرح ترک نہ کرتے تھے، اگرچہ کتنے ہی قابلِ وثوق و معتبر ذرائع سے اس کے خلاف دوسری تعلیم رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ان تک پہنچ بھی جاتی اور ایسا ہی ہونا بھی چاہیئے تھا۔

"شنیدہ کے بود مانند دیدہ"

اسی کو اختلاف قرأت کہتے ہیں لہٰذا اس روایت سے صرف اس قدر معلوم ہوا کہ یہ آیت دونوں قرأتوں کے ساتھ نازل ہوئی اور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے دونوں قرأتیں صحابہ کو تعلیم دی ہوں کسی کو یہ کسی کو وہ، حضرت ابو الدرداء اور حضرت ابن مسعود کو صرف والذکر والانثیٰ کی تعلیم دی، دوسروں کو وما خلق الذکر والانثیٰ کی، اس قسم کا اختلاف نسخ دوسرے مصنفین کی کتب میں بھی ہوتا ہے اور جو اختلاف نسخ خود مصنف کا مجوزہ ہوتا ہے، اس کو کتاب کی غلطی یا کمی بیشی نہیں کہا جاتا، کما لا یخفیٰ۔

ثانیاً اس روایت میں بھی وہی خرابی موجود ہے جو روایت سابقہ میں تھی یعنی یہ کہ یہ روایت دوسری روایات متواترہ کے خلاف ہے، قرائے کوفہ کی سندوں میں حضرت ابن مسعود سے اسی قرآن شریف کو روایت کر رہے ہیں۔

اس کے علاوہ بعض دوسری خرابیاں بھی جو اوپر مذکور ہوئیں، اس روایت میں بھی موجود ہیں، لہٰذا قطعاً و یقیناً یہ روایت من حیث السند شاذ ہوگئی اور من حیث المتن تو بالکل ساقط از اعتبار، یہی وجہ ہے کہ ائمہ قرأت نے والذکر والانثیٰ کو قرأتِ شاذہ میں شمار کیا ہے اور تمام امت کا اس بات پر اجماع ہے کہ اگر نماز میں قصداً کوئی شخص اس قرأت کو پڑھے تو اس کی نماز نہ ہوگی۔

یہاں تک تو حائری صاحب کی پیش کی ہوئی روایت کا مفصل جواب

دیا گیا، لیکن اب زیادہ تفصیل بے ضرورت ہے بلکہ اب کچھ نہ لکھا جائے تو بھی کافی ہے فان الغرفة تنبئ عن الغدیر والقلیل یدل علی الکثیر[۱] لہذا اب ہم بقیہ تمام روایات کو نمبر ششم میں جمع کئے دیتے ہیں، سوا خرابیٔ ترتیب کے کہ اس کو ذرا تفصیل کے ساتھ نمبر ہفتم میں بیان کریں گے۔ اور جو کچھ فضولیات باقی رہ گئی ہیں ان کا نمونہ نمبر ہشتم میں دکھائیں گے اور انھیں تینوں نمبروں پر انشاء اللہ یہ بحث ددم تمام ہو جائے گی۔

نمبر ششم عبارت منقولہ بالا کے بعد حائری صاحب نے حسب ذیل اکیس[۲۱] مواقع تحریف کے اور پیش فرمائے ہیں:

اوّل سورۂ احزاب کے متعلق جس کا شافی وکافی جواب مع شیٔ زائد النجم کے مناظرہ حصہ اول[۲] میں اکیس سال ہوئے چھپ چکا اور جواب الجواب نہ ہوا نہ ہو سکتا ہے۔

---

[۱] ترجمہ: ایک چلو پانی پورے حوض کی حالت بتا دیتا ہے اور تھوڑی چیز بہت چیز کا نمونہ ہوتی ہے۔"

[۲] خلاصہ اس جواب کا یہ ہے کہ ان روایات میں سورۂ احزاب کی آیتوں کا نکال ڈالا جانا یا تحریف کیا جانا مذکور نہیں ہے بلکہ صرف یہ بیان ہے کہ اس سورت میں دو سو آیتیں تھیں مگر حضرت عثمانؓ اس سے زائد آیتوں کے لکھنے پر قادر نہ ہوئے جتنی کہ اب موجود ہیں، قادر نہ ہونے کی وجہ بھی دوسری روایات میں بیان ہوئی جن کو حائری صاحب نے نقل نہیں کیا۔ چنانچہ درمنثور ہی میں صحیح بخاری سے نقل کیا ہے کہ حضرت حذیفہ کہتے ہیں، وہ آیتیں ہم بھول گئے، پھر کہیں نہ ملیں یعنی کسی کو یاد نہ رہیں، قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ نے ایسے نسیان عام کو نسخ کی علامت قرار دے دیا ہے قولہ تعالیٰ سنقرئك فلا تنسٰی الا ما شاء اللہ وقولہ تعالیٰ ما ننسخ من اٰیة او ننسها اسی وجہ سے تمام علمائے اہلسنت نے اس روایت کو منسوخ کی مثال میں پیش کیا ہے، ایک متنفس نے بھی اس سے تحریف کا مضمون نہیں سمجھا۔ حائری صاحب نے اتقان سے اس روایت کو نقل کیا ہے، اتقان میں بھی یہ روایت منسوخ کی مثال میں لائی گئی ہے مگر حائری صاحب

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

دوم سورہ توبہ[1] کے متعلق اس کا جواب بھی مناظرہ حصہ اوّل میں موجود ہے، درِّ منثور کی عبارت نقل کرنے میں اس موقع پر ایک ناقابل معافی خیانت[2] کی ہے۔

(حاشیہ گزشتہ سے آگے) ۔ ازراہِ خیانت اس کا پتہ نہیں دیا، طرّہ یہ کہ علمائے شیعہ نے بھی سورۂ احزاب کی روایتوں کو نسخ پر محمول کیا ہے، ——— ایک لطیفہ یہ بھی ہے کہ حائری صاحب نے لم یقدر کا ترجمہ بجائے اس کے کہ حضرت عثمان قادر نہ ہوئے، یہ لکھا ہے کہ حضرت عثمان نے اسی قدر آیتیں لکھیں، لاحول ولا قوۃ، اس قسم کی فریبی کارروائیاں کر کے لوگوں کے ایمان کی رہزنی کریں اور پھر اپنے کو مسلمان کہیں ۱۲

[1] خلاصہ اس جواب کا یہ ہے کہ سورۂ توبہ کی روایات میں بھی کہیں تحریف کا ذکر نہیں بلکہ دوسری روایات میں صاف نسخ کا لفظ موجود ہے، معالم التنزیل میں ہے قال عبد اللہ بن عباس نزل اللہ تعالی ذکر سبعین رجلا من المنافقین باسمائھم واسماء ابائھم ثم نسخ ذکر الاسماء رحمۃ اللمومنین لئلا یعیرون بعضھم بعضا لان اولادھم کانوا مومنین یعنی عبداللہ ابن عباس فرماتے ہیں کہ سورۂ توبہ میں ستر منافقوں کی مذمت نام بنام بقید ولدیت نازل ہوئی تھی مگر بعد میں نام منسوخ کر دیئے گئے کیونکہ ان منافقوں کی اولاد مومن تھی تاکہ آپس میں ایک دوسرے کو عار نہ دلائیں ۔ مگر حائری صاحب نے اس روایت کا ذکر نہ کیا، رہا یہ کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ تمام صحابہ کی فضیحتیں اس میں تھیں، یہ حائری صاحب کا طبع زاد مضمون ہے۔ حضرت عمرؓ کی روایات میں تو صرف یہ ہے کہ گمان ہوا کہ کوئی نہ بچے گا جس کے بارے میں کچھ نہ کچھ نازل نہ ہو گمان کی لفظ صاف بتا رہی ہے کہ ایسا ہوا نہیں ورنہ کہتے کہ کوئی بچا نہیں اور چونکہ اس وقت منافق بھی صحابہ میں ملے جلے تھے اس لئے منافقوں کی مذمت سے یہ اندیشہ ہوا، نیز مذمت اور فضیحت اور چیز ہے اور مصلحانہ عتاب اور شے ہے مصلحانہ عتاب تو قرآن مجید میں سید الانبیاء پر بھی ہیں۔ دیکھو سورۂ عبس اور یہ عتاب بجائے خود دلیل نبوت ہے[2] وہ خیانت یہ ہے کہ درِّ منثور جلد سوم صفحہ ۲۰۸ مطبوعہ مصر سے حضرت حذیفہ کی روایت میں یہ الفاظ نقل کئے ہیں واللہ ما ترکنا احدا الا قالت منہ، اور ترجمہ یہ کیا ہے کہ خدا کی قسم ہم صحابہ میں سے ایک بھی نہیں چھوٹا جس کے متعلق کوئی ذکر کوئی آیت عذاب کی نہ آئی ہو، حالانکہ درِّ منثور میں ما ترکت احدا ہے جس کے معنی ہوئے کہ کسی کو نہیں چھوڑا، متکلم کی

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

سوم سورہ فاتحہ کی لفظ صِراط کے متعلق، یہ البتہ نئی مثال تحریف کی ہے جو شاید حائری صاحب کی ہمہ دانی و عالی دماغی کا نتیجہ ہو، مفسرین لکھتے ہیں کہ لفظ صراط کی اصل سراط تھی ایک قاعدہ صرفی کی وجہ سے سین کو صاد سے بدل دیا گیا، یہ قاعدہ چونکہ جوازی ہے اس لئے یہ لفظ دونوں طرح مستعمل ہے اور دونوں طرح اس کی قرأت بھی منقول ہے، حائری صاحب نے صراط والی روایت کو نقل کر کے جھٹ کہدیا کہ یہ بھی تحریف ہے، اس سے ان کو کیا مطلب کہ یہ لفظ دونوں طرح صحیح اور دونوں طرح بتواتر منقول ہے علامہ زمخشری کشاف میں اس لفظ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

السراط الجادة من سرط الشی اذا ابتلعه لانه یسترط السابلة اذا سلکوه کما سمی لقما لانه یلتقمهم والصراط من قلب السین صادا لاجل الطاء کقوله مصیطر فی مسیطر وقد تشم الصاد صوت الزای وقری بهن جمیعا وفصحاهن اخلاص

سراط راستے کو کہتے ہیں، یہ لفظ اس محاورے سے ماخوذ ہے کہ جب کوئی شخص کسی شئ کو نگل جاتا ہے تو کہتے ہیں سرط الشئ، رستہ کو سراط اس لئے کہا گیا کہ وہ بھی چلنے والوں کو جب اس میں چلیں، نگل لیتا ہے (یعنی وہ راستے میں [illegible]) اور صراط میں سین تھی جو بوجہ قربت طاء کے صاد سے بدل دی گئی جیسے مصیطر کہ اصل مسیطر تھا اور کبھی

(حاشیہ گزشتہ سے آگے)... ضمیر حائری صاحب نے بڑھا کر "ہم صحابہ" ترجمہ میں اضافہ کیا ماترکت اور ماترکنا کا فرق معمولی نہیں ہے معنی بدل گئے مطلب بدل گیا اور بقاعدۂ عربیت بھی ماترکنا غلط ہے کیونکہ صیغہ مذکر کا ہے اور اس کی ضمیر سورت کی طرف پھرے گی جو مؤنث ہے کیا یہ خیانت قابل درگذر ہو سکتی ہے، حائری صاحب نے ماترکت کو ماترکنا کے بجائے منافقین کے صحابہ کو اس روایت کا مصداق بنا دیا۔ ۱۲

الصاد وھی لغۃ قریش وھی الثابتۃ فی الامام۔ صاد میں زے کی آواز بھی پیدا کی جاتی ہے اور یہ لفظ تینوں طرح قرأت میں آیا ہے مگر سب میں زیادہ فصیح خالص صاد ہے اور یہی لغت قریش کی ہے اور مصحف امام[1] میں بھی یہی لکھا گیا ہے۔

حائری صاحب کو خبر نہیں کہ اس قسم کے اختلاف قرأت بہت ہیں اور بڑی بڑی کتابیں اس فن میں ہیں ورنہ وہ ایک بڑی موٹی کتاب لکھ ڈالتے اور شیعوں سے یہ کہہ کر کہ دیکھو میں نے سنیوں کی کتابوں سے تحریف قرآن ثابت کرنے کے لئے اتنی بڑی کتاب لکھدی، خوب انعامات و خطابات حاصل کرتے۔

چہارم سورۂ فاتحہ کے لفظ ملك کے متعلق یہ تحریف بھی حائری صاحب کی ایجاد ہے کسی کتاب میں دیکھ لیا کہ بعض صحابہ نے یا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ملك بغیر الف کے پڑھا، پس آپ کی خوشی کی کوئی حد نہ رہی اور جلدی سے بول اٹھے کہ یہ بھی تحریف ہے۔ "ایں ہم بچہ شتر است" ان کو کیا خبر کہ یہ لفظ دونوں طرح بقاعدۂ عربیت صحیح ہے اور دونوں قرأتیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے متواتر رسم خط بھی دونوں کو محتمل اور آج تک دونوں قرأتیں مسلمانوں میں رائج، نمازیں پڑھی جاتی ہیں علامہ ابوعمر ودانی نحوی مقری متوفی ۴۴۴ھ اپنی کتاب تیسیر میں لکھتے ہیں۔

قرأ عاصم والکسائی مالك یوم الدین بالالف والباقون بغیر الف۔ (یہ رسبعہ میں سے) عاصم اور کسائی نے مالک الف کے ساتھ اپنی قرأت میں رکھا ہے اور باقی (پانچ قراء) نے ملك بغیر الف کے

پنجم حائری صاحب نے درمنثور سے نقل کیا ہے کہ حضرت عمر اور عبداللہ بن زبیر

---

[1] امیرالمومنین حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو نسخے قرآن شریف کے بڑے اہتمام و صحت کے ساتھ لکھوا کر اسلامی مملکت کے ہر صوبہ میں بھیجے تھے ان کو مصحف امام کہتے ہیں۔۱۲

سورۂ فاتحہ میں من انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم وغیر الضآلین پڑھتے تھے۔

جواب یہ ہے کہ اس روایت کو بھی تحریف سے کوئی تعلق نہیں، نہ روایت میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ سورۂ فاتحہ کے موجودہ الفاظ غلط ہیں، نہ یہ مضمون کہ سورۂ فاتحہ میں کسی نے تحریف کردی اور سورہ فاتحہ میں تو تحریف ہو بھی نہیں سکتی کیونکہ عمداً تحریف کا احتمال تو ان الفاظ میں اس سبب سے نہیں کہ الذین کے بجائے من یا لا کے بجائے غیر رکھ دینے سے کوئی جدید مطلب نہیں پیدا ہوا جو معنی تھے وہی رہے اور سہواً تحریف کا احتمال اس سبب سے نہیں کہ سورۂ فاتحہ ہر نماز کی ہر رکعت میں پڑھی جاتی ہے، جس سورت کی ہر روز کم سے کم تیس چالیس بار تکرار ہوتی ہو، اس میں سہو کیا گنجائش، بس زیادہ سے زیادہ یہ روایت اختلافِ قرأت پر دلالت کرتی ہے، لیکن ائمہ قراء نے اس اختلافِ قرأت کو قبول نہیں کیا، کیونکہ یہ روایت شاذ ناقابلِ اعتبار ہے، پوری سند بھی اس روایت کی معلوم نہیں، حائری صاحب کہیں سے تلاش کر کے نقل کریں تو حقیقت معلوم ہو کہ کس شیعہ صاحب کی عنایت سے یہ روایت وجود میں آئی، قرآن مجید کے متعلق اکثر اس قسم کی روایات شیعوں کی تصنیف ہیں جو دھوکہ دے کر ہماری کتب میں درج کرائی گئی ہیں، لیکن اصول و قواعد دودھ کا دودھ، پانی کا پانی الگ کر دیتے ہیں

بہت روشن دلیل اس روایت کے بے اصل ہونے کی یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود سے بسند ہائے متواترہ سورۂ فاتحہ اسی طرح قرائے سبعہ نے روایت کی ہے جس طرح ہمارے مصحف میں ہے، اگر حضرت عمر کسی دوسرے طریقہ سے اس کو پڑھتے ہوتے تو عبداللہ بن مسعودؓ جو ان کے تبع کامل تھے کبھی اس کے خلاف نہ پڑھتے، حضرت عبداللہ بن مسعود خود فرمایا کرتے تھے، کہ

لوسلك عمر وادیا وشعبا لسلکت وادیه وشعبه قنوت فجر کے متعلق حبب لوگوں نے ان سے دریافت کیا تو فرمایا لوقنت عمر[1] لقنت عبد اللہ۔

ششم سورۂ جمعہ کے متعلق درّ منثور سے نقل کیا ہے کہ حضرت عمر بجائے فاسعوا کے فامضوا پڑھتے تھے۔

جواب اس کا بعینہٖ وہی ہے جو اوپر ہو چکا کہ یہ روایت بھی تحریف سے تعلق نہیں رکھتی، اگر اس کی صحت تسلیم کرلی جائے تو زیادہ سے زیادہ اختلافِ قرأت کی دلیل ہو سکتی ہے، اور ہو سکتا ہے کہ حضرت عمر نے فاسعوا کی تفسیر[3] بمعنی فامضوا کہا ہو، راوی نے یہ سمجھا کہ یہ قرأت حضرت عمر کی ہے۔

ھفتم، درمنثور سے نقل کیا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۂ طلاق میں بجائے فطلقوھن لعدتھن کے فطلقوھن فی قبل عدتھن پڑھا۔

جواب اس کا بھی وہی ہے کہ یہ روایت بشرط صحت اختلاف قرأت پر دلالت کرتی ہے، مزید برآں عبارت کی رکاکت بھی روایت کے جعلی ہونے کی کافی شہادت ہے فی اور قبل کا اجتماع جس قدر رکیک ہے ظاہر ہے۔

ھشتم، درمنثور سے نقل کیا ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود نے بجائے اِنّ اللہ ھو الرزّاق ذو القوۃ المتین کے انّی انا الرزاق پڑھا۔

جواب بعینہٖ وہی ہے جو اوپر دیا جا چکا۔

---

[1] ترجمہ، اگر عمر کسی نشیب یا درہ کو میں چلیں تو عبد اللہ بھی وہیں چلے گا ۱۲

[2] اگر عمر قنوت (فجر میں) پڑھتے تو عبد اللہ بھی ضرور پڑھتا ۱۲

[3] تفسیر کی وجہ ظاہر ہے کہ فاسعوا کے لفظی معنی ہیں دوڑو، مگر خدا نے دوڑنا مراد نہیں لیا کیونکہ نماز کے لئے دوڑ کر جانا منع ہے، یہ لفظ استعارۃً فرمایا ہے، مطلب کہ نماز جمعہ کے لئے اہتمام کے ساتھ جاؤ جیسے دوڑنے میں اہتمام ہوتا ہے، لہٰذا حضرت عمر نے فرمایا کہ فاسعوا کے معنی فامضوا یعنے جاؤ۔ ۱۲

نہم درِ منثور سے نقل کیا ہے کہ حضرت حفصہ وحضرت عائشہ نے اپنے مصحف میں حافظوا علی الصّلوات والصلوٰة الوسطیٰ کے بعد صلوٰة العصر کی لفظ لکھوائی۔

جواب اس کا یہ ہے کہ یہ روایت تو اختلاف قرأت سے بھی تعلق نہیں رکھتی بلکہ یہ تفسیر ہے۔ تفسیری الفاظ بعض صحابہ نے یادداشت کے لئے اپنے مصحف میں لکھ لئے تھے جیسے آج کل ترجمہ یا حل غریب بین السطور میں لکھتے ہیں اور لکھ لینے کی زیادہ وجہ یہ ہے کہ اس کی تفسیر میں صحابہ کا اختلاف تھا اور اُمّ المومنین نے یہ تفسیر رسول سے سنی تھی، خود حائری صاحب کی منقول عنہ کتاب درِ منثور ہی کے دیکھنے سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ یہ لفظا تفسیر کے لئے ہے، حائری صاحب نے بھی ضرور سمجھ لیا ہوگا، مگر جب باطل کی حمایت کے لئے کوئی شخص اٹھتا ہے تو جہالت اور خیانت بلکہ ہر ناکردنی کام اس سے سرزد ہوتے ہیں' درِ منثور جلد اوّل میں صفحہ ۳۰۰ کے آخر سے صلوٰة وسطیٰ کی تفسیر میں اقوال صحابہ نقل کرنا شروع کئے ہیں اور صفحہ ۳۰۵ کے آخر میں ختم کئے ہیں۔ آغاز یوں ہے:

قولہ تعالیٰ والصلوٰة الوسطیٰ اخرج بن جریر عن سعید بن المسیب

لہ علوم قرآنیہ کی کتب عالیہ کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام اکثر درسِ قرآن کے وقت تفسیری الفاظ بھی اصل الفاظ قرآنی کے ساتھ پڑھ دیتے تھے اور بعض نے اپنے مصحف میں لکھ لئے تھے۔ اس زمانہ میں اشتباہ والتباس کا اندیشہ نہ تھا مگر تلاوت یا قرأتِ نماز میں ایسا نہ کرتے تھے، نہ ایسا کرنا جائز سمجھتے تھے۔ علامہ سیوطی اتقان کی بائیسویں نوع میں لکھتے ہیں کہ جس طرح حدیث میں مدرج ایک خاص چیز ہے' قرأت میں بھی ہے پھر اس کی مثالیں بیان کر کے لکھتے ہیں قال ابن الجوزی فی آخر کلا ودبما کانوا یدخلون التفسیر فی القراٰة ایضاحا وبیانا لانھم محققون لما تلقوہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قرآنا فھم آمنون من الالتباس وربما کان بعضھم یکتبہ معہ واما من یقول ان بعض الصحابة کان یجیز القراءة بالمعنی فقد کذب

قال کان اصحاب رسول اللہ مختلفین فی الصلوٰۃ الوسطیٰ، اس کے بعد تمام اقوال جمع کر دیئے ہیں بعض صحابہ کا یہ قول ہے کہ صلوٰۃ وسطیٰ کی تعیین معلوم نہیں، بعض کہتے ہیں کہ نماز فجر ہے، بعض نماز ظہر، حضرت عائشہ، حفصہ، ام سلمہ اور جمہور صحابہ کا قول ہے کہ وہ نماز عصر ہے۔

ایک روایت بایں لفظ ہے:

عن حفصۃ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہا قالت لکاتب مصحفہا اذا بلغت مواقیت الصلوٰۃ فاخبرنی حتی اخبرک بما سمعت من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکتب حافظوا علی الصلوٰت و الصلوٰۃ الوسطیٰ وھی صلوٰۃ العصر	حفصہ زوجۂ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ انھوں نے اپنے مصحف کے کاتب سے کہا جب تم اوقات نماز لکھنے لگو تو مجھے اطلاع دینا کہ میں تم سے وہ بات بیان کروں، جو میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے۔ چنانچہ کاتب نے اطلاع دی تو انھوں نے کہا لکھو میں نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا

آپ پڑھ رہے تھے کہ حافظوا علی الصلوات والصلوٰۃ الوسطیٰ اور صلوٰۃ وسطیٰ نماز عصر ہے۔

لیجئے اس روایت میں ھی کی لفظ بھی ہے جو تفسیری ہونے کو صاف کر دیتی ہے

دوسری روایت بایں الفاظ ہے:

واخرج وکیع وابن ابی شیبۃ فی المصنف وعبد بن حمید عن سالم بن عبد اللہ ان حفصۃ ام المومنین قالت الوسطیٰ صلوٰۃ العصر واخرج ابن ابی شیبۃ عن ابن مسعود قال الوسطیٰ صلوٰۃ العصر۔	وکیع نے اور ابن ابی شیبہ نے مصنف میں اور عبد بن حمید نے سالم بن عبد اللہ (بن عمر) سے روایت کی ہے کہ (میری پھوپھی) ام المومنین حفصہ نے کہا کہ وسطیٰ نمازِ عصر ہے اور ابن ابی شیبہ نے ابن مسعود سے روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا کہ وسطیٰ عصر کی نماز ہے۔

اس روایت سے اور بھی صاف ہو گیا کہ صلوٰۃ وسطیٰ کی تفسیر مقصود ہے نہ اور کچھ، بعض روایات کا یہ مضمون بھی ہے کہ یہ آیت پہلے یوں نازل ہوئی تھی حافظوا علی الصّلوات والعصر اس کے بعد والعصر کی لفظ منسوخ ہو گئی، بجائے اس کے والصّلوٰۃ الوسطیٰ کی لفظ نازل ہو گئی۔ یہ روایتیں درمنثور کے صفحہ ۳۰۲ پر اس طرح ہیں:

اخرج عبد بن حمید و مسلم	عبد بن حمید نے اور مسلم نے اور ابو داؤد نے
وابو داؤد فی ناسخہ وابن جریر	اپنی کتاب ناسخ میں اور ابن جریر اور بیہقی
والبیھقی عن البراء ابن عازب قال	نے براء بن عازب سے روایت کی ہے، کہ
نزلت حافظوا علی الصلوات والعصر	انھوں نے کہا پہلے حافظوا علی الصلوات
فقرأناھا علی عھد رسول اللہ	والعصر نازل ہوئی تھی۔ ہم نے زمانہ رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم ماشاء اللہ ثم	صلے اللہ علیہ وسلم میں جب تک خدا کو منظور
نسخھا اللہ فانزل حافظوا علی	تھا اس کی تلاوت بھی کی، پھر اللہ نے اسے
الصلوات والصلوٰۃ الوسطیٰ فقیل	منسوخ کر دیا اور حافظوا علے الصلوات والصلوٰۃ
لہ ھی اذن صلوٰۃ العصر فقال	الوسطیٰ نازل فرمائی، براء بن عازب سے کہا گیا کہ
قد حدثتک کیف نزلت وکیف	اب تو صاف معلوم ہو گیا کہ وسطیٰ نماز عصر ہے
نسخھا اللہ واللہ اعلم۔	انھوں نے کہا کہ میں نے تم سے بیان کر دیا کہ

کس طرح یہ آیت نازل ہوئی تھی اور کس طرح اللہ نے اسے منسوخ کر دیا۔

المختصر، درمنثور کی روایات کے دیکھنے سے صاف ہو گیا کہ صلوٰۃ وسطیٰ کی تفسیر میں حضرت حفصہ نے صلوٰۃ العصر کی لفظ لکھوائی تھی، نہ بطور لفظ قرآنی کے، مگر حائری صاحب نے نقل روایات میں خیانت کا پتہ نہ دیا کہ روایت کس موقع میں ہے اور اس کے اوّل و آخر کی روایات کا مضمون کیا ہے۔

دہم آیت تبلیغ کے متعلق حائری صاحب بڑے زور سے دعوی کرتے ہیں کہ حضرت علی کا نام اس میں تھا اصل آیت یوں تھی یا ایھا الرسول[1] بلغ ما انزل الیك من ربك ان علیا مولی المومنین وان لم تفعل فما بلغت رسالتہ واللہ یعصمك من الناس' حائری صاحب فرماتے ہیں کہ یہ جملہ آیت سے نکال دیا گیا، آیت کی تحریف ہوگئی اور آپ نے ایک روایت بلاسند درمنثور سے نقل کی ہے کہ حضرت ابن مسعود کہتے ہیں' ہم اس آیت کو زمانہ رسولؐ میں اسی طرح پڑھتے تھے' یہ روایت نقل کرکے حائری صاحب فرماتے ہیں' ابن مسعود سنیوں کے نزدیک راوی ثقہ اور علامہ جلال الدین بھی سنیوں کا مسلّم امام اور مصنف معتمد علیہ اور درمنثور بھی ان کے یہاں معتبر[2] اور مشہور تفسیر ہے۔

---

[1] ترجمہ' اے رسول اس مضمون کی تبلیغ کر دیجیے' جو آپ کی طرف پروردگار کی جانب سے اتارا گیا کہ علی تمام ایمان والوں کے مولی ہیں اور اگر تم نے اس کی تبلیغ نہ کی تو خدا کی رسالت کی تم نے تبلیغ نہ کی اور اللہ تم کو لوگوں سے بچائے گا۔ اصل آیت کا مطلب تو عام ہے کہ اے نبی جو شریعت کے احکام آپ پر نازل ہوئے ہیں ان سب کی تبلیغ حجۃ الوداع کے موقع پر جب اتنا بڑا مجمع ہوگا کہ اب تک کبھی نہیں ہوا اچھی طرح) کر دیجیے' ورنہ تبلیغ رسالت کا فرض ادا نہ ہوگا اور خدا آپ کو دشمنوں سے محفوظ رکھے گا۔ اگر حضرت علی کا نام جس نے اس آیت کے ساتھ تصنیف کیا اس نے حضرت علی کے مولی ہونے کی تبلیغ آیت میں رکھی' علاوہ ازیں آیت کا مطلب بھی نہایت رکیک اور عقل و نقل دونوں کے خلاف ہوگیا۔ ۱۲

[2] یہ دونوں لفظیں خالص فریب ہیں تمام اہل علم جانتے ہیں کہ درمنثور معتبر ہے نہ مشہور' یہ کتاب محض جمع روایات کے لیے ہے' تنقید بالکل نہیں' بعض علماء نے لکھا ہے کہ اسی سبب سے اس کا نام درمنثور ہوا نہ درمنظوم۔ اب حائری صاحب اچھی طرح سن لیں' مسلمانوں کے یہاں حقیقی طور پر معتبر صرف ایک کتاب ہے جس کا پیارا نام قرآن مجید ہے اس کے سوا کوئی کتاب ایسی نہیں جس کا ہر حرف واجب التسلیم ہو' کتب احادیث میں سب سے اعلی پایہ بخاری و مسلم کا ہے مگر ملت حنفیہ کی جانچ ان میں بھی ہوئی ہے' حدیث کی صحت و سقم جانچنے کے مستقل فنون ہمارے یہاں مدون ہیں مگر وہ شخص ان باتوں کو کیا سمجھے جس کے مذہب کی بنیاد طلسم ہوشربا کی حکایت پر ہو؟

ایک لطیفہ حائری صاحب نے اسی سلسلہ میں یہ بھی لکھا ہے کہ مسلمات[1] اہل سنت سے یہ ثابت ہے کہ آیت حجۃ الوداع کے موقعہ پر بمقام غدیر خم نازل ہوئی اور باتفاق جمیع[2] امت پیغمبر نے وہیں اسی وقت تبلیغ ولایت علی کر دی، حائری صاحب نے بڑے فخر کے ساتھ یہ بھی لکھا ہے کہ اس مبحث یعنی حضرت علی کی خیالی خلافت بلافصل ثابت کرنے کے لئے ایک رسالہ آپ نے لکھا ہے جس کا نام موعظۂ غدیر ہے

جواب ان سب خرافات کا نصیحۃ الشیعہ[3] جلد سوم میں اٹھائیس سال ہوئے شائع ہو چکا ہے[4]، جس کا جواب الجواب نہ آج تک ہوا نہ آئندہ ہو گا مگر

ع "بے حیا باش ہر چہ خواہی گو"

یازدھم آیت رجم کی بابت بھی حائری صاحب کا دعویٰ ہے کہ تحریف کر دی گئی اور اسی درمنثور سے دو روایتیں اور ایک روایت اتقان سے نقل کی ہیں۔

---

[1] بالکل غلط اور جھوٹ ہے، دیکھو نصیحۃ الشیعہ ۱۲

[2] ہرگز جمیع امت کا اس پر اتفاق نہیں بلکہ جمیع امت کا اتفاق اس کے خلاف پر ہے ولایت علی بمعنی خلافت بلافصل کی کبھی تبلیغ خدا کے رسول نے نہیں کی، یہ افترا ابن سبا کا ہے ۱۲

[3] نصیحۃ الشیعہ جلد سوم میں یہ بحث صفحہ ۷۰ سے شروع ہو کر صفحہ ۸۰ پر ختم ہوئی ہے، دونوں باتیں نہایت مدہ دلائل قطعیہ سے ثابت کی ہیں، اول یہ کہ یہ آیت ہرگز غدیر خم کے روز نازل نہیں ہوئی بلکہ غدیر خم کے واقعہ سے بہت پہلے رحلت کے وقت نازل ہو چکی تھی اور مزید لطف یہ کہ شیعہ کی کتب معتبرہ تفسیر قمی و اصول کافی سے بھی ثابت کر دیا ہے کہ یہ آیت غدیر خم سے بہت پہلے نازل ہو چکی تھی دوم یہ کہ حضرت ابن مسعود پر محض افترا ہے کہ انھوں نے آیت میں حضرت علی کا نام پڑھا اور کہا کہ یہ آیت زمانہ رسول میں اسی طرح پڑھی جاتی تھی، یہ روایت بالکل مجروح ہے، اس کی پوری سند بھی معلوم نہیں اور جتنی سند کا پتہ چلا ہے اس میں ابوبکر عیاش ایک ضعیف الحافظہ کثیر الغلط وہمی شخص ہے اور دوسرا شخص عاصم ہے اور معلوم نہیں کون عاصم ہے بعض عاصم نام کے راوی کذاب ہیں اور اس نام کے جتنے راوی ہیں حافظہ سب کا خراب ہے، غرضیکہ نہایت مدلل طریقہ سے انھوں نے دونوں باتیں ثابت کر دی ہیں حضرت امام اہل سنت نے اپنی تفاسیر آیات کی بحث میں یہ سب مضامین مفصل بیان فرما دیئے ہیں۔

[4] یہ کتاب ۱۳۴۸ھ میں پہلی مرتبہ شائع ہوئی تھی۔

جواب اس کا مع شیٔ زائدُ النجم کے مناظرہ حصہ[1] اوّل میں شائع ہو چکا ہے۔

دوازدھم حائری صاحب نے یہ بھی دعوے کیا ہے کہ آیت صلوا علیہ وسلموا تسلیما کے بعد یہ عبارت بھی تھی وعلی[2] الذین یصلون الصفوف الاول اور اس کے ثبوت میں اتقان اور دُرِّ منثور سے ایک روایت نقل کی ہے اور اس پر یہ حاشیہ چڑھایا ہے کہ یہ عبارت حضرت عثمان نے نکال ڈالی۔

جواب یہ ہے کہ اوّل تو اس روایت میں صحت[3] مسلّم نہیں، بالفرض صحیح ہو تو اس کا نتیجہ صرف اس قدر ہے کہ یہ عبارت منسوخ ہو گئی تھی مگر جس طرح اور بعضے منسوخ التلاوۃ آیتیں یا تفسیری الفاظ یادداشت کے لئے بعض مصاحف میں لکھے ہوئے تھے اسی طرح حضرت عائشہ کے مصحف میں یہ عبارت لکھی ہوئی تھی، حضرت عثمان کے وقت میں جب یہ انتظام ہوا کہ مصحف میں خالص قرآن غیر منسوخ التلاوۃ لکھا جائے تو یہ عبارت خارج کردی گئی۔

سیزدھم حائری صاحب نے یہ بھی دعوے کیا ہے لو ان ابن آدم الخ بھی قرآن ہے۔

---

[1] خلاصہ اس جواب کا یہ ہے کہ اس آیت کا منسوخ التلاوۃ و باقی الحکم ہونا فریقین کو مسلّم ہے چنانچہ منوہ[؟] میں تفسیر مجمع البیان شیعہ سے نقل ہو چکا ہے اور حضرت عمر اس آیت کی کتابت مصحف کے حاشیہ یا آخر میں محض یادداشت کے لئے کرنا چاہتے تھے نہ قرآن کے اندر جیسا کہ مسند احمد کی روایت میں فی ناحیۃ من المصحف کی لفظ ہے اور علامہ اسفرآئینی کی کتاب ناسخ و منسوخ میں علی حاشیۃ المصحف کی لفظ ہے بس اتنا ہی مطلب روایت کا ہے تحریف سے اس کو کوئی تعلق نہیں، حائری صاحب نے درمنثور کی روایت کے ترجمہ میں یہاں بھی قابل شرم خیانت کی ہے مگر اب کہاں تک طول دیا جائے ۱۲

[2] اس عبارت کو ملا کر آیت کا ترجمہ یہ ہوا کہ اے مسلمانو انہیں پر صلوٰۃ وسلام بھیجو جو (جہاد کی یا نماز کی) صفِ اوّل میں پہنچتے ہوں ۱۲

[3] صحت کے مسلّم نہ ہونے کی وجہ وہی ہے کہ سند غیر مذکور راوی نامعلوم، پھر ایک جماعت محدثین ان تمام روایات کی منکر جیسا کہ سابقاً اتقان سے نقل ہو چکا ۱۲

نکال ڈالا گیا، اور ایک روایت اتقان سے نقل کی ہے اس کے بعد حسب عادت بہت تمسخر کے ساتھ لکھا ہے کہ سنی تحریف قرآن کے قائل ہیں، اس بے چارہ کو روایت کرنے اور نقائل ہونے میں کچھ امتیاز نہیں اور لطف یہ کہ یہ روایت بھی تحریف کی نہیں بلکہ نسخ کی ہے جیسا کہ مناظرہ حصہ اول میں اس کو اچھی طرح ثابت کیا جا چکا ہے۔

چہاردھم تفسیر اتقان سے یہ روایت نقل کی ہے کہ حضرت عمر نے عبد الرحمٰن ابن عوف سے پوچھا کہ ان جاھدوا کما جاھدتم اوّل مرۃ نازل ہوئی تھی مگر اب ہم اس کو نہیں پاتے، عبد الرحمٰن بن عوف نے کہا جو حصہ قرآن کا ساقط کیا گیا، اسی کے ساتھ یہ آیت بھی ساقط کر دی گئی، ساقط کرنے کا ترجمہ حائری صاحب نے نکال ڈالنا کیا ہے، حالانکہ یہ غلط ہے

جواب یہ ہے کہ یہ روایت بھی نسخ تلاوت سے تعلق رکھتی ہے جیسا کہ ساقط کی گئی کا لفظ صاف بتا رہا ہے، علاوہ اس کے حضرت عمر کا عبد الرحمٰن بن عوف سے پوچھنا بھی روشن دلیل ہے کہ تحریف مراد ہوتی تو حضرت عمر بے خبر کیسے ہوتے، حضرت عمر سے پہلے حضرت صدیق ہی کی خلافت تھی اور جو کچھ ہوتا تھا حضرت عمر کے مشورہ سے

لہ خلاصہ اس کا یہ ہے کہ اس روایت میں بھی کوئی لفظ ایسا نہیں ہے جس سے تحریف معلوم ہو بلکہ یہ روایت بھی نسخ سے تعلق رکھتی ہے، اتقان کی سینتالیسویں نوع میں جس سے حائری صاحب نے یہ روایت نقل کی ایک دوسری روایت حضرت ابو موسیٰ اشعری سے منقول ہے جس میں صاف یہ لفظ موجود ہے کہ ثم رفعت پھر یہ آیتیں اٹھالی گئیں گر حائری صاحب نے ازراہ خیانت اس روایت کا پتہ بھی نہ دیا اور لطف یہ کہ اس روایت کو آپ کے علمائے شیعہ نے بھی نسخ سے مانا ہے دیکھو صفحہ ۲۵ پر مجمع البیان شیعہ کی جہالت، حائری صاحب کی خیانتیں، چوریاں، غلط ترجمے، بازاری للان وگزاف جس قدر اس رسالہ میں ہیں، ناممکن شمار ہیں، افسوس ان حالات پر سلطان المحدثین، صدر المفسرین وغیرہ کے خطابات۔ ۱۲۔

ہوتا تھا، پھر یہ روایت بھی بوجوہ مذکورۂ بالا ناقابلِ اعتبار ہے۔

پانزدہم اتقان جزو دوم صفحہ ۲۱ سے ایک روایت نقل کی ہے کہ مسلمہ بن مخلد انصاری سے نے یہ عبارت پڑھی ان الذین امنوا وھاجروا وجاھدوا فی سبیل اللہ باموالھم وانفسھم الا ابشروا انتم المفلحون والذین اووھم ونصروھم وجادلوا عنھم القوم الذین غضب اللہ علیھم اولئک لا تعلم نفس ما اخفی لھم من قرۃ اعین جزاء بما کانوا یعملون۔ اور کہا کہ یہ دو آیتیں قرآن کی تھیں مصحف میں نہیں لکھی گئیں۔

جواب یہ ہے کہ یہ روایت بھی اگر صحیح مان لی جائے تو حائری صاحب کے مفید مطلب نہیں، مصحف میں لکھا جانا دلیل تحریف کیسے بن سکتا ہے، جب کہ یہ بات قطعی طور پر ثابت ہے کہ منسوخ التلاوۃ آیتیں مصحف میں نہیں لکھی گئیں ہاں اس کے ساتھ حائری صاحب اس کا منسوخ نہ ہونا بھی اگر ثابت[1] کر دیتے تو البتہ ایک بات تھی۔

شانزدہم وھفدہم وھیزدہم و نوزدہم حائری صاحب نے مولوی حامد حسین وغیرہ کی تقلید کر کے قرآن شریف کی چار آیتوں[2] کا قواعد عربیت کے لحاظ سے

---

[1] مگر حائری صاحب تو بے وقوفوں کو دھوکا دیکر منسوخ نہ ہونا پہلے ثابت کر چکے ہیں، جہاں آپنے نسخ کی تعریف اور اس کے شرائط بیان کئے ہیں جس کو ہم اوپر بیان کر چکے ۱۲

[2] قرآن شریف کی آیتوں میں نحوی غلطی نکال کر حائری صاحب نے اپنے علم کا راز فاش کر دیا معلوم ہو گیا کہ حائری صاحب نے نحو کی کتابیں بھی نہیں پڑھیں شعرائے عرب کا کلام بھی نہیں پڑھا تفسیریں بھی نہیں دیکھیں اور عقل سے بھی ایسے بے بہرہ ہیں کہ اتنا بھی نہ سمجھے کہ بخیال ان کے قرآن کلام خدا نہ سہی صحابہ کا کلام سہی صحابہ بھی تو عرب خالص تھے ان کے کلام میں نحوی غلطی ناممکن بلکہ زیادہ سے زیادہ نحو کا قاعدہ ان کے کلام کی مخالفت سے غلط ہو سکتا ہے حائری صاحب کے شاگرد مرزا احمد علی نے بھی اپنے رسالہ انصاف میں قرآن کی آیتوں کو غلط کہہ کر یہ دعوے کیا ہے کہ ایسا کلام تو میں بھی کہہ سکتا ہوں نعوذ باللہ من ھذا یا نھم وکفریا تھم۔ اب سنئے وہ چار آیتیں

(حاشیہ مسلسل)

غلط ہونا بھی بیان فرمایا ہے اور تین روایتیں درِ منثور سے، ایک تفسیر کبیر سے ایک معالم التنزیل سے نقل کی ہے، جواب اس کا مناظرہ حصہ دوم میں ایسا دیا جا چکا کہ اعدائے قرآن اب تک عالمِ خاموشی میں ہیں، ہاں حائری صاحب نے

(حاشیہ گزشتہ سے آگے)

کون ہیں، اور ان میں غلطی کیا بیان کی جاتی ہے اور جواب اس کا کیا ہے، حائری صاحب نے چونکہ تقلیداً یہ مضمون لکھا ہے لہٰذا وہ خود نہیں سمجھ سکے اور نہ بیان کر سکے کہ غلطی کیا ہے، اب میں اس کو صاف کئے دیتا ہوں پہلی آیت سورۂ مائدہ میں ہے، انّ الذین امنوا والذین ھادوا والصابئون والنصارٰی غلطی یہ کہی جاتی ہے کہ الصابئون معطوف ہے ان کے اسم پر نصب ہوتا ہے لہٰذا الصابئین ہونا چاہیے جواب یہ ہے کہ الصّابئون ان کے اسم پر معطوف نہیں ہے بلکہ مبتدا ہے خبر اس کی محذوف ہے لہٰذا الصّابئون ہی ہونا چاہیے تفسیر کشاف جلد اول ص۳۵۲ میں ہے والصابئون رفع علی الابتداء وخبرہ محذوف والنیة التاخیر عما فی حیزان من اسمھا وخبرھا کانه قیل ان الذین امنوا والذین ھادوا والنصارٰی حکمھم کذا والصابئون کذٰلك وانشد سیبویه شاھدًا له والا فاعلموا انا وانتم بغاة مابقینا فی شقاق ای فاعلموا انا بغاة وانتم کذٰلك، کشاف کا پورا صفحہ تقریباً اسی بحث میں ہے — دوسری آیت سورۂ نساء میں ہے لٰکن الرّاسخون فی العلم منھم والمؤمنون یؤمنون بما انزل الیك وما انزل من قبلك والمقیمین الصّلٰوة والمؤتون الزکٰوة. غلطی یہ بتائی ہے کہ والمقیمین محل رفع میں ہے لہٰذا والمقیمون ہونا چاہیے تھا۔ جواب یہ ہے کہ والمقیمین محل رفع میں نہیں ہے بلکہ بنابر مدح منصوب ہے علامہ زمخشری جو اس فن کے امام ہیں کشاف ص۲۱۳ میں لکھتے ہیں، والمقیمین نصب علی المدح لبیان فضل الصلٰوة وھو باب واسع وقد کسرہ سیبویه علی امثلة وشواھد ولا یلتفت الی ما زعموا من وقوعه لحنا فی خط المصحف وربما التفت الیه من لم ینظر فی الکتاب ولم یعرف مذاھب العرب وما لھم فی النصب علی الاختصاص من الافتنان وغبی علیه ان السابقین الاولین

(باقی اگلے صفحہ پر)

اس مقام میں بھی حسب عادت دو کمال اور کئے ہیں ایک یہ کہ تفسیر کبیر کی عبارت

(حاشیہ صفحہ گزشتہ سے آگے)

الذین مثلھم فی التوراۃ ومثلھم فی الانجیل کانوا بعد ھمۃ فی الغیرۃ علی الاسلام وذب المطاعن عنہ من ان یترکوا فی کتاب اللہ ثلمۃ لیسدھا من بعدھم وخرقا یرفوہ من یلحق بھم، دیکھو علامہ نے کیسا جاہل و غبی اور بے عقل بتایا ہے ان لوگوں کو جو اس آیت کو بقاعدۂ نحو غلط کہتے ہیں اور قرآن میں غلطی ہونے کو کس طرح ناممکن کہا ہے، تیسری آیت سورۂ طٰہٰ میں ہے ان ھذان لساحران غلطی یہ کہی جاتی ہے کہ ھذان اسم ان کا ہے اس کو نصب ہونا چاہیئے ھذین ہونا چاہئے، حائری صاحب کو یہ خبر نہیں کہ قرآن شریف میں یہ آیت ہے کس طرح، ہماری قرأت میں ان نہیں ہے بلکہ ان بسکون نون، البتہ ایک دوسری قرأت میں ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بالکل صحیح ہے انّ کا اسم جب تثنیہ ہو تو اس کو الف کے ساتھ بھی اعراب دیتے ہیں تفسیر کبیر دیکھو کتنے اشعار عرب نقل کئے ہیں، فرا کا قول ہے کہ وذلک وان کان قلیلا قیس، چوتھی آیت سورۂ منافقون میں ہے فاصدق واکن غلطی یہ بتائی جاتی ہے کہ اکن محل نصب میں ہے اکون ہونا چاہیئے تھا، جواب یہ ہے کہ معترض نے علم نحو نہیں پڑھا، عطف کبھی لفظ پر ہوتا ہے کبھی محل پر ہوتا ہے، یہاں محل پر عطف ہے اور محل جزم ہے، لہٰذا اکن بالکل صحیح ہے تفسیر کبیر میں ہے والجزم علی موضع الفاء وانشد سیبویہ ابیاتا کثیرۃ فی الحمل علی الوضع منھا فلسنا بجبال ولا الحدید اھ فنصب الحدید عطفا علی المحل۔ اب رہا یہ کہ جو اقوال بعض صحابہ کے ان آیات کے غلط ہونے کے متعلق نقل کئے ہیں وہ اقوال جعلی ہیں، بڑے بڑے محدثین و مفسرین نے ان روایات کو جعلی مانا ہے، چنانچہ علامہ سیوطی نے بھی ان روایات کے خلاف عقل و نقل ہونے کی تصریح اتقان میں کی ہے۔ مناظرہ حصہ دوم میں ہم نے وہ اقوال نقل کئے ہیں اور تفسیر کبیر کی عبارت آئندہ حاشیہ میں نقل ہوگی ۱۲

نقل کرنے میں خیانت[1] کی، دوسرے یہ کہ بالکل جھوٹ لکھدیا کہ امام رازی نے کبیر میں اور امام بغوی نے معالم میں ان آیتوں کا غلط ہونا تسلیم کرلیا[2]، اگر حائری صاحب معالم میں یہ مضمون دکھادیں تو جس قدر انعام مانگیں دیا جائے گا۔ نعوذ باللہ من شرور الانفس۔

بستم دعائے قنوت کے متعلق تو خاص قسم کی دلیری حائری صاحب نے کی ہے:

---

[1] تفسیر کبیر میں حائری صاحب کی منقولہ روایت کے بعد ہی علی الاتصال اس کا رد بھی موجود ہے حائری صاحب نے روایت تو نقل کردی مگر اس کا رد نہ نقل کیا یہ تو خیانت ہوئی اور امام رازی کو تسلیم کرنے والا اس روایت کا بتایا یہ جھوٹ ہوا امام رازی نے تفسیر کبیر میں اس روایت کا غلط ہونا بہت دلائل کے ساتھ بیان کیا ہے اور اس کے بعد لکھا ہے کہ ان المسلمین اجمعوا علی ان ما بین الدفتین کلام اللہ تعالیٰ وکلام اللہ تعالیٰ لایجوز ان یکون لحنا وغلطا فثبت فساد مانقل عن عثمان وعائشۃ رضی اللہ عنہما ان فیہ لحنا وغلطا وثالثہا قال ابن الانباری ان الصحابۃ ھم الائمۃ والقدوۃ فلو وجدوا فی المصحف لحنا لما فوضوا اصلاحہ الی غیرھم من بعدھم یعنے مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ دو دفتیوں کے درمیان میں جو کچھ ہے وہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور اللہ تعالیٰ کے کلام میں غلطی ناممکن ہے پس ثابت ہوگیا کہ حضرت عثمان وحضرت عائشہ رضی اللہ عنہما سے جو روایت منقول ہے وہ غلط ہے تیسری بات یہ ہے کہ ابن انباری نے کہا کہ صحابہ تو عام امت کے پیشوا اور مقتدا ہیں اگر وہ مصحف میں کوئی غلطی دیکھتے تو ہرگز اس کی اصلاح اپنے بعد کسی اور کے سپرد نہ کرتے اس کے بعد امام موصوف نے ائمہ نحو سے ان الفاظ قرآنی کا صحیح ہونا نقل کیا ہے اور شہادت میں اشعار عرب پیش کئے ہیں ۱۲

[2] بلکہ معالم کے دیکھنے سے صاف ظاہر ہے کہ امام بغوی بھی اس روایت کو صحیح نہیں سمجھتے اول تو روی صیغۂ مجہول کے ساتھ اس روایت کو نقل کیا ہے اور صیغۂ مجہول اکثر تضعیف کے لئے آتا ہے دوم اس روایت کے بعد لکھا ہے وعامۃ الصحابۃ واھل العلم علی انہ صحیح یعنی اکثر صحابہ اور تمام اہل علم کا قول یہ ہے کہ یہ الفاظ صحیح ہیں ۱۲

فرماتے ہیں تفسیر اتقان میں امام سیوطی اور کتاب ناسخ والمنسوخ میں حسین بن منادی
نے لکھا ہے ومارفع رسمہ من القرآن ولم یرفع من القلوب حفظہ سورتا
القنوت فی الوتر وتسمی سورتی الخلع والحفد انتہی یعنے منجملہ ان سورتوں اور آیتوں
کے جن کے نقوش قرآن سے اٹھا لئے گئے ہیں لیکن ان کی یاد دلوں سے نہیں گئی
وہ دو سورے ہیں جو قنوت وتر میں پڑھے جاتے تھے اور سورۂ الخلع وسورہ الحفد کے
نام سے یاد کئے جاتے تھے مگر اس وقت حضرت عثمان کے جمع کئے ہوئے قرآن
میں ان کا نشان تک نہیں پایا جاتا، خالص دلیری یہ ہے کہ خود ہی کتاب ناسخ ومنسوخ
سے نقل کرتے ہیں پھر جو عبارت نقل کرتے ہیں اس میں رفع وسعہ من القرآن
موجود ہے، پھر ترجمہ میں بھی خود لکھتے ہیں کہ نقوش قرآن سے اٹھا لئے گئے باوجود
ان سب باتوں کے جو نسخ تلاوت کی واضح تصریحات ہیں تحریف کہہ رہے ہیں۔

ع چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد

بست ویکم بستان المذاہب مصنفہ مرزا محمد محسن کشمیری سے شیعوں کی تصنیف
کی ہوئی سورۂ نورین نقل کی ہے اور بہت خوش ہو کر لکھا ہے کہ یہ مکمل سورۃ قرآن سے
نکال دی گئی اس میں کئی جگہ علی علیہ السلام کا نام ہے

جواب اس کا انجمن دائرۃ الاصلاح لاہور کی طرف سے شائع ہو چکا لیکن اتنا میں بھی

لہ یہ حائری صاحب کی عربی دانی ہے کہ ناسخ پر الف لام نہیں لائے ۱۲

ٹہ اللہ اکبر حائری صاحب اس بے خبری پر رد اہل سنت کرنے بیٹھے ہیں۔ حضرت یہ دونوں سورتیں
دعائے قنوت میں اب بھی پڑھی جاتی ہیں ۱۲

ٹہ یہ جملہ حائری صاحب نے اپنی طرف سے بڑھایا ہے اور بلا امتیاز بڑھایا ہے کیا یہ دغا وفریب نہیں
ہے۔ حائری صاحب نے بکثرت یہ کارروائی کی ہے ۱۲

کہوں گا کہ عداوت قرآن نے حائری صاحب کو ایسا مختل کر دیا ہے کہ وہ طلسم ہوشربا سے استدلال کریں تو کچھ تعجب نہیں۔

نمبر ہفتم کے آخر میں حائری صاحب نے از روئے ترتیب بھی قرآن شریف کے محرف ہونے کا دعویٰ کیا ہے اور چار پانچ سورتوں کے متعلق تفسیر کبیر و در منثور سے نقل کیا ہے کہ مکی سورتوں میں کچھ آیتیں مدنی اور مدنی سورتوں میں کچھ آیتیں مکی ہیں اور حسب عادت جبلی جا بجا ترجمہ میں خیانت اور جاہلانہ تمسخر بھی کیا ہے اور فریب بھی کیا ہے اور لکھا ہے کہ جس طرح ترتیب وار آیتیں نازل ہوئی تھیں اسی طرح جمع بھی کیا جانا چاہیئے تھا مگر قربان جایئے خلیفۃ المسلمین حضرت عثمان کی اس جدت کے کہ وہ خلاف تنزیل آیات کو ترتیب دے کر قرآن جمع کر گئے الیٰ آخر فاتقوہ بکلمات سخیفۃ مزخرفۃ

الجواب بعون الملک الوہاب

ترتیب قرآن کے مسئلہ کو ذرا مفصل لکھا جاتا ہے کیونکہ جاہلوں کو طرح طرح دھوکے دے کر ان کا ایمان برباد کیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ دیکھو خرابی ترتیب تو تمہاری کتابوں سے بھی ثابت ہے، سورۂ اقرا سب سے پہلے نازل ہوئی تھی، آج دیکھو آخری پارہ میں ہے، حالانکہ یہ محض فریب ہے، خرابی ترتیب کا یہ مطلب نہیں کہ نزول کے خلاف ہو جائے بلکہ خرابی ترتیب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاوت یا آپ کی ترتیب و تعلیم کے خلاف[1] ہو جائے۔

[1] یہ بات کچھ قرآن شریف کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ ہر کتاب کی خرابی ترتیب کا مطلب یہی ہوتا ہے کہ اس کتاب کے مصنف کی ترتیب یا مرضی کے خلاف ہو جائے، ترتیب تصنیف اور چیز ہے اور ترتیب جمع اور چیز کبھی دونوں ترتیبیں جمع ہو جاتی ہیں کبھی نہیں ۱۲

پس واضح ہو کہ قرآن شریف میں ترتیب کے چار مدارج ہیں :

اوّل سورتوں کی ترتیب کہ پہلے سورۂ فاتحہ ہے، پھر سورۂ بقرہ، پھر آل عمران الی آخرہ

دوم آیتوں کی ترتیب یعنی سورتوں کے اندر جو آیتیں ہیں ان کی تقدیم و تاخیر مثلاً سورۂ فاتحہ میں پہلے الرّحمٰن الرّحیم ہے اس کے بعد ملك یوم الدّین ہے، ممکن ہے اس کے برعکس یوں ہو ملك یوم الدین، الرّحمٰن الرّحیم

سوم کلمات کی ترتیب، یعنی آیتوں کے اندر جو الفاظ ہیں ان کی تقدیم و تاخیر، مثلاً سورۂ فاتحہ میں الحمد للہ ہے یا للہ الحمد۔

چہارم حروف کی ترتیب یعنی کلمات کے اندر جو حروف ہیں ان کی تقدیم و تاخیر مثلاً سورۂ فاتحہ میں الحمد ہے یا المدح للہ حمد و مدح میں صرف حروف کی ترتیب کا فرق ہے۔

شیعہ قرآن شریف کو چاروں قسم کی خرابی ترتیب سے ملوث کہتے ہیں پہلی تینوں قسم کی خرابیٔ ترتیب کی تصریح فصل الخطاب سے نقل کی جا چکی ہے کہ وهو مخالف لهذا القرآن الموجود من حيث التاليف وترتيب السور والآيات بل الكلمات ايضا یعنی حضرت علی کا جمع کیا ہوا قرآن سورتوں اور آیتوں بلکہ لفظوں کی تالیف و ترتیب کے لحاظ سے بھی اس قرآن موجود کے خلاف ہے، چوتھی قسم کی خرابی ترتیب کو بھی اسی پر قیاس کرنا چاہیئے۔

اہل سنت کا متفقہ عقیدہ ہے کہ قرآن شریف ہر قسم کی تحریف سے پاک ہے اس کی ترتیب بھی محرف نہیں ہے جو اس کو کسی قسم کی تحریف سے ملوث کہتا ہے وہ خود اپنی زبان اور دل و دماغ کو کفر کی نجاست سے ملوث کرتا ہے۔

آخری تینوں قسم کی ترتیب کے متعلق تو سب کا اجماع ہے کہ رسول خدا صلی اللہ

---

[1] علامہ سیوطی اتقان کی اٹھارویں نوع میں لکھتے ہیں الاجماع والنصوص المترادفة على ان ترتيب

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

علیہ وسلم کی دی ہوئی ہیں، ایک قول یا ایک روایت بھی اس کے خلاف نہیں،
قسم اوّل یعنی سورتوں کی ترتیب کے متعلق البتہ کچھ اختلاف ہے، بعض کہتے ہیں
صحابہ نے دی اور بعض کہتے ہیں یہ ترتیب بھی حضور پرنور صلے اللہ علیہ وسلم کی دی
ہوئی ہے، محققین اسی طرف ہیں، اگر درحقیقت یہ ترتیب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم
کی دی ہوئی نہ ہو تب بھی کچھ خرابی نہیں لازم آتی، مقصود متکلم نہیں بدلتا کیونکہ ہر سورت
جداگانہ مستقل چیز ہے، پہلے آل عمران ہوتی تو، اور اب پہلے سورۂ بقرہ ہے تو، پہلے

(حاشیہ صفحہ گزشتہ کا)

الایات توفیقی لا شبہۃ فی ذالک امّا الاجماع فنقلہ غیر واحد منہم الزرکشی
فی البرہان وابو جعفر بن الزبیر فی مناسباتہ وعبارتہ ترتیب الآیات فی سورہا
واقع بتوفیقہ صلی اللہ علیہ وسلم وامرہ من غیر خلاف فی ذالک بین المسلمین
انتہی وسیاتی من نصوص العلماء مایدل علیہ اس کے بعد ایک ذخیرہ روایات صحیحہ کا اسکی
شہادت میں پیش کر کے لکھا ہے فبلغ ذلک مبلغ التواتر اس کے بعد لکھا ہے وقال القاضی
ابوبکر ترتیب الآیات امر واجب وحکم لازم فقد کان جبرئیل یقول ضعوا آیۃ
کذا فی موضع کذا وقال ایضا الذی نذہب الیہ ان جمیع القرآن الذی انزلہ اللہ
وامر باثبات رسمہ ولم ینسخہ ولا رفع تلاوتہ بعد نزولہ ہو ھٰذا الذی بین
الدفتین الذی حواہ مصحف عثمان کانہ لم ینقص منہ شیئ ولا زید فیہ
وان ترتیبہ ونظمہ ثابت علی مانظمہ اللہ تعالیٰ ورتبہ علیہ رسولہ من ای السور
ولم یقدم من ذلک مؤخر ولا اخر منہ مقدم وان الامۃ ضبطت عن النبی صلی اللہ
علیہ وسلم ترتیب ای کل سورۃ ومواضعہا وعرفت مواقعہا کما ضبطت
عنہ نفس القرأت وذات التلاوۃ پھر اسی قسم کے بہت سے اقوال ائمہ کرام وعلماء عظام کے نقل
کئے ہیں مثل امام مالک وامام بغوی وابن حصار وغیرہم کے جو قابل دید ہیں ابن حصار کے قول کا آخری جملہ یہ ہے
وقد حصل الیقین من النقل المتواتر بہذا الترتیب من تلاوۃ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم ومما اجمع الصحابۃ علی وضعہ ھکذا فی المصحف ۱۲

قل اعوذ برب الناس ہوتی تو، اور اب پہلے قل اعوذ برب الفلق ہے تو مقصود کلام میں کیا فرق آسکتا ہے۔

مگر تحقیق یہ ہے کہ یہ اختلاف محض نزاع لفظی ہے جو لوگ کہتے ہیں رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ترتیب نہیں دی ان کا مطلب یہ ہے کہ آیتوں کی طرح آپ نے سورتوں کو ترتیب کے ساتھ نہیں لکھوایا اور جو لوگ کہتے ہیں کہ یہ ترتیب آپ کی دی ہوئی ہے ان کا مقصد یہ ہے کہ یہ ترتیب آپ کی تلاوت کے مطابق ہے۔

الحاصل اہلسنت کے نزدیک سورتوں کی ترتیب بھی منجانب اللہ ہے اور عقل سلیم اور واقعات فطریہ بھی اس کی شہادت دیتے ہیں، ہاں یہ بات ضرور ہے کہ کلمات اور حرف کی ترتیب تو نزول ہی کے مطابق ہے اور آیتوں اور سورتوں کی ترتیب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے بوحی الٰہی نزول کے خلاف دی ہے تفسیر اتقان کی اٹھارویں نوع دیکھو جو خاص جمع و ترتیب قرآن کے متعلق ہے تو معلوم ہو کہ اہلسنت کا کیا عقیدہ ہے اور اس عقیدہ پر کیسے محکم دلائل قائم ہیں۔

نمبر ہشتم چند باتیں اس موعظۂ تحریف میں اور باقی رہ گئی ہیں، ان کا مختصر حال بہ ترتیب عرض کیا جاتا ہے۔

اوّل حضرت عثمان پر قرآن جلانے کا الزام، یہ طعن ایک پرانا فرسودہ طعن ہے جس کے ایسے نفیس اور شافی جوابات دیئے جا چکے کہ بے حیا مخالفین کو ان کی عمدگی کا اقرار کرنا پڑتا ہے علامہ ابن میثم بحرانی شرح نہج البلاغہ مطبوعۂ ایران میں لکھتے ہیں وقد اجاب الناصرون لعثمان عن ھذہ الاحداث باجوبۃ مستحسنۃ وھی مذکورۃ فی المطولات یعنی عثمان کے طرفداروں نے ان اعتراضات کے عمدہ جوابات دیئے ہیں جو بڑی کتابوں میں مذکور ہیں، کتاب نصیحۃ الشیعہ میں بھی اس طعن کا جواب جلد دوم صفحہ ۶۴ پر موجود ہے، النجم میں

بھی نہایت مبسوط و مفصل جواب دیا جا چکا ہے[1] مگر شیعہ بڑے باحیا ہیں کہ ان عمدہ جوابات کو رد کئے بغیر پھر اسی اعتراض کو زبان پر لاتے ہیں۔

دوم ولید بن عبد الملک کا قرآن شریف پر تیر زنی کرنا، تاریخ الخلفاء سے نقل کیا ہے اور پھر خود ہی تاریخ الخلفاء سے یہ عبارت نقل کی ہے وفسق ولم یخف الاثام اور خود ہی اس کا ترجمہ یہ کیا ہے کہ اس نے فسق کیا اور گناہوں سے نہ ڈرا اور اس کے بعد لکھا ہے کہ قرآن کو تیروں سے غربال کر دینے کے بعد سنیوں کے خلیفہ کا ایمان ویسے کا ویسا ہی رہا اور یہ بھی لکھا ہے کہ سیوطی نے یہ واقعہ تیر زنی کا مناقب ولید میں ذکر کیا ہے۔

جواب اس کا سوائے اس کے کیا دیا جائے کہ اللہ اس شخص کے حال پر رحم کرے سیوطی نہیں بلکہ کسی سنی نے بھی اس واقعہ کو مناقب ولید میں ذکر کیا ہو، عماری صاحب دکھلا دیں، ایک ہزار روپیہ انعام اسی وقت اس ناچیز سے لے لیں نیز کسی نے یہی لکھا ہو کہ ولید کا ایمان اس واقعہ کے بعد بھی ویسا ہی رہا اس کے دکھلا دینے پر بھی وہی انعام۔ غضب ہے کہ خود ہی فسق ولم یخف من الاثام نقل کریں اور پھر یہ لکھیں ـــــ عداوتِ قرآن کریم نے بالکل مختل الحواس کر دیا باقی رہا یہ کہ پھر ولید کو خلفاء میں کیوں شمار کیا تو یہ بات ہر شخص جانتا ہے کہ خلیفہ ظالم بھی ہوتا ہے، عادل بھی، شیعہ سنی دونوں کی کتابوں سے یہ بات

[1] حاصل ان جوابات کا یہ ہے کہ اول تو روایت میں جو لفظ ہے محدثین کا اس میں اختلاف ہے بحرق بجائے حطی ہے جس کے معنی جلانے کے ہیں یا بخرق بجائے معجمہ جس کے معنی پھاڑنے کے ہیں دوسرے جن کتب میں یہ واقعہ مذکور ہے اس کے ساتھ یہ بھی ہے کہ بعض صحابہ نے یادداشت کے لئے تفسیری الفاظ یا منسوخ التلاوۃ آیتیں اپنے مصحف میں لکھ لی تھیں صرف ان کو پھاڑا یا جلایا گیا کیونکہ وہ مصحف رہ جاتے تو آئندہ نسلوں کے اشتباہ کا اندیشہ تھا پس حضرت عثمان نے قرآن نہیں جلایا بلکہ وہ چیز جلائی جو ہمارے ایمان میں خلل انداز ہوتی۔ جزاہ اللہ تعالیٰ خیرا ۱۲

ثابت ہے پھر خلافت عادلہ کی بھی دو قسمیں ہیں: راشدہ جیسے خلفائے اربعہ کی خلافت، عادلہ جیسے حضرت معاویہ کی خلافت ۔ راشدہ کی بھی دو قسمیں ہیں خاصّہ جیسے شیخین کی خلافت، غیر خاصّہ جیسے ختنین کی خلافت،

سوم قرآن شریف کے خون یا پیشاب سے لکھنے کا الزام، چند روز سے یہ اعتراض شیعوں نے نکالا ہے، اصل حقیقت یہ ہے کہ کسی کی نکسیر جاری ہو جائے اور کسی طرح نہ رُکے تو ظاہر ہے کہ وہ مرجائے گا اور سورۂ فاتحہ میں یہ تاثیر ہے کہ نکسیر کے خون سے نکسیر زدہ کی پیشانی پر لکھدیا جائے تو وہ فوراً خون بند ہو جاتا ہے ابوبکر اسکاف علمائے حنفیہ میں سے ایک شخص ہیں ان سے ایک شخص نے اس کا مسئلہ پوچھا، انھوں نے فرمایا انسان کی جان بچانے کے لئے خون کیا پیشاب سے بھی لکھنا جائز ہے۔ فتاوی قاضی خان سے خود حائری صاحب نے یہ عبارت نقل کی ہے کہ فلا یرق دمہ اور خود ہی اس کا ترجمہ یہ کیا ہے کہ جس کی نکسیر پھوٹے اور خون نہ تھمے"۔ اب بتلائیے کیا اس پر کوئی عقل مند اعتراض کر سکتا ہے، انسان کی جان بچانا تو ایسا ضروری فرض ہے کہ اس کے لئے سور کا گوشت کھالینا بلکہ کلمۂ شرک کا زبان سے کہدینا قرآن کریم میں صراحۃً جائز کیا گیا ہے، قولہ تعالیٰ الا من اکرہ وقلبہ مطمئن بالایمان آیت کا خون سے لکھنا اگر توہین قرآن ہے تو کلمۂ شرک کا کہنا خدا کی توہین ہے، مگر دیکھنا یہ ہے کہ نیت توہین کی ہے یا نہیں، ظاہر ہے کہ جان بچانے کی نیت دونوں جگہ ہے، فرق صرف اس قدر ہے کہ نکسیر والے معاملہ میں قرآن شریف

لہ ترجمہ آیت کا یہ ہے، جس شخص کا دل ایمان پر قائم ہو وہ بحالت اکراہ وجبر کلمۂ کفر و شرک زبان سے کہہ سکتا ہے، شیعوں نے اس آیت سے تقیہ ثابت کرنا چاہا ہے حالانکہ شیعوں کا تقیہ اس آیت سے ثابت نہیں ہو سکتا، چنانچہ خاتمہ کتاب ہٰذا میں معلوم ہوگا ۱۲۔

کی عظمت وقوت تاثیر بھی ملحوظ ہے' لہٰذا اس کا جواز تو بدرجۂ اولیٰ ہونا چاہیئے ایسی ضرورت کے وقت میں کسی چیز کی اجازت دینا اگر موجب طعن یا اس کے تمسخر کا ذریعہ بن سکتا ہے کہ خون اور پیشاب جیسی ناپاک چیز سے لکھنے کے جائز ہونے کا فتویٰ جو مذہب دے رہا ہو تو یقیناً یہ طعن و تمسخر قرآن کریم کے ساتھ ہوگا کہ کھیوں سور کا گوشت کھانے یا کلمۂ شرک بکنے کی اجازت دی لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

پھر یہ بھی دیکھنے کی بات ہے کہ یہ فتویٰ تمام اہلسنت کیا معنی مذہب حنفیہ کا بھی نہیں ہے' نہ امام اعظم کا قول ہے' نہ ان کے شاگردوں کا' نہ تخریجات فقہا میں سے ہے' صرف ابوبکر اسکاف کی ایک رائے ہے' ابوبکر اسکاف علما میں سے ایک عالم ہیں' ان کی رائے کو مذہب کہنا سخت فریب ہے۔

حائری صاحب ہر فن مولیٰ ہیں' تفسیر و حدیث و عربیت میں تو آپ کا کمال ظاہر ہو چکا' اب فقہ میں بھی آپ نے دخل دیا اور فقہ بھی کون' امام اعظم کی فقہ جو امّ الفقہ ہے۔

لقد قال ابن ادریس مقالا ۔ صحیح النقل فی حکم لطیفہ
بان الناس فی الفقہ عیال ۔ علی فقہ الامام ابی حنیفہ

حضرت آپ کو خبر نہیں' فقہ حنفی اور مذہب حنفیہ ان مسائل کو کہتے ہیں جو ظاہر الروایہ میں مذکور ہوں' یعنی امام اعظم کے شاگرد امام محمد کی ان چھ کتب میں

---

[1] یہ اشعار درمختار میں حضرت عبداللہ بن مبارک امام المحدثین سے نقل کئے ہیں۔ ترجمہ: بتحقیق ابن ادریس یعنی امام شافعی نے فرمایا ہے کہ نقل ان سے صحیح ہے اور لطیف حکمت کی بات ہے کہ سب لوگ فقہ میں امام ابوحنیفہ کی فقہ کے تربیت یافتہ ہیں ۱۲۔

جامع صغیر، جامع کبیر، سیر صغیر، سیر کبیر، مبسوط، زیادات، خود امام محمد کی دوسری کتب میں مسائل بھی مذہب حنفی نہیں کہے جاتے بلکہ ان کو تو اور کے ساتھ تعبیر کرتے ہیں کیونکہ ان کتب کی روایات امام محمد سے متواتر نہیں اصل مذہب کے بعد تخریجات مشائخ کا رتبہ ہے، کسی ایک عالم کی رائے نہ کبھی مذہب میں شمار ہوئی نہ ہو سکتی ہے گو وہ رائے کیسی ہی بے عیب کیسی ہی مدلل اور واجب القبول کیوں نہ ہو۔

چہارم شیعہ چونکہ تحریف قرآن کے معتقد ہیں اور حائری صاحب جانتے ہیں کہ ان کے اس کہدینے سے کہ شیعہ تحریف کے قائل نہیں سوا اس کے کہ جھوٹ بولنے کا جو کچھ ثواب عظیم ان کے مذہب میں ہے وہ ان کے نامہ اعمال میں لکھ لیا جاتا ہے اور کچھ نتیجہ نہیں ہو سکتا، لہٰذا خدا نے قرآن شریف میں جو فرمایا ہے کہ اِنَّا[1] نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحَافِظُوْنَ اس آیت کا مطلب بیان کرنے کی ضرورت پیش آئی، پھر سبحان اللہ! کیسا عمدہ مطلب بیان کیا ہے کہ ابن سبا یا زرارہ صاحب ہوتے تو قدر کرتے۔

صفحہ ۴۵ لغایت ۴۸ تک اس مطلب کو آپ نے لکھا ہے، دو باتیں زیر رقم کی ہیں۔ ایک یہ کہ مراد ذکر سے ذات مبارک جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے، خدا نے آپ کی حفاظت کا وعدہ کیا ہے نہ کہ قرآن کی حفاظت کا ذکر سے رسول کے مراد ہونے پر آپ نے اس آیت سے استدلال کیا ہے قَدْ[2] اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكُمْ ذِكْرًا رَّسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ مُبَيِّنٰتٍ حالانکہ اس

[1] ترجمہ: بہ تحقیق ہم نے نازل کیا ہے اس نصیحت یعنی قرآن کو اور ہم یقیناً اس کی حفاظت کرنے والے ہیں ۱۲۔

[2] ترجمہ: بہ تحقیق نازل کیا ہے اللہ نے تمہاری طرف ذکر اور ایک رسول جو تلاوت کرتا ہے تمہارے سامنے اللہ کی آیتیں جو واضح ہیں ۱۲۔

آیت میں بھی ذکر سے مراد قرآن ہے اور رَسُولاً بغیر حرف عطف بقاعدہ تعداد آیا ہے، اہل عرب بولتے ہیں اشتریت الیوم دارا بساطا جاریة دیکھو مختصر معانی، غرضیکہ ذکر سے مراد قطعاً قرآن مجید ہے اور تنزیل اور انزال کتاب ہی کے لئے ہوسکتا ہے، نبی و رسول کے لئے ارسال و بعثت کی لفظ ہوتی ہے۔

دُوسری بات یہ کہ اگر ذکر سے مراد قرآن ہی ہو تو بھی اس قرآن کی حفاظت مُراد نہیں بلکہ اس قرآن کی حفاظت مراد ہے جو لوح محفوظ میں ہے حائری صاحب سے کہنا چاہیئے کہ حضرت نزلنا کے بعد حفاظت کا وعدہ ہے جو صاف دلیل اس کی ہے کہ قرآن منزّل کی حفاظت کا وعدہ ہے، پھر لوح محفوظ کی حفاظت کے وعدے سے فائدہ کیا، لوح محفوظ میں تحریف ہوسکنے کا شبہ کس کو ہوسکتا ہے، پھر لوح محفوظ میں تو توراۃ و انجیل بھی محفوظ ہے، قرآن کی تخصیص کیا حائری صاحب نے یہاں اپنے امام غائب کے قرآن کا ذکر نہ کیا، دوسرے شیعہ تو یہی کہتے ہیں کہ خدا نے وعدہ اسی غار والے قرآن کی حفاظت کا کیا ہے، شیعوں کے امام المناظرین مولوی حامد حسین استقصاء الافحام جلد اوّل صفحہ ۶۴ میں لکھتے ہیں "اصل قرآن کما انزل نزد حافظان شریعت موجود است۔"

ایڈیٹر النجم نے بھی آیت مذکور کا یہی مطلب بیان کر کے وعدۂ حفاظت قرآن سے انکار کیا تھا اور غالباً حائری صاحب نے انھیں سے یہ مضمون لیا ہے اس کا جواب النجم کے مناظرہ حصہ دوم میں نہایت بسط و تفصیل سے دیا گیا جس کا جواب الجواب حیاداروں نے کچھ نہ دیا اور پھر منہ دکھانے میں کچھ باک نہیں، اس جواب میں تفاسیر[1] اہلسنت و شیعہ دونوں سے ثابت کردیا گیا کہ ذکر

---

[1] تمام مفسرین نے اس آیت کو بھی معجزات قرآن میں شمار کیا ہے، مناظرہ حصہ دوم میں بکثرت تفاسیر اہلسنت کی عبارت نقل کی گئی ہیں ۱۲۔

سے مراد اس آیت میں قرآن ہے اور اسی قرآن کی حفاظت کا وعدہ ہر قسم کی تحریف سے اس آیت میں کیا گیا ہے، خاص کر شیعوں کی تفسیر مجمع البیان کی عبارت مناظرہ حصہ دوم صفحہ ۹۴ میں قابل ملاحظہ ہے یہ تفسیر مجمع البیان وہ ہے جس سے حائری صاحب نے اسی رسالہ میں استناد کیا ہے وہذہ عبارتہ :

ثم[1] زاد سبحانہ فی البیان فقال انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون عن الزیادۃ والنقصان والتحریف والتغییر عن قتادۃ وابن عباس مثلہ لا یاتیہ الباطل من بین یدیہ ولا من خلفہ وقیل معناہ نتکفل بحفظہ الی اخر الدھر فتنقلہ الامۃ فتحفظہ عصراً بعد عصر الی یوم القیامۃ لقیام الحجۃ بہ علی الجماعۃ من کل لزمتہ دعوۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم الخ

حائری صاحب خیانت اور فقدان دیانت اور علوم عربیہ اور فنون آلہیہ سے اہلبیت کا ملہ کے علاوہ آپ کی نظر خود اپنی کتب پر بھی نہیں ہے آپ کو تصنیف وتالیف کی اجازت کس نے دی، یہ کئی سطروں کے خطاب کس نے دیئے، اس شخص کا نام تو بتائیے اور اس سے زیادہ کیا کہا جائے کہ آپ نے شیعوں کے منصب اجتہاد کو ذلیل کر دیا۔

ع در کفر ہم ثابت نہ، زنار را رسوا مکن

پنجم آخر میں حائری صاحب نے انہیں چار علمائے شیعہ کے اقوال پیش کئے ہیں، جن کی بابت ہم بحث اوّل میں لکھ چکے ہیں کہ ازراہ تقیہ منکر تحریف ہو گئے

---

[1] ترجمہ: پھر اللہ نے اور وضاحت کر کے فرمایا کہ ہم نے قرآن نازل کیا اور ہم کمی بیشی تحریف و تبدیل سے حفاظت کریں گے، قتادہ اور ابن عباس سے منقول ہے کہ یہی مضمون اس آیت میں ہے لا یاتیہ الباطل الخ اور کہا گیا ہے کہ حفاظت قرآن کے معنی یہ ہیں کہ قیامت تک اس کو محفوظ رکھیں گے، امت نسلاً بعد نسل اس کو نقل کرے گی، اس کا حفظ کرے گی تاکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حجت قیامت تک قائم رہے ۱۲

ہیں اور ان چار اشخاص کے اقوال چھ کتابوں سے نقل کیے ہیں جن میں چھٹی کتاب خود آپ کی تصنیف ہے کیوں نہ ہو آپ بھی تو مصنف ہیں ان چار اشخاص کے اقوال پر جو اعتراضات خود علمائے شیعہ نے کیے ہیں، اس کا کچھ جواب نہیں، زائد از دو ہزار روایات تحریف کا کچھ جواب نہیں اور کیا جواب دے سکتے ہیں جب کہ ان کے علماء لکھ چکے کہ ان روایات کے بے اعتبار قرار دینے سے تمام فن حدیث ہمارا خاک میں مل جائے گا مسئلہ امامت بھی ہاتھ سے جاتا رہے گا، پھر ان زائد از دو ہزار روایات ائمہ معصومین کے مقابلہ میں کوئی ایک حدیث کسی امام کی حائری صاحب پیش کر دیتے، یہ بھی نہ کیا نہ اب کر سکتے ہیں لہٰذا سب لکھنا ان کا ابلہ فریبی کے سوا اور کسی لقب کا مستحق نہیں،

ششم حائری صاحب اسی سلسلہ میں اپنے رسالہ کے صفحہ ۶۶ پر آپ نے یہ بھی لکھا ہے کہ شیعہ مطلق تحریف کے قائل نہیں ہیں جن دو ایک شیعہ علماء نے تحریف قرآن کا ذکر کیا بھی ہے اولاً تو وہ نقل روایت ہے نہ اظہار عقیدہ ۔ پھر اس کے بعد لکھا ہے کہ عموماً اخباری مذہب کے لوگ یہ عقیدہ رکھتے ہیں اور جس طرح اخباریوں اور اصولیوں میں مسئلہ تقلید کے متعلق اختلاف ہے اسی طرح تحریف قرآن کی بابت بھی اختلاف ہے، اخباری تحریف کے قائل ہیں، اصولی قائل نہیں، انتہی ملخصاً۔ سب سے پہلے تو قابل داد بات یہ ہے کہ کس بے باکی کے ساتھ جھوٹ بولا گیا ہے کہ شیعہ مطلق تحریف کے قائل نہیں، پھر تناقض بھی قابل تماشا ہے کہ آگے چل کر اول تو صرف نقل روایت کا اقرار کیا، پھر اعتقاد کا بھی اقرار کر لیا کہ اخباری شیعہ قائل تحریف ہیں۔

کذب و تناقض کی شکایت تو کسی شیعہ سے کرنا بے جا ہے بقول قائل رحمۃ اللہ تعالیٰ ؎

کیا جو جھوٹ کا شکوہ تو یہ جواب ملا   تقیہ ہم نے کیا تھا ہمیں ثواب ملا

البتہ حائری صاحب سے اس کا جواب لینا چاہیئے کہ قرآن پر ایمان رکھنا تمہارے یہاں ضرورت دین سے ہے یا نہیں اگر ہے تو اخباریوں کو کافر کہو اور ان کو اپنے مذہب سے خارج کرو، ان کی کتابوں کو بنیاد مذہب نہ بناؤ، دیکھیں پھر تمہارے مذہب میں رہ کیا جاتا ہے اور اگر ایمان بالقرآن ضروریات دین سے نہیں ہے تو تم نے قرآن پر شیعوں کا ایمان نہ ہونے کا اقرار کر لیا، حائری صاحب نے جاہلوں اور بے وقوفوں کو اخباری، اصولی کا فرق ذکر کر کے خوب سمجھایا، سننے والوں کو کیا خبر کہ اخباری، اصولی دونوں شیعہ ہیں، دونوں میں کچھ جزئی اختلافات ہیں نہ اصولی، جیسے بلا تشبیہ ہمارے یہاں کے محدثین وفقہا بالکل ایسا ہی ہے، محدثین کو شیعہ اخباری کہتے ہیں اور فقہا کو اصولی۔

حائری صاحب یاد رکھیں اور خوب یاد رکھیں، شیعوں کا قائلِ تحریف ہونا کسی کے چھپائے چھپ نہیں سکتا، شیعوں کا ایمان قرآن شریف پر نہ ہے اور نہ ہو سکتا ہے، ایمان بالقرآن اس وقت حاصل ہوگا جب اہل سنت کی طرح رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیا مانو، قرآن شریف کے ناقلین اولین یعنی صحابہ کرامؓ کو دین دار، دین کا جاں نثار، راست گفتار مانو، تحریف قرآن کی تمام روایات کو اور جس مذہب نے ان روایات کو تصنیف کیا اس کو خیرباد کہو اور قائلین تحریف کو کافر اکفر، دشمن دین الٰہی جانو۔

حائری صاحب جھوٹ بول کر اگر حق پر پردہ پڑ سکتا تو یقیناً اب تک ابلیس نے اور ذریاتِ ابلیس نے خدائے واحد کی پرستش دنیا سے موقوف کرا دی ہوتی

ہفتم ختم رسالہ پر حائری صاحب نے "آریہ دوستوں سے خطاب" کا عنوان بھی قائم کیا ہے، بے شک آریوں سے آپ سے دوستی ہونا بھی چاہیئے الکفر ملۃ واحدۃ

اہلِ اسلام سے دشمنی اور کفار سے دوستی آپ لوگوں کا قدیم شیوہ ہے مبارک رہے۔

ہشتم حائری صاحب نے مصحف فاطمہ وکتاب علی کی بحث پر بھی خامہ فرسائی کی ہے جس کو دیکھ کر معلوم ہو کہ آپ ایک لفظ بھی سچ نہیں کہنا چاہتے، کھلا ہوا فریب تو یہ ہے کہ آپ کتاب علی کو قرآن علی کہہ رہے ہیں، حالانکہ کتاب علی ایک دوسری چیز ہے، دوسرا صریح فریب ہے کہ مصحف فاطمہ سے بھی قرآن مراد لیتے ہیں، حالانکہ مصحف فاطمہ بھی قرآن سے الگ ایک چیز ہے جس کی بابت آپ کے امام جعفر صادق کا ارشاد ہے کہ وہ قرآن سے تگنا ہے اور اس میں تمہارے قرآن کا ایک حرف بھی نہیں، دیکھو اصول کافی۔

نہم حدیث ثقلین کی بحث بھی محض بے تعلق آپ نے چھیڑ دی ہے، انشاء اللہ تعالیٰ سلسلۂ تفسیر آیات سے فارغ ہو کر جب النجم میں سلسلہ شرح احادیث شروع ہوگا تو سب سے پہلے حدیث ثقلین پر مستقل رسالہ لکھ کر تمام دنیا کو دکھلا دیا جائے گا کہ شیعوں نے کس قدر مغالطہ اس حدیث میں دیا ہے اور یہ کہ شیعہ جس طرح اہل بیت رسول و آلِ رسول سے ناواقف اور منحرف ہیں اسی طرح ثقلین کو بھی نہیں جانتے۔[1]

دہم حائری صاحب کو رسالہ موعظۂ تحریف لکھتے وقت خود بھی یہ کھٹکا تھا، کہ لوگ میری چوریاں اور خیانتیں پکڑیں گے، مثل مشہور ہے کہ چور کی داڑھی میں تنکا۔ چنانچہ رسالہ مذکورہ کے صفحہ ۱۵ پر لکھتے ہیں:

"یہ میری گذارش ضرور یاد رکھیں کہ میری اس تقریر کے بعد اہلسنت میں نہایت عظیم الشان انقلاب پیدا ہوگا غیر معمولی نقل و حرکت بھی پیدا ہوگی، عوام کو دھوکا دینے

[1] یہ رسالہ شرح حدیث ثقلین کے نام سے لکھا جا چکا ہے۔ ۱۲

کی غرض سے یہ کہا جائے گا کہ یہ سنیوں کی کتابیں نہیں
ہیں، سیاق و سباق چھوڑ کر درمیان کی عبارت پڑھ کر
سُنادی گئی ہے۔ ان آیتوں میں تنسیخ وارد ہوئی ہے"۔

غرضیکہ جو جو کارروائیاں آپ نے کی ہیں، سب کا ڈر آپ کو لگا ہوا تھا مگر شاید یہ خیال بھی تھا کہ ان جاہلانہ خرافات کو دیکھ کر اہلِ علم مجھے لائقِ خطاب نہ سمجھیں گے اور میرے رسالہ کا جواب نہ لکھا جائے گا۔ اور میری کارروائیوں پر پردہ پڑا رہے گا۔

شیعوں کو بہلانے کے لئے آپ نے اپنے امام جعفر صادق کی طرح یہ پیشین گوئی بھی کر دی کہ اہلِ سنت میں انقلابِ عظیم اور غیر معمولی نقل و حرکت ہوگی، حالانکہ کچھ بھی نہ ہوا، آپ کے بڑے بڑوں نے جب قرآنِ کریم پر حملے کئے تو کیا ہوا، جو آپ کے حملوں کی کچھ پروا کی جاتی، قرآن کریم کی بارگاہ بہت بلند ہے، ایسے بے مغز شور و شر کی وہاں تک رسائی بھی نہیں ذَالِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيْهِ۔

یہ ناچیز بھی آپ کے رسالہ کا جواب لکھ کر نادم ہوا، پہلے سے آپ کی علمی حالت معلوم نہ تھی، ورنہ یہ جرأت نہ کی جاتی۔

ھٰذا آخر الکلام والحمد للہ رب العٰلمین۔

تمّت

تکملہ تنبیہ الحائرین

موسوم بہ

تفضیح الجائرین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ حمد الشاکرین والصلوٰۃ والسلام علی سید الاولین والآخرین سیدنا و مولینا محمد و علیٰ آلہ الطاہرین و علی من اتبعھم الیٰ یوم الدین. امابعد!

قبلۂ شیعہ جناب حائری صاحب کے رسالہ موعظۂ تحریفِ قرآن کا جواب موسوم بہ تنبیہ الحائرین تقریباً ایک سال ہوئے بہ دفعات شائع ہو چکا۔ حائری صاحب کو اپنے اس رسالہ پر بڑا ناز تھا، بڑی دھوم مچا رکھی تھی کہ اس کا جواب سنیوں کی طرف سے ہو ہی نہیں سکتا، رسالہ میں جا بجا اس قدر تعلی کا اظہار کیا ہے کہ معلوم ہوتا تھا کہ حائری صاحب قلم ہاتھ میں لئے بیٹھے ہیں جواب نکلتے ہی فوراً جواب الجواب لکھ ڈالیں گے مگر سب نے آنکھوں سے دیکھ لیا کہ سب زبانی لفاظی فنا ہو گئی، ایک سال میں بھی جواب نہ ہوا اور نہ انشاء اللہ تعالیٰ ہوگا، بلکہ اگر کچھ بھی حیا ہو گی تو جسقدر چوریاں، خیانتیں، غلط حوالے، غلط ترجمے حائری صاحب کے دکھلائے گئے ہیں ان کے بعد اب وہ تصنیف و تالیف کی جرأت نہ کریں گے اور بالکل روپوش ہو جائیں گے، تنبیہ الحائرین میں

ضمناً کچھ مسائل مذہب شیعہ کا تذکرہ اس سلسلہ میں آگیا تھا کہ حائری صاحب نے اپنے مذہب کے مطابق نقل ہونے کا بے سروپا دعویٰ کیا تھا، اس موقع پر چالیس مسائل مذہب شیعہ کے نمونے کے طور پر لکھے گئے تھے مگر کتب شیعہ کا حوالہ نہیں دیا گیا تھا نہ عبارتیں نقل کی گئی تھیں تاکہ طول نہ ہو' لہٰذا اب اس تکملہ میں ان مسائل کے لئے کتب شیعہ کا حوالہ اور ان کتب کی اصلی عبارتیں پیش کی جاتی ہیں' حق تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے اس کو ذریعہ ہدایت بنائے' خدا کرے کہ شیعہ اس رسالہ کو دیکھ کر اپنے مذہب کی اصلی حقیقت سے واقف ہو جائیں اور اس بات کو سمجھ لیں کہ ایسے بے بنیاد مذہب کا نتیجہ سوا دنیا کی رسوائی اور آخرت کے عذاب کے کچھ نہیں ہے۔ واللہ الموفق والمعین۔

پہلا مسئلہ

شیعوں کا عقیدہ ہے کہ خدا کو بدا ہوتا ہے، یعنی معاذ اللہ وہ جاہل ہے اس کو سب باتوں کا علم نہیں' اسی وجہ سے اس کی اکثر پیشین گوئیاں غلط ہو جاتی ہیں اور اس کو اپنی رائے بدلنا پڑتی ہے۔

یہ عقیدہ مذہب شیعہ میں اس قدر ضروری ہے کہ ائمہ معصومین کا ارشاد ہے کہ جب تک اس عقیدہ کا اقرار نہیں لے لیا گیا، کسی نبی کو نبوت نہیں دی گئی اور خدا کی عبادت اس عقیدہ کے برابر کسی عقیدہ میں نہیں ہے۔

اصول کافی صفحہ ۸۴ پر ایک مستقل باب بدا کا ہے اس باب کی چند حدیثیں ملاحظہ ہوں:

عن زرارة بن اعین عن احدھما — زرارہ بن اعین سے روایت ہے انھوں نے

قال ماعبد الله بمثل البدأ عن مالك الجهنی قال سمعت ابا عبد الله یقول لو علم الناس ما فی القول بالبدا من الاجر ما فتروا عن الکلام فیہ عن مرازم بن حکیم قال سمعت ابا عبد الله یقول ماتنبیٔ نبیٔ قط حتٰی یقر لله عزوجل بخمس بالبدا والمشیئة والسجود والعبودیة والطاعة

امام باقر یا صادق سے روایت کی ہے کہ اللہ کی بندگی بدا کے برابر کسی چیز میں نہیں ہے، مالک جہنی سے روایت ہے وہ کہتے ہیں میں نے امام جعفر صادق سے سنا وہ فرماتے تھے کہ اگر لوگ جان لیں کہ بدا کے قائل ہونے میں کس قدر ثواب ہے تو کبھی اس کے قائل ہونے سے باز نہ رہیں۔ مرازم بن حکیم سے روایت ہے وہ کہتے تھے میں نے امام جعفر صادق سے سنا وہ فرماتے تھے کہ کوئی نبی کبھی نہیں بنایا گیا یہاں تک کہ وہ پانچ چیزوں کا اقرار نہ کرتے' بدا کا، اور مشیت کا اور سجدہ کا اور عبودیت کا اور طاعت کا

ان روایات سے معلوم ہوا کہ عقیدہ بدا کیسا ضروری چیز ہے' اب رہی یہ بات کہ بدا کیا چیز ہے اس کے لئے لغت عرب کو دیکھنا چاہیئے' اس کے بعد کچھ واقعات بدا کے کتب شیعہ سے پیش کروں گا، پھر علمائے شیعہ کا اقرار کہ بیشک بدا کے معنی یہی ہیں کہ خدا جاہل ہے۔

لُغتِ عربْ

بَدا عربی زبان کا لفظ ہے، تمام لغت کی کتابوں میں لکھا ہے بدا لہ ای ظھر لہ مالم یظھر یعنی بدا کے معنی ہیں نامعلوم چیز کا معلوم ہو جانا، یہ لفظ اسی معنی میں قرآن شریف میں بکثرت مستعمل ہے۔

رسالہ ازالۃ الغرور امروہہ کے مصنف کو دیکھیئے' عقیدۂ بدا کا جواب دیتے ہوئے

لکھا ہے کہ یہاں دو لفظیں ہیں بدا بالالف اور بدأ بہمزہ، شیعہ بدا بالالف کے قائل ہیں اور جو چیز قابلِ اعتراض ہے وہ بدأ بہمزہ ہے، حالانکہ یہ محض جہل ہے، بدأ بہمزہ کے معنی ہیں شروع ہونا، اس میں کوئی قابلِ اعتراض چیز نہیں ہے یہ ہے ان لوگوں کی لغت دانی اور اس پر یہ لن ترانی، لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

واقعات

بدا کے واقعات کتب شیعہ میں بہت ہیں مگر ہم یہاں صرف دو واقعوں کا ذکر کافی سمجھتے ہیں، اوّل یہ کہ امام جعفر صادق نے خبر دی کہ اللہ تعالیٰ نے میرے بعد میرے بیٹے اسمٰعیل کو امامت کے لئے نامزد کیا ہے، یہ بھی واضح رہے کہ امام کی علامات جو کتب شیعہ میں لکھی ہیں ان میں ایک یہ بھی ہے کہ امام ران سے پیدا ہوتا ہے اور اس کی پیشانی پر آیہ تمت کلمۃ ربك صدقا وعدلا لکھی ہوئی ہے، نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی کو بارہ لفافہ سربمہر دے گئے تھے جو خدا کی طرف سے اترے تھے، جبریل لائے تھے، پس ضروری ہے کہ اسمٰعیل بھی ران سے پیدا ہوئے ہوں گے، ان کی پیشانی پر آیت بھی لکھی ہوگی ایک لفافہ بھی ان کے نام ہوگا، مگر افسوس خدا کو معلوم نہ تھا کہ اسمٰعیل میں یہ قابلیت نہیں ہے، چنانچہ پھر خدا کو اعلان کرنا پڑا کہ اسمٰعیل امام نہ ہوں گے بلکہ موسیٰ کاظم امام ہوں گے، علامہ مجلسی بحار الانوار میں روایت فرماتے ہیں اور اس روایت کو محقق طوسی بھی نقد المحصل میں لکھتے ہیں کہ:

عن جعفر الصادقؑ انہ جعل اسمٰعیل القائم مقامہ بعدہ فظھر من اسمٰعیل مالم یرتضہ فجعل القائم مقامہ	امام جعفر صادق سے روایت ہے کہ انہوں نے اسمٰعیل کو اپنا قائم مقام اپنے بعد کے لئے مقرر کیا، مگر اسمٰعیل سے کوئی بات

موسیٰ فسئل عن ذالك فقال بدا الله فی اسمٰعیل (بحار الانوار ج ۲ صـ ۵۷۳)

ایسی ظاہر ہوئی جس کو انھوں نے پسند نہ کیا لہٰذا انھوں نے موسیٰ کو اپنا قائم مقام بنایا اسکی بابت پوچھا گیا تو فرمایا کہ اللہ کو اسمٰعیل کے بارے میں بدا ہو گیا۔

ایک دوسری حدیث کے الفاظ یہ ہیں جس کو شیخ صدوق نے رسالہ اعتقادیہ میں لکھا ہے کہ :

مابدء الله فی شیئ کما بدا له فی اسمٰعیل ابنی۔

اللہ کو ایسا بدا کبھی نہیں ہوا جیسا بدا میرے بیٹے اسمٰعیل کے بارے میں ہوا۔

دوسرا واقعہ یہ ہے کہ امام علی تقی نے خبر دی کہ میرے بعد میرے بیٹے محمد امام ہوں گے مگر خدا کو یہ معلوم نہ تھا کہ محمد اپنے والد کے سامنے مرجائیں گے، جب یہ واقعہ پیش آیا تو خدا کو اپنی رائے بدلنا پڑی اور خلاف قاعدہ مقررہ کے بڑے بیٹے کو امامت ملتی ہے، حسن عسکری کو امام بنایا۔ اصول کافی صـ ۲۰۵ میں ہے :

عن ابی هاشم الجعفری قال کنت عند ابی الحسن بعد ما مضی ابنه ابو جعفر و انی لافکر فی نفسی ارید ان اقول کانهما اعنی ابا جعفر و ابا محمد فی هذا الوقت کابی الحسن موسیٰ و اسمٰعیل ابنی جعفر بن محمد علیهم السلام وان قصتهما کقصتهما اذ کان ابو محمد المرجیٰ بعد ابی جعفر فاقبل علیّ ابو الحسن قبل ان انطق فقال نعم یا ابا هاشم بدا لله فی ابی محمد بعد ابی جعفر مالم یکن یعرف له کما بدا له فی موسیٰ بعد مضی اسمٰعیل ما کشف به عن حاله

ابوالہاشم جعفری سے روایت ہے وہ کہتے تھے، میں ابوالحسن (یعنی امام تقی) علیہ السلام کے پاس بیٹھا ہوا تھا جب کہ ان کے بیٹے ابو جعفر یعنی محمد کی وفات ہوئی، میں اپنے دل میں سوچ رہا تھا اور یہ کہنا چاہتا تھا کہ محمد اور حسن عسکری کا اس وقت وہی حال ہوا جو امام موسیٰ کاظم اور اسمٰعیل فرزندان امام جعفر صادق کا ہوا تھا ان دونوں کا واقعہ بھی ان دونوں کے واقعہ کے مثل ہے کیونکہ ابو محمد (یعنی حسن عسکری) کی امامت بعد ابو جعفر

یا ابا ھاشم بدا للہ فی ابی	(یعنی محمدؒ) کے مرنے کے ہوئی تو امام نقی
جعفر کما بدا اللہ فی اسمعیل وھی	میری طرف متوجہ ہوئے اور انھوں نے
کما حدثتک نفسک وان کرہ	قبل اس کے کہ میں کچھ کہوں (روشن
المبطلون ابو محمد ابنی الخلف	ضمیری دیکھئے) فرمایا کہ اے ابو ہاشم
من بعدی عندہ علم ما یحتاج	اللہ کو ابو جعفر کے مرجانے کے بعد ابو محمد
الیہ ومعہ آلۃ الامامۃ	کے بارے میں بدا ہوا جو بات معلوم نہ تھی

وہ معلوم ہو گئی جیسا کہ اللہ کو اسمٰعیل کے
بعد موسیٰ کے بارے میں بدا ہوا تھا جس نے
اصل حقیقت ظاہر کر دی اور یہ بات ویسی ہی ہے جیسی تم نے خیال کی اگرچہ
بدکار لوگ اس کو ناپسند کریں اور ابو محمد (یعنی حسن عسکری) میرے بعد میرا خلیفہ
ہے اس کے پاس تمام ضرورت کی چیزوں کا علم ہے اور اس کے پاس
آلہ امامت بھی ہے۔

اقرار اگرچہ ایسی صاف بات کے لئے اقرار کی ضرورت نہ تھی مگر خدا کی قدرت ہے کہ علمائے شیعہ نے اگرچہ اہل سنت کے مقابلہ میں تو ہمیشہ تاویلات سے کام لیا لیکن آپس کی تحریروں میں انھوں نے صاف اقرار کر لیا ہے کہ بدا سے خدا کا جاہل ہونا لازم آتا ہے۔

شیعوں کے مجتہد اعظم مولوی دلدار علی اساس الاصول مطبوعہ لکھنؤ کے صفحہ ۶۹ کے حاشیہ پر لکھتے ہیں:

اعلم ان البدا لاینبغی ان یقول بہ	جاننا چاہیئے کہ بدا اس قابل نہیں کہ کوئی
احد لانہ یلزم منہ ان یتصف	شخص اس کا قائل ہو کیونکہ اس سے باری
الباری تعالی بالجھل کما لایخفی	تعالیٰ کا جاہل ہونا لازم آتا ہے جیسا کہ پوشیدہ نہیں ہے

اس کے ساتھ اساس الاصول میں اس بات کا بھی اقرار موجود ہے کہ شیعوں میں سوا محقق طوسی کے اور کوئی بدا کا منکر نہیں ہوا۔

اب ایک بات یہ بھی سمجھنے کی ہے کہ شیعوں کو کیا ضرورت اس عقیدہ کے تصنیف کی پیش آئی، اصل واقعہ یہ ہے کہ جب اسلام کے چالاک دشمنوں نے مذہب شیعہ کو تصنیف کیا تو وہ خود بھی جانتے تھے کہ کوئی انسان اس مذہب کو قبول نہیں کر سکتا لہذا انھوں نے طرح طرح کی تدبیریں اس مذہب کے رواج دینے کے لئے اختیار کیں، ازاں جملہ یہ کہ فسق و فجور کے راستے خوب وسیع کر دیئے، متعہ، لواطت، شراب خوری کا بازار گرم کیا، چنانچہ اس قسم کی روایتیں بکثرت آج بھی کتب شیعہ میں موجود ہیں، ازاں جملہ یہ کہ انھوں نے دنیاوی طمع کا راستہ بھی خوب کشادہ کیا، سیکڑوں روایتیں اس مضمون کی ائمہ کے نام سے تصنیف کر دیں کہ فلاں سنہ میں جو بہت قریب ہے دنیا میں انقلاب عظیم ہو جائے گا اور بڑی سلطنت و حکومت جاہ و حشمت شیعوں کو حاصل ہوگی، پھر جب وہ سنہ آتا اور ان پیشین گوئیوں کا ظہور نہ ہوتا تو کہہ دیتے کہ خدا کو بدا ہو گیا، ایک روایت اس قسم کی حسب ذیل ہے۔ صافی شرح اصول کافی باب کراہیۃ التوقیت ج ۲ صـ میں امام باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ:

ان اللہ تبارک وتعالیٰ قد کان وقت ھذا الامر فی سبعین فلما ان قتل الحسین علیہ السلام اشتد غضب اللہ علی اھل الارض فاخرہ الی اربعین ومائۃ فحدثناکم فاذاعتم الحدیث فکشفتم قناع الستر ولم یجعل اللہ لہ وقتا عندنا	بہ تحقیق اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس کام (یعنی امام مہدی کے ظہور) کا وقت سن ستر ہجری مقرر کیا تھا مگر جب حسین صلوات اللہ علیہ شہید ہو گئے تو اللہ کا غصہ زمین والوں پر سخت ہو گیا، لہذا اللہ نے اس کام کو ۱۴۰ھ تک پیچھے ہٹا دیا، ہم نے تم سے بیان کر دیا تم نے راز کو فاش کر دیا اور بات مشہور کر دی، اب

ذالك عندنا قال ابوحمزة فحدثت	اللہ نے کوئی وقت (اس کے بعد) ہم کو
بذلك یا باعبد اللہ علیہ	نہیں بتایا ابوحمزہ (راوی) کہتا ہے میں نے یہ
السلام فقال قد کان ذلك	حدیث امام جعفر صادق علیہ السلام سے بیان کی

انھوں نے کہا ہاں ایسا ہی ہوا۔

یہ تماشا بھی قابل دید ہے کہ جب اہلسنت کی طرف سے اعتراض ہوا تو علماء شیعہ کو جواب دینے کی فکر ہوئی اور اس پریشانی میں انھوں نے ایسی ایسی ناگفتہ بہ باتیں کہہ ڈالیں جو عقیدۂ بداسے بھی بڑھ گئیں، مولوی حامد حسین نے استقصاء الافحام جلد اوّل صفحہ ۱۲۸ سے لے کر صفحہ ۱۵۸ تک پورے تیس صفحہ اسی بحث کے نام سے سیاہ کرڈالے مگر کوئی بات بنائے نہ بن پڑی، بڑی کوشش انھوں نے اس بات کی کی ہے کہ بدا کے معنی میں تاویل کریں، چنانچہ کھینچ تان کر انھوں نے بدا کے وہ معنے بیان کئے ہیں جو محو و اثبات یا نسخ کے ہیں لیکن خود ہی خیال پیدا ہوا کہ یہ تاویل چل نہیں سکتی لہٰذا علامہ مجلسی سے ایک تاویل نقل کرکے اس پر بہت ناز کیا ہے یہ عبارت استقصاء مجلد اوّل کے صفحہ ۱۳۰ پر ملاحظہ ہو۔

ومنہا ان یکون ھذہ الاخبار	اور من جملہ ان تاویلات کے ایک یہ ہے کہ
تسلیۃ لقوم من المؤمنین	یہ پیشین گوئیاں ان مومنین کی تسلی کے لئے
المنتظرین لفرج اولیاء اللہ وغلبۃ	تھیں جو دوستانِ خدا کی آسائش اور اہلِ حق
حق واھلہ کما روی فی فرج	کے غلبہ کے منتظر تھے جیسا کہ اہل بیت
اھل البیت علیھم السلام وغلبتھم	علیہم السلام کی آسائش اور ان کے غلبہ کے
لانھم علیھم السلام لو کانوا اخبروا	متعلق روایت کیا گیا ہے اگر ائمہ علیہم السلام
الشیعۃ فی اول ابتلائھم باستیلاء	شیعوں کو شروع ہی میں بتا دیتے کہ مخالفین
المخالفین وشدۃ محنتھم انہ	کا غلبہ ابھی رہے گا اور شیعوں کو مصیبت سخت

فلیس فرجهم الابعد الف سنة او الفی سنة لیئسوا و رجعوا عن الدین ولکنهم اخبروا شیعتهم بتعجیل الفرج۔

ہو گی اور ان کو آسائش نہ ملے گی مگر ایک ہزار یا دو ہزار سال کے بعد تو وہ مایوس ہو جاتے اور دین سے پھر جاتے' لہٰذا انھوں نے اپنے شیعوں کو خبر دی کہ آسائش کا زمانہ جلد آنے والا ہے۔

یہ تاویل بڑی مستند تاویل ہے، اصحاب ائمہ سے منقول ہے، چنانچہ اصول کافی صفحہ ۲۳۳ میں ہے:

عن الحسن بن علی بن یقطین عن اخیہ محمد بن الحسین عن ابیہ علی بن یقطین قال قال لی ابو الحسن یا علی شیعة تربی بالامانی منذ مائتی سنة قال فقال یقطین لابنہ علی ما بالنا قیل لنا فکان وقیل لکم فلم یکن قال فقال لہ علی ان الذی قیل لنا و لکم کان من مخرج واحد غیر ان امرکم حضر فاعطیتم محضہ کان کما قیل لکم وان امرنا لم یحضر فعللنا بالامانی فلو قیل لنا ان ھذا الامر لا یکون الا الی مائتی سنة او ثلث مائة سنة

حسن بن علی بن یقطین نے اپنے بھائی محمد بن حسین سے انھوں نے اپنے والد علی بن یقطین سے روایت کی ہے کہ ابو الحسن نے کہا' اے علی شیعہ دو سو برس سے تمنّا دِلا دِلا کر رکھے جاتے تھے' یقطین (حتی) نے اپنے بیٹے علی سے کہا' یہ کیا بات ہے' جو وعدہ ہم سے کیا گیا' وہ پورا ہو گیا اور جو تم سے کہا گیا وہ پورا نہیں ہوا تو علی نے جواب دیا کہ جو ہم سے اور تم سے کہا گیا ہے، سب ایک ہی مقام سے نکلا، مگر تمہارے وعدہ کا وقت آ گیا لہٰذا تم سے خالص بات کہی گئی وہ پوری ہو گئی اور ہمارے وعدہ کا وقت نہیں آیا تھا لہٰذا ہم امید دلا دلا کر بہلائے گئے اگر ہم سے کہہ دیا جاتا کہ یہ کام نہ ہوگا مگر دو سو یا تین سو برس تک تو دل سخت ہو جاتے اور اکثر لوگ دینِ اسلام سے پھر جاتے

لقست القلوب ولرجع عامۃ الناس عن الاسلام ولکن قالوا ما اسرعہ وما اقربہ تالفا لقلوب الناس۔

اس وجہ سے ائمہ نے کہا کہ یہ کام بہت جلد ہوگا، بہت قریب ہوگا، لوگوں کی تالیفِ قلب کے لئے۔

یہ تاویل اگرچہ ان روایات میں چل نہیں سکتی جن میں بہ تعیین وقت پیشین گوئی کی گئی ہے گول گول الفاظ نہیں ہیں کہ یہ کام جلد ہوگا، قریب ہوگا، نیز ان روایات میں بھی چل نہیں سکتی جن میں کسی خاص شخص کی امامت کی پیشین گوئی کی گئی ہے اور وہ شخص امام نہیں ہوا یا قبل از وقت مرگیا، لیکن علمائے شیعہ کی خاطر سے، ہم اس تاویل کو قبول کرلیں تو ماحصل اس کا یہ ہے کہ اماموں کی پیشین گوئیاں جو غلط نکل گئیں، اس کی وجہ یہ نہیں تھی کہ خدا کو آئندہ کا حال معلوم نہ تھا بلکہ اصل وجہ یہ ہے کہ یہ پیشین گوئیاں شیعوں کی تسلی کے لئے بیان کی گئیں، شیعوں کے بہلانے کے لئے ایسی باتیں کہی گئیں، اگر شیعوں کو تسلی نہ دی جاتی اور وہ بہلائے نہ جاتے تو مرتد ہو جاتے۔

نتیجہ اس تاویل کا یہ ہے کہ ہمارے خیال کی تصدیق ہوتی ہے کہ عقیدۂ بدا کی تصنیف محض ترویج مذہب شیعہ کے لئے ہوئی ہے۔

مگر یہاں ایک سوال بڑا لاینحل یہ پیدا ہوتا ہے کہ جھوٹی پیشین گوئیاں کرکے لوگوں کو فریب دینا اور بہلانا کس کا فعل تھا، آیا ائمہ اپنی طرف سے ایسا کرتے تھے یا یہ کرتوت خدا کے ہیں، غالباً ائمہ کی آبرو کا بچانا شیعوں کے نزدیک زیادہ اہم ہو اور وہ خدا ہی کی طرف اس حرکت کو منسوب کریں گے تو ہم کہیں گے کہ جہل سے خدا کو بچالیا تو فریب دہی کے الزام میں مبتلا کردیا، بارش سے بچنے کے لئے صحن سے بھاگ کر پرنالے کے نیچے کھڑے ہوگئے۔

یہ بات بھی نتیجہ خیز تھی کہ جو شیعہ اصحاب ائمہ تھے وہ ایسے ضعیف الاعتقاد تھے

کہ ان کو مذہب پر قائم رکھنے کے لئے خدا کو یا اماموں کو جھوٹی پیشین گوئیاں بیان کرنا پڑتی تھیں، طرح طرح سے ان کو بہلانا پڑتا تھا ایسا نہ کیا جاتا تو وہ مرتد ہو جاتے جب اس زمانہ کے شیعوں کا یہ حال تھا تو آج کل کے شیعوں کا کیا حال ہوگا اور ان کے بہلانے کے لئے مجتہدوں کو کیا کچھ نہ تدبیریں کرنی پڑتی ہوں گی۔

شیعوں کے تو اصحاب ائمہ کا یہ حال تھا مگر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابۂ کرامؓ کو دیکھو، کیسے قوی الایمان، کیسے پختہ اعتقاد کے تھے کہ ان کو دین پر قائم رکھنے کے لئے نہ خدا کو جھوٹ بولنا پڑا نہ رسول کو، ان پر مصائب کے آلام کے پہاڑ توڑے گئے، بلاؤں کی بارش برسائی گئی، مگر ان کے قدم کو جنبش نہ ہوئی۔

انصاف سے دیکھو، یہی ایک مسئلہ بدا پورے شیعہ مذہب کی حقیقت ظاہر کرنے کے لئے کافی ہے جس مذہب میں خدا کو جاہل یا فریبی مانا گیا ہو اس مذہب کا کیا کہنا!

دوسرا مسئلہ

شیعوں کا عقیدہ ہے کہ خدا کو جب غصہ آتا ہے تو غصہ میں اس کو دوست دشمن کا امتیاز نہیں رہتا، حتیٰ کہ اس غصہ میں بجائے دشمنوں کے دوستوں کو نقصان پہنچا دیتا ہے، بھلا خیال تو کیجئے کہ کیا خدا کی یہی شان ہونی چاہیئے؟ اور کیا ایسا خدا ماننے کے قابل ہو سکتا ہے؟

سنداس عقیدہ کی پہلے مسئلہ میں اصول کافی صفحہ ۲۳۲ سے نقل ہو چکی کہ امام حسین کی شہادت سے جو خدا کو غصہ آیا تو امام مہدی کا ظہور اس نے ٹال دیا حالانکہ امام مہدی کے ظہور نہ ہونے سے شیعوں کا نقصان ہوا، قاتلانِ حسین کا کیا بگڑا، بلکہ ان کا تو اور فائدہ ہوا، یا یہ کہا جاوے کہ قاتلانِ امام حسین شیعہ تھے،

اسی وجہ سے خدا نے ان کو نقصان پہنچایا اور یہ واقعی بات بھی ہے۔

تیسرا مسئلہ

شیعوں کا اعتقاد ہے کہ خدا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ سے ڈرتا تھا اس لئے بہت سے کام ان سے چھپا کر کرتا تھا، بظاہر انھوں نے اپنے نزدیک تو صحابہ کرامؓ کے ظالم ہونے کو ثابت کیا ہے مگر فی الحقیقت خدا کی عاجزی اور مغلوبیت جو اس سے ثابت ہوئی اس کا انھوں نے خیال نہ کیا۔ کتاب احتجاج طبرسی میں ہے کہ جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا کہ خدا نے اپنے نبی کا نام یٰسین رکھا ہے اور سلام علی آل یٰسین اس لئے فرمایا کہ اگر صاف صاف سلام علیٰ آل محمد فرماتا تو خدا کو معلوم تھا کہ صحابہ اس کو قرآن میں نہ رہنے دیں گے، نکال دیں گے، آخری فقرہ عبارت کا یہ ہے کہ یعلمہ بانھم یقطعون قولہ سلام علیٰ آل محمدؐ کما اسقطوا غیرہ۔

چوتھا مسئلہ

شیعوں کے نزدیک خدا بندوں کی عقل کا محکوم ہے اور اس پر واجب ہے کہ عدل کرے اور جو کام بندوں کے لئے زیادہ مفید ہو وہی کام کرتا رہے، یہ عقیدہ شیعوں کا اس قدر مشہور اور ان کے عقائد کی ہر کتاب میں مذکور ہے کہ کسی خاص کتاب کے حوالہ کی ضرورت نہیں۔

لطافت اس عقیدہ کی ظاہر ہے، اس سے زیادہ اب کیا ہوگا کہ خدا بجائے حاکم کے محکوم بنا دیا گیا، پھر جب شیعوں کا تجویز کیا ہوا انتظام عالم میں نہیں پایا جاتا اور اکثر ایسا ہی ہوتا ہے اس وقت خدا پر ترک واجب کا جرم قائم ہوتا ہے

چنانچہ آج کل بھی صدیوں سے خدا ترکِ واجب کا مرتکب ہے اس نے کوئی امام معصوم دنیا میں قائم نہیں کیا، ایک صاحب ہیں بھی تو ان پر خوف اس قدر طاری کر رکھا ہے کہ وہ غار میں چھپے ہوئے ہیں، باہر نکلنے کا نام نہیں لیتے لیکن معلوم نہیں خدا کے لئے ترک واجب کی سزا کیا ہے اور اس سزا کا دینے والا کون ہے؟

پانچواں مسئلہ

شیعہ قائل ہیں کہ خدا تمام چیزوں کا خالق نہیں، یہ بھی شیعوں کا مشہور عقیدہ اور ان کی کتب عقائد میں مذکور ہے، وہ کہتے ہیں کہ خیر و شر دونوں کا خالق خدا نہیں ہے کیونکہ شر کا پیدا کرنا برا ہے اور برا کام خدا نہیں کرتا بلکہ شر کے خالق خود بندے ہیں، اس بنا پر بے گنتی بے شمار خالق ہو گئے، اہلسنت کہتے ہیں کہ خیر و شر دونوں کا خالق خدا ہے اور شر کا پیدا کرنا برا نہیں، البتہ شر کی صفت اپنے میں پیدا کرنا برا ہے اور اس سے خدا بری ہے۔

چھٹا مسئلہ

شیعوں کا عقیدہ ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام کی ذاتِ اقدس میں اصولِ کفر موجود ہوتے ہیں، اصول کافی باب فی اصول الکفر و ارکانہ میں ابوبصیر سے روایت ہے کہ:

قال ابو عبد اللہ علیہ السلام اصول الکفر ثلثۃ الحرص والاستکبار والحسد. فاما الحرص فان آدم حین	امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ اصول کفر کے تین ہیں۔ حرص[۱]، تکبر[۲]، حسد[۳]۔ حرص تو آدم میں تھا، جب ان کو

نهی من الشجرۃ حملہ الحرص علی ان اکل منہا واما الاستکبار فابلیس حیث امر بالسجود لآدم فابٰی واما الحسد فابنا آدم حیث قتل احدھما صاحبہ۔

درخت کے کھانے سے منع کیا تو حرص نے ان کو آمادہ کیا کہ انھوں نے اس درخت میں سے کھالیا اور ابلیس میں تکبر تھا کہ جب اس کو آدم کے سجدہ کا حکم دیا گیا تو اس نے انکار کر دیا اور حسد آدم کے دونوں بیٹوں میں تھا، اسی وجہ سے ایک نے دوسرے کو قتل کر ڈالا۔

دیکھو کس طرح حضرت آدم علیہ السّلام کو ابلیس کا ہم پلہ قرار دیا ہے' ایک اصولِ کفر ابلیس میں تھا تو ایک آدم علیہ السلام میں بھی ہے بلکہ شیعہ صاحبوں نے تو حضرت آدم کو ابلیس سے بھی بدتر قرار دیا ہے کیونکہ ابلیس میں صرف ایک اصولِ کفر ثابت کیا ہے یعنی تکبر' اور آدم میں دو اصولِ کفر ثابت کئے ہیں: حرص اور حسد۔ حرص کا بیان تو اس روایت میں ہو چکا، حسد کا بیان دوسری روایتوں میں ہے، چنانچہ حیات القلوب جلد اوّل صفحہ ۵۰ میں ہے کہ خدا نے آدم کو ائمہ اہل بیت پر حسد کرنے سے منع فرمایا اور کہا کہ خبردار میرے نوروں کی طرف حسد کی آنکھ سے نہ دیکھنا ورنہ تم کو اپنے قرب سے جُدا کر دوں گا اور بہت ذلیل کروں گا، مگر آدم نے اُن پر حسد کیا اور اسی کی سزا میں جنت سے نکالے گئے، اخیر فقرہ حیات القلوب صـ۵۰ ج ۱، کا یہ ہے:

پس نظر کردند بسوئے ایشاں بدیدہ حسد پس بایں سبب خدا ایشاں را بخود گذاشت و یاری و توفیق خود را از ایشاں برداشت

پس آدم و حوا نے ائمہ کی طرف حسد کی آنکھ سے دیکھا اس سبب سے خدا نے ان کو ان کے نفس کے حوالہ کر دیا اور اپنی مدد اور توفیق ان سے روک لی۔

یہ ہے ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام کی قدر، استغفراللہ۔

ساتواں مسئلہ

نبیوں کے متعلق شیعوں کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ ان سے بعض خطائیں ایسی سرزد ہوتی ہیں کہ اس کی سزا میں ان سے نور نبوت چھین لیا جاتا ہے، چنانچہ حیات القلوب جلد اول ص۲۳۱ میں ہے:

وبچندیں سند معتبر از حضرت صادق	بہت سی معتبر سندوں کے ساتھ امام
علیہ السلام منقول ست کہ چوں یوسف	صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ
علیہ السلام باستقبال حضرت یعقوب	جب یوسف علیہ السلام حضرت یعقوب
علیہ السلام بیرون آمد یکدیگر را ملاقات کردند	علیہ السلام کی پیشوائی کے لئے باہر آئے
یعقوب پیادہ شد و یوسف را شوکت	اور ایک دوسرے سے ملے، یعقوب
بادشاہی مانع شد و پیادہ نشد ہنوز از معانقہ	پیادہ ہوگئے مگر یوسف کو دبدبۂ بادشاہی
فارغ نشدہ بودند کہ جبرئیل بر حضرت یوسف	نے پیادہ ہونے سے روکا جب معانقہ
نازل شد و خطاب مقرون بعتاب از جانب	سے فارغ ہوئے تو جبرئیل حضرت یوسف
رب الارباب آورد کہ اے یوسف خداوند	پر نازل ہوئے اور خدا کی طرف سے غصہ
عالمیان می فرماید کہ ملک و بادشاہی ترا مانع	کا خطاب لائے کہ اے یوسف خداوند عالم
شد کہ پیادہ شوی برائے بندہ شائستہ صدیق	فرماتا ہے کہ بادشاہت نے تجھ کو روکا تو میرے
من دست خود را بکشا چوں دست را کشود	بندۂ شائستہ صدیق کے لئے پیادہ نہ ہوا
از کف دستش و بروایتے دیگر از میان انگشتانش	ہاتھ تو کھول، جیسے ہی انہوں نے ہاتھ کھولا
نورے بیروں رفت، یوسف گفت ایں	تو ان کی ہتھیلی سے اور ایک روایت میں
چہ نور بود؟ جبرئیل گفت نور پیغمبری بود	ہے کہ انگلیوں کے درمیان سے ایک
و از صلب تو پیغمبرے بہم نخواہد رسید بعقوبت	نور نکلا، یوسف نے کہا یہ کیا نور تھا؟ جبرئیل نے

آنچہ کردی، نسبت بہ یعقوب کہ برائے او پیادہ نشدی.

کہا یہ پیغمبری کا نور تھا، اب تمہاری اولاد میں کوئی پیغمبر نہ ہوگا، اس کام کی سزا میں جو تم نے یعقوب کے ساتھ کیا.

آٹھواں مسئلہ

نبیوں کے متعلق شیعوں کا اعتقاد یہ بھی ہے کہ وہ مخلوق سے بہت ڈرتے ہیں اور بسا اوقات مارے ڈر کے تبلیغ احکام الٰہی نہیں کرتے، چنانچہ خدا کی طرف سے حجۃ الوداع میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ملا کہ حضرت علی کی خلافت کا اعلان کردو، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کہہ کر ٹال دیا کہ میری قوم ابھی نومسلم ہے اگر میں اپنے بھائی کے متعلق ایسا حکم دوں تو لوگ بھڑک اٹھیں گے، پھر دوبارہ خدا کو عتاب کرنا پڑا کہ اگر اے رسول ایسا نہ کروگے تو فرائض رسالت سے سبکدوش نہ ہوگے، اس پر بھی رسول نے ٹالا، آخر خدا کو وعدۂ حفاظت کرنا پڑا، اس وعدہ کے بعد بھی رسول نے صاف صاف تبلیغ نہ کی، گول گول الفاظ کہہ دیئے، انتہا یہ کہ بہت سی آیات قرآنیہ رسول نے مارے ڈر کے چھپا ڈالیں، جن کا آج تک کسی کو علم نہ ہوا، نہ اب ہو سکتا ہے (دیکھو عماد الاسلام مصنفہ مولوی دلدار علی مجتہد اعظم شیعہ)

نواں مسئلہ

نبیوں کے متعلق شیعوں کا ایک نفیس عقیدہ یہ بھی ہے کہ وہ خدا کے بھیجے ہوئے انعام کو رد کر دیتے ہیں، خدا بار بار ان کو انعام بھیجتا اور وہ اس کو لینے سے انکار کر دیتے تھے، آخر خدا کو کچھ اور لالچ دینی پڑی تھی اس وقت وہ انعام قبول کرتے تھے غرض خدا کی کچھ قدر و منزلت ان کے دل میں نہ تھی، اصول کافی صفحہ ۲۹۴ میں ہے:

عن رجل من اصحابنا عن ابی عبد اللہ علیہ السّلام قال ان جبریل نزل علی محمد صلی اللہ علیہما وسلم فقال لہ ان اللہ یبشرك بمولود یولد من فاطمۃ تقتلہ امتك من بعدك فقال یاجبریل وعلی ربی السّلام لاحاجۃ لی فی مولود یولد من فاطمۃ تقتلہ امتی من بعدی فعرج

ثم ھبط فقال یا محمد ان ربك یقرئك السلام ویبشرك بانہ جاعل فی ذرّیتہ الامامۃ والولایۃ والوصیۃ فقال قد رضیت ثم ارسل الی فاطمۃ ان اللہ یبشرنی بمولود یولد لك تقتلہ امتی من بعدی فارسلت الیہ لاحاجۃ لی فی مولود تقتلہ امتك من بعدك فارسل الیھا ان اللہ عزوجل قد جعل فی ذریتہ الامامۃ والولایۃ والوصیۃ فارسلت الیہ انی قد رضیت۔

ہمارے اصحاب میں سے ایک شخص امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتا ہے کہ انھوں نے فرمایا جبرئیل محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئے اور ان سے کہا کہ اے محمد اللہ آپ کو ایک بچہ کی بشارت دیتا ہے جو فاطمہ سے پیدا ہوگا، آپ کی امت آپ کے بعد اس کو شہید کرے گی تو حضرت نے فرمایا کہ اے جبرئیل میرے رب پر سلام ہو مجھے اس بچہ کی کچھ حاجت نہیں جو فاطمہ سے پیدا ہوگا، اس کو میری امت میرے بعد قتل کرے گی، پھر جبرئیل چڑھے پھر اترے اور انھوں نے ایسا ہی کہا۔ آپ نے فرمایا، اے جبرئیل میرے رب پر سلام ہو مجھے حاجت اس بچہ کی نہیں جس کو میری امت میرے بعد قتل کرے گی۔ جبرئیل پھر آسمان پر چڑھے، پھر اترے اور انھوں نے کہا کہ اے محمّد، آپ کا پروردگار آپ کو سلام فرماتا ہے اور آپ کو بشارت دیتا ہے کہ وہ اس بچہ کی ذرّیت میں امامت اور ولایت اور وصیت مقرر کرے گا تو حضرت نے فرمایا کہ میں راضی ہوں، پھر آپ نے

فاطمہ کو خبر بھیجی کہ اللہ مجھے بشارت دیتا ہے ایک بچہ کی جو تم سے
پیدا ہوگا، میری امت میرے بعد اس کو قتل کرے گی، فاطمہ نے بھی
کہلا بھیجا کہ مجھے کچھ حاجت اس بچہ کی نہیں جس کو آپ کی امت
آپ کے بعد قتل کریگی تو حضرت نے کہلوا بھیجا کہ اللہ عزوجل نے اسکی
ذریت میں امامت اور ولایت اور وصیت مقرر کی ہے تب فاطمہ نے
کہلا بھیجا کہ میں راضی ہوگئی۔

دیکھو کس طرح رسول خدا نے خدا کی بشارت کو بار بار رد کر دیا اور شہادت فی سبیل اللہ کو حقیر سمجھا اور حضرت فاطمہ نے بھی سنت رسولؐ کی پیروی میں خدا کی بشارت کو رد کر دیا، یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر خدا امامت کی لالچ نہ دیتا تو کبھی رسول خدا کے انعام کو قبول نہ کرتے۔

دسواں مسئلہ

شیعوں کا یہ اعتقاد ہے کہ انبیاء علیہم السّلام اپنے تعلیم کی اُجرت خدا سے مانگتے ہیں اور کہتے ہیں کہ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا نے قرآن شریف میں حکم دیا ہے کہ اپنی تعلیم کی اُجرت لوگوں سے مانگ لیجئے نعوذ باللہ۔ انبیاؑ علیہم السّلام کی کس قدر توہین اس عقیدہ میں ہے آج ان کے ادنیٰ غلامانِ غلام ایسے موجود ہیں، جو عمر بھر کوئی کام ایسا نہیں کرتے جس کی اجرت مخلوق سے مانگیں جو کام کرتے ہیں خالصًا لوجہ اللہ کرتے ہیں۔

یہ عقیدہ شیعوں کا بہت مشہور ہے اور آیہ کریمہ قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربیٰ کی تفسیر میں مفسرین شیعہ نے ذکر کیا ہے کہ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ اے نبی کہدیجئے کہ میں تم سے اور اجرت نہیں مانگتا، صرف یہ

اجرت مانگتا ہوں کہ میرے قرابت والوں سے محبت کرو اور قرابت والوں سے مراد علی فاطمہ حسنین ہیں اور محبت کا مطلب یہ ہے کہ میرے بعد ان کو مثل میرے امام مانو۔

اہلسنت کہتے ہیں، یہ مطلب آیت کا ہرگز نہیں ہو سکتا، بیسیوں آیتیں قرآن شریف میں ہیں جن میں دوسرے پیغمبروں کی بابت ذکر ہے کہ انہوں نے اپنی قوم سے کہا کہ ہم تم سے کچھ اجرت نہیں مانگتے، ہماری اجرت تو خدا کے ذمہ ہے اور بہت سی آیتیں ہیں جن میں خاص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا ہے کہ آپ کہدیجئے کہ میں اس تعلیم پر کوئی اجرت نہیں طلب کرتا، یہ تو صرف ہدایت خلق کا کام ہے، لہٰذا آیت مذکورہ کا یہ مطلب ہے کہ اے نبی کہدیجئے کہ میں تم سے کچھ اجرت نہیں مانگتا، صرف یہ کہتا ہوں کہ میں تمہارا قرابت دار ہوں، قرابت کا خیال کر کے مجھے ایذا نہ پہنچاؤ۔

اس مبحث میں ایڈیٹر اصلاح سے تحریری مباحثہ ہوا، بالآخر ایک خاص رسالہ موسوم بہ تفسیر آیۂ مودۃ القربیٰ اس ناچیز نے تالیف کیا، جس کے بعد ایڈیٹر صاحب اصلاح ایسے خاموش ہوئے کہ صدائے برنخاست۔

گیارہواں مسئلہ

ہبۂ فدک کے متعلق ہے، بہت مشہور مسئلہ ہے، لہٰذا حوالۂ کتاب کی حاجت نہیں ہے، ہر شیعہ ہر موقع پر مطاعن صحابہ میں ہبۂ فدک کا ذکر کرتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فدک حضرت فاطمہ کو دے گئے تھے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے چھین لیا، مگر یہ عقل کے دشمن اتنا نہیں سوچتے کہ رسول پر کس قدر سخت الزام خود غرضی اور دُنیا طلبی کا عائد ہوتا ہے۔ نعوذ باللہ منہ۔

بارہواں مسئلہ

عقیدۂ تحریف کے متعلق ہے، جس کی بابت تنبیہ الحائرین کے بعد

اب کچھ لکھنے کی حاجت نہیں، پانچوں قسم کی تحریف کی روایتیں علمائے شیعہ کا اقرار سب کچھ اس میں نقل ہو چکا۔

تیرہواں، چودہواں، پندرہواں مسئلہ

ازواجِ مطہرات کے متعلق ہے کہ شیعوں نے خلافِ عقل و نقل کس قدر ناپاک عقیدہ ان کے متعلق قائم کر رکھا ہے، اس کے متعلق بھی اب کچھ لکھنے کی ضرورت نہیں جس کا جی چاہے ہمارا رسالہ تفسیر آیۂ التطہیر دیکھے۔

سولہواں مسئلہ

صحابۂ کرام کے متعلق ہے اس کے لئے کسی حوالہ کی ضرورت نہیں کیونکہ یہ وہ واقعات ہیں جن کا کوئی منکر نہیں اور صحابۂ کرام کے متعلق جیسا نجس عقیدہ شیعوں کا ہے وہ بھی ظاہر ہے۔

سترہواں مسئلہ

شیعوں کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ ان کے مجوزہ بارہ امام رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی مثل اور ہم رتبہ ہیں اور اسی طرح معصوم و مفترض الطاعۃ ہیں، دیکھو اصول کافی کتاب الحجۃ، صاف الفاظ یہ ہیں کہ ائمہ کو وہی بزرگی حاصل ہے، جو محمد علیہ السلام کو حاصل ہے۔ اسی حدیث کو صاحب حملۂ حیدری نے نظم کیا ہے کہ

همه صاحبِ حکم بر کائنات ؎ همه چوں محمد منزّہ صفات

اٹھارہواں مسئلہ

اماموں کی بابت شیعوں کا یہ عقیدہ ہے کہ وہ ران سے پیدا ہوتے ہیں

پیدا ہوتے ہی تمام آسمانی کتب کی تلاوت کر ڈالتے ہیں اور ان کی پیشانی پر آیۂ تمت کلمت ربک صدقا و عدلا لکھی ہوتی ہے. سایہ ان کا نہیں ہوتا، ناف بریدہ ختنہ شدہ پیدا ہوتے ہیں اور بجائے قابلہ کے امام سابق کام کرتے ہیں. دیکھو اصول کافی و تصنیفات علامہ باقر مجلسی۔

انیسواں مسئلہ

امام مہدی کے غائب ہونے کے متعلق ہے یہ عقیدہ بھی شیعوں کا اس قدر مشہور ہے کہ کسی خاص کتاب کے حوالہ دینے کی ضرورت بالکل نہیں۔

بیسواں مسئلہ

اماموں کی بابت شیعوں کا یہ عقیدہ ہے کہ ان کے پاس تمام انبیاء کے معجزات ہوتے ہیں، عصائے موسیٰ انگشتری سلیمان اسم اعظم اور لشکر جنات وغیرہ وغیرہ اور ان کو اپنے مرنے کا وقت بھی معلوم ہوتا ہے اور ان کی موت ان کے اختیار میں ہوتی ہے. دیکھو اصول کافی کتاب الحجۃ بکثرت احادیث ان مضامین کی ہیں حضرت علی میں علاوہ ان اوصاف کے قوتِ جسمانی بھی ایسی تھی کہ جبریل جیسے شدید القویٰ فرشتے کے جنگ خیبر میں پر کاٹ ڈالے۔ دیکھو حیات القلوب وحملہ حیدری. بایں ہمہ ائمہ نے کبھی ان معجزات سے کام نہ لیا، فدک چھین گیا، حضرت فاطمہ پر مار پیٹ ہوئی، حمل گرا دیا گیا، حضرت علی سے جبراً بیعت لی گئی۔

اس مسئلہ کو اور نیز اس کے بعد چوبیس مسئلہ تک ہم نہایت مفصل اپنی دوسری تصنیفات میں بیان کر چکے ہیں، کتبِ شیعہ کی عبارتیں بھی نقل کر چکے ہیں اس لئے یہاں طول دینا فضول معلوم ہوتا ہے، دیکھو مناظرۂ بکبریان.

پچیسواں مسئلہ

شیعہ اپنے خانہ ساز ائمہ کے اصحاب کی بڑی عزت کرتے ہیں، ان میں باہم نزاعات ہوئے اور باوجود امام کے زندہ ہونے کے وہ نزاعات رفع نہ ہوئے ترک کلام وسلام کی نوبت آئی مگر شیعہ ان میں کسی کو خاطی نہیں کہتے، سب کو اچھا سمجھتے ہیں اور مانتے ہیں، بخلاف اس کے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرامؓ کی کچھ بھی عزت نہیں، ان میں اگر کوئی نزاع ہوا اور وہ بھی بعد رسول کے تو کہتے ہیں، ایک فریق کو برا کہنا ضروری ہے، اپنے ائمہ کے اصحاب کی تو یہاں تک پاس داری ہے کہ ان میں فاسق، فاجر، شرابی لوگ بھی ہیں، ان کو بھی مانتے ہیں اور کہتے ہیں خدا کی رحمت سے کیا بعید ہے کہ فلاں امام کے طفیل میں ان کے یہ گناہ معاف ہو جائیں، یہیں سے سمجھ لینا چاہیئے کہ شیعوں کو کوئی تعلق رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں ہے، اگر کچھ بھی تعلق ہوتا تو ان کے اصحاب کی کم سے کم اتنی عزت تو کرتے جتنی اپنے ائمہ کے اصحاب کی کرتے ہیں۔

چھبیسواں مسئلہ

شیعہ جن حضرات کو امام معصوم کہتے ہیں اور دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم ان کے پیرو ہیں، ان کے اصحاب کی یہ حالت تھی کہ ان میں نہ امانت تھی، نہ سچائی، نہ وفاداری یہ سب صفتیں اہلسنت میں تھیں، اصول کافی صفحہ ۲۳۰ میں عبداللہ بن یعفور سے روایت ہے:

قال قلت لابی عبد اللہ علیہ السلام انی اخالط الناس فیکثر تعجبی من	میں نے امام جعفر صادق سے کہا کہ میں لوگوں سے ملتا ہوں تو بہت تعجب ہوتا ہے کہ جو لوگ

اتوام لا یتولونکم و یتولون فلانا و فلانا	آپ لوگوں کی ولایت کے قائل نہیں فلاں
لھم امانۃ وصدق ووفاء واقوام	اور فلاں کو مانتے ہیں ان میں امانت ہے
یتولونکم لیست لھم تلک الامانۃ	سچائی ہے، وفا ہے اور جو لوگ آپ کو مانتے
ولا الوفاء ولا الصدق قال فاستوی	ہیں ان میں نہ امانت ہے اور نہ سچائی ہے
ابوعبداللہ علیہ السلام جالسا	اور نہ وفا، یہ سن کر امام جعفر صادق سیدھے
فاقبل علی کالغضبان ثم قال	بیٹھ گئے اور میری طرف غصہ سے متوجہ ہوئے
لا دین لمن دان اللہ بولایۃ امام جائر	اور فرمایا کہ جس شخص نے ایسے امام کو مانا، جو
لیس من اللہ ولا عتب علی من	خدا کی طرف سے نہیں اس کا دین ہی نہیں
دان بولایۃ امام عادل من اللہ۔	اور جس نے ایسے امام کو مانا جو خدا کی طرف سے

ہے، اس پر کچھ عتاب نہیں۔

(ف) جب ائمہ کے زمانے میں شیعہ سچائی اور امانت اور وفاداری سے خالی تھے تو خیال کرو کہ آج کل شیعوں کی کیا حالت ہوگی۔

ائمہ کے اصحاب ائمہ پر افترا کیا کرتے تھے اور ائمہ ان کی تکذیب کرتے تھے اس مضمون کی صدہا روایتیں کتب شیعہ میں موجود ہیں، نمونے کے طور پر ایک روایت سنئے۔ رجال کشی میں صفحہ ۹۸ پر ہے،

عن زیاد بن ابی الحلال قال قلت لابی	زیاد بن حلال کہتے ہیں کہ میں نے امام جعفر
عبد اللہ علیہ السلام ان زرارۃ	صادقؒ سے کہا کہ زرارہ نے آپ سے استطاعت
روی عنک فی الاستطاعۃ شیئا	کے بارے میں ایک روایت نقل کی ہم نے
فقبلنا منہ وصدقناہ وقد اجبت	اس کو قبول کیا اور اس کی تصدیق کی اور اب
ان اعرضہ علیک فقال ھاتہ فقلت	میں چاہتا ہوں کہ وہ حدیث آپ کو سناؤں
زعم انہ سالک عن قول اللہ عزوجل	امام نے کہا سناؤ، میں نے کہا زرارہ کا بیان ہے

وللہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلا. فقلت من ملک زادا وراحلۃ فقال کل من ملک زادا وراحلۃ فھو مستطیع للحج وان لم یحج فقلت نعم فقال لیس ھکذا سألنی ولا ھکذا قلت کذب علی واللہ کذب علی لعن اللہ زرارۃ واللہ لعن اللہ زرارۃ لعن اللہ زرارۃ انما قال لی من کان لہ زاد وراحلۃ فھو مستطیع للحج قلت قد وجب علیہ قال فمستطیع ھو قلت لا حتی یؤذن لہ قلت فاخبر زرارۃ بذلک قال نعم قال زیاد فقدمت الکوفۃ فلقیت زرارۃ فاخبرتہ بما قال ابو عبد اللہ علیہ السلام وسکت عن لعنہ فقال اما انہ قد اعطانی الاستطاعۃ من حیث یعلم وصاحبکم ھذا لیس لہ بصیرا بکلام الرجال.

کہ انھوں نے آپ سے اللہ عزوجل کے قول وَلِلّٰہِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْہِ سَبِیْلًا کا مطلب پوچھا، آپ نے فرمایا جو شخص زادِ راہ اور سواری کا مالک ہو، وہ حج کی استطاعت رکھتا ہے چاہے حج نہ کرے تو آپ نے کہا ہاں امام نے فرمایا: نہ زرارہ نے مجھ سے اس طرح پوچھا نہ اس طرح میں نے جواب دیا، وہ میرے اوپر جھوٹ جوڑتا ہے، اللہ کی قسم وہ میرے اوپر جھوٹ جوڑتا ہے، خدا لعنت کرے زرارہ پر، اس نے مجھ سے یہ کہا تھا کہ جو شخص زادِ راہ اور سواری کا مالک ہے وہ مستطیع ہے، میں نے کہا اس پر حج واجب ہو تو مستطیع ہے، اس نے کہا نہیں، یہاں تک کہ اسے اجازت دی جائے میں نے کہا کیا میں زرارہ کو اس کی خبر دوں امام نے فرمایا ہاں چنانچہ میں کوفہ گیا اور زرارہ سے ملا، امام صادق کا مقولہ اس سے بیان کیا مگر لعنت کا مضمون نہ بیان کیا، تو زرارہ نے کہا وہ مجھے استطاعت کا فتوےٰ دے چکے اور ان کو خبر نہیں اور تمہارے ان امام کو لوگوں کی بات سمجھنے کی تمیز نہیں.

(ف) یہ وہی زرارہ صاحب ہیں جن پر امام جعفر صادق نے لعنت کی اور دوسری

روایت میں ہے کہ انھوں نے بھی امام جعفر صادق پر لعنت بھیجی، امام نے یہ بھی فرمایا کہ وہ میرے اوپر افترا کرتا ہے، زرارہ کوئی معمولی شخص نہیں، مذہب شیعہ کے رکن اعظم اور راوی معتمد ہیں، خاص کتاب کافی کی ایک ثلث احادیث انھیں کی روایت ہیں۔

یہ بھی علمائے شیعہ کو اقرار ہے کہ اصحابِ ائمہ نے ائمہ سے نہ اصولِ دین کو یقین کے ساتھ حاصل کیا تھا، نہ فروعِ دین کو، ائمہ ان سے تقیہ کرتے رہے اور اپنا اصلی مذہب اُن سے چھپایا کئے اس مضمون کی روایات بھی کتب شیعہ میں بہت ہیں، نمونے کے طور پر دو ایک روایتیں سن لیجئے:

علامہ شیخ مرتضیٰ فرائد الاصول مطبوعہ ایران کے ص۸۶ میں لکھتے ہیں:

ثم ان ما ذکره من تمکن اصحاب الائمة من اخذ الاصول والفروع بطریق الیقین دعوی ممنوعة واضحة للمنع واقل مایشهد علیها ماعلم بالعین والاثر من اختلاف اصحابهم صلوات الله علیهم فی الاصول والفروع ولذا اشکی غیر واحد من اصحاب الائمة الیهم اختلاف اصحابه فاجابوهم تارة بانهم قد القوا الاختلاف بینهم حقنا لدمائهم کما فی روایة حریز و زرارة و ابی ایوب الجزار و اخری اجابوهم بان ذالک من جهة

پھر جو یہ بیان کیا ہے کہ اصحاب ائمہ نے اصول و فروع دین کو یقین کے ساتھ حاصل کیا یہ دعویٰ ناقابلِ تسلیم ہے اور اس کا ناقابلِ تسلیم ہونا ظاہر ہے اور کم سے کم اس کی شہادت یہ ہے جو چیز آنکھ سے دیکھی گئی اور نقل سے معلوم ہوئی کہ ائمہ صلوات اللہ علیہم کے اصحاب اصول و فروع میں باہم مختلف تھے اور اسی وجہ سے بہت سے اصحاب ائمہ نے ائمہ سے شکایت کی کہ آپ کے اصحاب میں اس قدر اختلاف کیوں ہے تو ائمہ نے کبھی یہ جواب دیا کہ یہ اختلاف ہم نے خود ڈالا ہے، ان لوگوں کی جان بچانے کے لئے چنانچہ حریز و زرارہ اور ابو ایوب جزار کی روایت میں یہی منقول ہے اور کبھی یہ جواب دیا کہ یہ

الکذابین کما فی روایۃ الفیض بن المختار۔

اختلاف جھوٹ بولنے والوں کے سبب سے پیدا ہوگیا ہے جیسے کہ فیض بن مختار کی روایت میں منقول ہے۔

مولوی دلدار علی صاحب اساس الاصول مطبوعہ لکھنؤ کے صفحہ ۱۴۰ میں لکھتے ہیں

لانسلم انھم کانوا مکلفین بتحصیل القطع والیقین کما یظھر من سجیۃ اصحاب الائمۃ بل انھم کانوا مامورین باخذ الاحکام من الثقاۃ ومن غیرھم ایضا مع قیام قرینۃ تفید الظن کما عرفت مرارا بانحاء مختلفۃ کیف ولو لم یکن الامر کذلک لزم ان یکون اصحاب ابی جعفر الصادق الذین اخذ یونس کتبھم وسمع احادیثھم مثلا ھالکین مستوجبین النار وھکذا حال جمیع اصحاب الائمۃ فانھم کانوا مختلفین فی کثیر من المسائل الجزئیۃ الفرعیۃ کما یظھر ایضا من کتاب العدۃ وغیرہ وقد عرفتہ۔

ہم اس بات کو نہیں مانتے کہ اصحاب ائمہ پر یقین کا حاصل کرنا ضروری تھا چنانچہ اصحاب ائمہ کی روش سے یہ بات ظاہر ہے بلکہ ان کو حکم تھا کہ احکام دین کو ثقہ غیر ثقہ سب سے لے لیں بشرطیکہ قرینہ سے گمان غالب حاصل ہو جائے جیسا کہ تم کو مختلف طریقوں سے معلوم ہو چکا ہے اور اگر ایسا نہ ہو تو لازم آئے گا کہ امام باقر صادق کے اصحاب جن سے یونس نے کتابیں لیں اور ان کی احادیث سنیں، ہلاک ہونے والے اور دوزخی ہوں اور یہی حال تمام اصحاب ائمہ کا ہے کیونکہ وہ لوگ مسائل جزئیہ فرعیہ میں مختلف تھے جیسا کہ کتاب العدۃ وغیرہ سے ظاہر ہے — اور تم اس کو معلوم کر چکے ہو۔

اب ایک روایت اس مضمون کی دیکھ لیجئے کہ ائمہ اپنے مخلص شیعوں سے بھی

تقیہ کرتے تھے، حتیٰ کہ ابوبصیر جیسے مسلم الکل سے بھی، کتاب استبصار کے باب الصلوٰۃ صفحہ ۱۴۵ جز اوّل میں ہے:

عن ابی بصیر قال قلت لابی عبد اللہ متی اصلی رکعتی الفجر قال فقال لی بعد طلوع الفجر قلت لہ ان ابا جعفر علیہ السلام امرنی ان اصلیھا قبل طلوع الفجر، فقال یا ابا محمد ان الشیعۃ اتوا ابی مسترشدین فافتاھم بمر الحق واتونی شکاکا فافتیتھم بالتقیۃ	ابوبصیر سے روایت ہے کہ میں نے امام جعفر صادق سے پوچھا کہ سنت فجر کس وقت پڑھوں توانھوں نے کہا کہ بعد طلوع فجر کے میں نے کہا کہ امام باقر علیہ السلام نے تو مجھے حکم دیا تھا کہ قبل طلوع فجر کے پڑھ لیا کرو توامام صادق نے کہا کہ اے ابو محمد، شیعہ میرے والد کے پاس ہدایت حاصل کرنے کو آتے تھے لہٰذا میرے والد نے ان کو صحیح صحیح مسئلہ بتادیا اور میرے پاس شک کرتے ہوئے آئے لہٰذا میں نے ان کو تقیہؔ سے فتویٰ دیا۔

(ف) ابوبصیر کی حرکت دیکھنے کے قابل ہے جب امام باقر علیہ السلام اس کو مسئلہ بتاچکے تھے تو اب اس کو امام جعفر صادق سے پوچھنے کی کیا ضرورت ہے، غالباً ان کا امتحان لینا منظور تھا۔

کیوں جناب حائری صاحب انھیں حالات پر اور انھیں روایات کی بنیاد پر آپ اپنے کو متبع ائمہ کہتے ہیں۔

ستائیسواں مسئلہ

حضرات شیعہ اولادِ رسول میں گنتی کے چند اشخاص کے ماننے کا دعویٰ کرتے ہیں، باقی سیکڑوں ہزاروں اشخاص کو بُرا کہنا، ان سے عداوت رکھنا، ان پر تبرا بھیجنا

ضروری جانتے ہیں اور پھر کہتے ہیں کہ ہم محبِ آلِ رسول ہیں، شواہد اس مضمون کی کتب شیعہ میں بہت ہیں، کتاب احتجاج مطبوعہ ایران میں بڑے فخر کے ساتھ لکھا ہے کہ اولادِ رسول میں سے جو لوگ مسئلہ امامت میں ہمارے مخالف ہیں ہم ان کا کچھ بھی خیال نہیں کرتے ان سے عداوت رکھتے ہیں ان پر تبرا بھیجتے ہیں، اصل عبارت کتاب احتجاج کی مناظرۂ کیران میں منقول ہے جس کا جی چاہے دیکھ لے۔

اٹھائیسواں مسئلہ

جھوٹ بولنا جو تمام مذاہب میں بدترین گناہ ہے، تمام دنیا کے عقلائے اس کو سخت ترین عیب مانا ہے، مذہب شیعہ نے اس کو اعلیٰ ترین عبادت قرار دیا ہے دین کے دس حصے بتلائے ہیں ان میں نو حصے جھوٹ بولنے میں ہیں، جو جھوٹ نہ بولے اس کو بے دین و بے ایمان کہتے ہیں، جھوٹ بولنا خدا کا دین بتایا گیا ہے انبیا و ائمہ کا دین کہا گیا ہے۔

اصول کافی مطبوعہ لکھنؤ کے صفحہ ۴۸۲ میں ہے:

عن ابی عمر الاعجمی قال قال لی ابو عبد اللہ علیہ السلام یا ابا عمر ان تسعۃ اعشار الدین فی التقیۃ ولا دین لمن لا تقیۃ لہ والتقیۃ فی کل شیئ الا فی النبیذ والمسح علی الخفین	ابو عمر عجمی سے منقول ہے انھوں نے کہا کہ مجھ سے امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ دین کے دس حصوں میں سے نو حصہ تقیہ میں ہے اور جو تقیہ نہ کرے وہ بے دین ہے اور تقیہ ہر چیز میں ہے سوا نبیذ اور موزوں پر مسح کرنے کے۔

ایضاً اصول کافی صہ۴۸۴ میں ہے:

قال ابو جعفر علیہ السلام التقیۃ	امام باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ تقیہ میرا

من دینی ودین آبائی ولا ایمان — دین ہے اور میرے باپ دادا کا دین ہے

لمن لا تقیۃ لہ۔ — اور جو تقیہ نہ کرے وہ بے دین ہے۔

اگر حائری صاحب فرمائیں کہ ان احادیث میں تو تقیہ کی فضیلت بیان ہوئی ہے نہ جھوٹ بولنے کی، تو میں عرض کروں گا کہ تقیہ کے معنی جھوٹ بولنے ہی کے ہیں علمائے شیعہ نے بہت کچھ ہاتھ پیر مارے لیکن تقیہ کے معنی امام معصوم کے قول سے ثابت ہیں اس میں کوئی تاویل چل نہیں سکتی۔

اصول کافی صفحہ ۴۸۳ میں ہے:

عن ابی بصیر قال قال ابو عبد اللہ علیہ السلام التقیۃ من دین اللہ جل وعز قلت من دین اللہ قال ای واللہ من دین اللہ و لقد قال یوسف ایتہا العیر انکم لسارقون واللہ ما کانوا سرقوا شیئا ولقد قال ابراھیم انی سقیم واللہ ما کان سقیما۔

ابو بصیر کہتے ہیں کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا تقیہ اللہ کے دین میں سے ہے۔ میں نے (تعجب سے) کہا اللہ کے دین میں سے ہے، امام نے فرمایا، ہاں خدا کی قسم اللہ کے دین میں سے ہے، اور بہ تحقیق یوسف[1] (پیغمبر) نے کہا تھا کہ اے قافلہ والو تم چور ہو، حالانکہ اللہ کی قسم انہوں نے کچھ نہ چرایا تھا اور ابراہیم (پیغمبر) نے کہا تھا کہ میں بیمار ہوں حالانکہ وہ اللہ کی قسم بیمار نہ تھے۔

اس حدیث میں تقیہ کی فضیلت بھی معلوم ہوئی کہ وہ خدا کا دین اور پیغمبروں کا شیوہ ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ تقیہ جھوٹ بولنے کا نام ہے، کیونکہ ایک شخص نے چوری نہیں کی تھی اس کو امام نے چور کہا، امام اس کو تقیہ کہتے ہیں، اور ایک شخص بیمار نہ تھا اس نے اپنے کو بیمار کہا، امام اس کو تقیہ کہتے ہیں اور اسی کو جھوٹ

---

[1] حضرت یوسف پر افترا ہے، انھوں نے ہرگز قافلہ والوں کو چور نہیں کہا تھا۔ قرآن شریف میں ہے:
واذن موذن ایتہا العیر انکم لسارقون یعنی ایک اعلان دینے والے نے یہ اعلان دیا (باقی اگلے صفحہ پر)

بھی کہتے ہیں۔

(ف) تقیہ کی پہلی حدیث میں نبیذ پینے اور موزوں پر مسح کرنے میں تقیہ کرنے کی ممانعت ہے، یہ عجیب لطیفہ ہے، خدا جانے ان دونوں کاموں میں کیا بات ہے تقیہ کرکے خدا کے ساتھ شرک کرنا اور دنیا بھر کے گناہوں کا ارتکاب جائز ہو مگر یہ دونوں کام جائز نہ ہوں عقل حیران ہے، مگر استبصار کے مصنف کہتے ہیں کہ ایک دوسری روایت ہیں ان دونوں کاموں ہیں بھی تقیہ کرنے کی اجازت ہے اور ہمارا عمل اسی کے مطابق ہے اور اسی حدیث کا مطلب انھوں نے یہ بیان کیا ہے کہ ان دونوں کاموں میں تقیہ اس وقت جائز ہے، جب جان کا یا مال کا خوف شدید ہو، معمولی تکلیف کے لئے جائز نہیں۔

عبارت استبصار کی حسب ذیل ہے:

والثالث ان یکون اراد لا اتقی فیہ احدا اذا لم یبلغ الخوف علی النفس او المال وان لحقہ ادنی مشقۃ احتملہ وانما یجوز التقیۃ فی ذالک عند الخوف الشدید علی النفس والمال.	اور تیسری بات یہ ہے کہ امام نے یہ مراد لیا ہوگا کہ میں ان کاموں میں کسی سے تقیہ نہیں کرتا جب تک کہ جان یا مال کا خوف نہ ہو، معمولی تکلیف کی برداشت کرلیتا ہو اور ان کاموں میں تقیہ اسی وقت جائز ہے جبکہ خوف شدید جان یا مال کا ہو۔

استبصار کی اس عبارت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ شیعہ جو کہتے ہیں کہ تقیہ ہمارے یہاں خوف جان یا مال کے وقت کیا جاتا ہے، بالکل غلط ہے، خوف جان یا مال کی قید صرف مذکورہ بالا کاموں میں ہے، ان کے سوا اور امور میں بغیر خوف جان و مال کے

(گزشتہ صفحہ کا حاشیہ) کہ اے قافلہ والو تم چور ہو اور اس اعلان دینے والے نے بھی اپنے خیال کے مطابق سچا اعلان دیا تھا۔ (۲) حضرت ابراہیمؑ کا واقعہ انھوں نے بیشک اپنے کو بیمار کہا تھا اور درحقیقت انکو اس وقت رنج و غم کی بیماری تھی۔ ۱۲

کے بھی تقیہ جائز ہے۔

(ف) بعض شیعہ تقیہ کی بحث میں گھبرا کر یہ بھی کہہ بیٹھتے ہیں کہ تقیہ اہلسنت کے یہاں بھی ہے، حالانکہ یہ محض فریب اور دھوکا دینے کی بات ہے، اہلسنت کے یہاں ہرگز تقیہ نہیں ہے امور ذیل کے سمجھنے کے بعد یہ بات بالکل صاف ہو جاتی ہے

اوّل اہلسنت کے یہاں تقیہ کرنا کوئی ثواب کا کام نہیں کوئی ضروری کام نہیں نہ اس میں کوئی فضیلت ہے جیسے کہ شیعوں کے یہاں ہے۔

دوم اہلسنت کے یہاں خوفِ شدید کے وقت میں بحالت اضطرار و اکراہ تقیہ کی اجازت ہے، بالکل اسی طرح جیسے کہ بحالت اضطرار سور کا گوشت کھا لینا قرآن شریف میں جائز کیا گیا ہے، اس اجازت کی بنا پر کون کہہ سکتا ہے، کہ سور کا گوشت مسلمانوں کے یہاں جائز ہے۔

سوم اہلسنت کے یہاں حالت اضطرار میں بھی تقیہ جائز ہے، واجب نہیں، اگر کوئی شخص تقیہ نہ کرے، جان دیدے تو ثواب پائے گا۔

چہارم اہلسنت کے یہاں انبیاء علیہم السّلام بلکہ جمیع پیشوایان دین کے لئے تقیہ جائز نہیں، صرف ان لوگوں کے لئے جائز ہے جن کے تقیہ کرنے سے دین و مذہب پر کوئی اثر نہ پڑے، ان کھُلے کھُلے فرقوں کے بعد یہ کہنا کہ اہلسنت کے یہاں بھی تقیہ ہے سو لے بے حیائی کے اور کس چیز کی دلیل ہو سکتا ہے؟

انتیسواں مسئلہ

مذہب شیعہ میں اپنا دین چھپانے کی بڑی تاکید ہے اور دین کے ظاہر کرنے کی سخت ممانعت ہے، اصول کافی صفحہ ۴۸۵ میں ہے:

عن سلیمان بن خالد قال قال	سلیمان بن خالد سے روایت ہے کہ امام
ابو عبد اللہ علیہ السلام یا سلیمان	جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ بتحقیق اے
انکم علی دین من کتمہ اعزہ اللہ	سلیمان تم لوگ ایسے دین پر ہو کہ جو اس کو چھپائے
ومن اذاعہ اذلہ اللہ۔	گا اللہ اس کو عزت دے گا اور جو اس کو

ظاہر کرے گا اللہ اس کو ذلیل کرے گا۔

فی الحقیقت شیعوں کا مذہب چھپانے ہی کے لائق ہے، انھوں نے بڑی عقلمندی کی کہ زمانہ سلف میں اپنا مذہب ظاہر نہ کیا ورنہ اس کا باقی رہنا دشوار تھا، اب شیعوں کی کتابیں چھپ گئیں اس لئے بہت سی باتیں ان کے مذہب کی معلوم ہوگئیں لیکن علمائے شیعہ اب بھی اپنے عوام سے اپنے مذہب کے اسرار پوشیدہ رکھتے ہیں۔

تیسواں مسئلہ

شیعوں کے مذہب شریف میں زنا کو ایک عجیب تدبیر سے جائز کیا گیا ہے اول تو متعہ ہی کیا کم تھا اور متعہ میں بھی طرح طرح کی جدتیں مثلاً متعہ دوری وغیرہ لیکن براہِ راست زنا کو بھی جائز کر لیا گیا، عورت و مرد تنہا راضی ہو جائیں، کوئی گواہ بھی نہ ہو، حضرات شیعہ کے مذہب میں یہ بھی نکاح ہے۔

فروع کافی جلد دوم صفحہ ۱۹۸ میں ہے :

عن ابی عبد اللہ علیہ السلام	امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے
قال جاءت امرأۃ الی عمر فقالت	کہ ایک عورت حضرت عمر کے پاس آئی اور
انی زنیت فطھرنی فامر بھا ان ترجم	اس نے کہا، میں نے زنا کی ہے مجھے پاک
فاخبر بذلك امیر المومنین	کر دیجئے، حضرت عمر نے اس کے سنگسار

صلوات اللہ علیہ فقال کیف زنیت فقالت مررت بالبادیۃ فاصابنی عطش شدید فاستقیت اعرابیا فابی ان یسقینی الا ان امکنہ من نفسی فلما اجھدنی العطش وخفت علی نفسی سقانی فامکنتہ من نفسی فقال امیرالمومنین علیہ السلام ھذا تزویج ورب الکعبۃ

کرنے کا حکم دیا اس کی اطلاع امیرالمومنین صلوات اللہ علیہ کو کی گئی، تو انھوں نے اس عورت سے پوچھا کہ تو نے کس طرح زنا کی تھی اس عورت نے کہا میں جنگل میں گئی تھی وہاں مجھ کو سخت پیاس معلوم ہوئی، ایک اعرابی سے میں نے پانی مانگا، اس نے مجھے پانی پلانے سے انکار کیا مگر اس شرط پر کہ میں اس کو اپنے اوپر قابو دوں، جب مجھ کو پیاس نے بہت مجبور کیا اور مجھے اپنی جان کا اندیشہ ہوا تو میں راضی ہو گئی اس نے مجھے پانی پلایا اور میں نے اسکو اپنے اوپر قابو دیدیا۔ امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ تو قسم رب کعبہ کی نکاح ہے۔

دیکھئے اس روایت کے مطابق زنا کا وجود دنیا سے اٹھ گیا، بازاروں میں جس زنا کا ارتکاب ہوتا ہے اس میں عورت و مرد باہم راضی ہو ہی جاتے ہیں یہاں اگر پانی پلایا گیا تو وہاں اس سے بڑھ کر روپیہ دیا جاتا ہے، گواہ کی صیغہ نکاح کی نہ شرط یہاں ہے نہ وہاں، شاباش۔

منظور ہے کہ سیم تنوں کا وصال ہو
مذہب وہ چاہیئے کہ زنا بھی حلال ہو

اکتیسواں مسئلہ

متعہ مذہب شیعہ میں نہ صرف حلال بلکہ اتنی بڑی عبادت ہے کہ نماز روزہ کی بھی اس کے سامنے کچھ ہستی نہیں، تفسیر منہج الصادقین میں ہے کہ متعی مرد و عورت

جو حرکات کرتے ہیں، ہر حرکت پر ان کو ثواب ملتا ہے، غسل کرتے ہیں تو غسالہ کے ہر قطرہ سے فرشتے پیدا ہوتے ہیں اور یہ بے تعداد فرشتے قیامت تک تسبیح و تقدیس میں مشغول رہیں گے اور ان کی تمام عبادات کا ثواب متعہ کرنے والوں کو ملے گا، ایک مرتبہ متعہ کرنے سے امام حسین کا درجہ، دو مرتبہ کرنے سے امام حسن کا تین مرتبہ میں حضرت علی کا، چار مرتبہ میں رسولِ خدا کا رتبہ ملتا ہے، جو متعہ نہ کرے گا وہ قیامت کے دن نکٹا اٹھے گا۔

حضرات شیعہ نے متعہ میں ایک لطیف صورت اور پیدا کی ہے اور اس کا نام متعہ دوریہ رکھا ہے جس کے ذکر سے بھی شرم معلوم ہوتی ہے۔ بادلِ ناخواستہ بقدرِ ضرورت ذکر کیا جاتا ہے، صورت اس کی یہ ہے کہ دس بیس آدمی مل کر کسی ایک عورت سے متعہ کریں اور یکے بعد دیگرے سب اس سے ہم بستر ہوں، نعوذ باللہ منہ اب چند روز سے شیعہ اس متعہ کا انکار کرنے لگے ہیں، مگر اپنی کتابوں کو کیا کریں گے۔ قاضی نور اللہ شوستری سے کچھ نہ بن پڑا تو اپنی کتاب مصائب النواصب میں یہ قید لگا دی کہ ہمارے یہاں متعہ دوریہ اس عورت سے جائز ہے جس کا حیض بند ہو چکا ہو، عبارت ان کی یہ ہے:

واما ناسعا قلان ما نسبہ الی اصحابنا	مصنف نواقض الروافض نے یہ جو ہمارے
من انھم جوزوا ان یتمتع الرجال	اصحاب امامیہ کی طرف کیا ہے وہ اس بات
المتعددون لیلۃ واحدۃ من امراۃ	کو جائز کہتے ہیں کہ متعدد مرد ایک رات میں
سواء کانت من ذوات الاقراء	ایک عورت سے متعہ کریں خواہ اس عورت
ام لا فانما خان فی بعض قیودہ وذالک	کو حیض آتا ہو یا نہیں اس میں ازراہ خیانت
لان الاصحاب قد خصوا ذلک	بعض قیدیں چھوڑی ہیں کیونکہ ہمارے اصحاب
بالآئسۃ لانھا یعوبالآئسۃ وغیرھا	امامیہ نے متعہ دوریہ کو اس عورت کے

من ذوات الاقراء۔ ساتھ خاص کیا ہے جن کو حیض نہ آتا ہو،

نہ یہ کہ جس کے ساتھ چاہے کرے حیض آتا ہو یا نہ آتا ہو۔

قاضی نور اللہ شوستری نے یہ جو تاویل کی ہے اگر مان بھی لی جائے تو بھی جس قدر بے حیائی اس فعل میں ظاہر ہے، جس مذہب میں ایسے بیحیائی کے افعال جائز ہوں، اس مذہب کے عمدہ ہونے میں کیا شک ہے۔

النجم دورِ جدید کے نمبر چہارم میں متعہ کی بحث لکھی جاچکی ہے جس میں ثابت کردیا گیا ہے کہ متعہ مذہب اسلام میں کبھی حلال نہ تھا، قرآن شریف کی متعدد آیتیں مکی بھی اور مدنی بھی حرمتِ متعہ کی تعلیم دیتی ہیں، اس مضمون کو دیکھ کر بعض انصاف پسند شیعوں نے بھی اقرار کرلیا کہ بے شک متعہ اسلام میں کبھی حلال نہ تھا۔ چنانچہ حکیم سید شبیر حسن صاحب مولوی فاضل کا اقرار النجم میں چھپ چکا ہے۔

بتیسواں مسئلہ

تبرّا بازی کے متعلق ہے۔ اس کے لئے کسی خاص کتاب کے حوالہ کی ضرورت نہیں، مذہب شیعہ کا رکن اعظم یہی ہے کہ صحابۂ کرامؓ کو گالیاں دی جائیں، اسی گالی دینے کی بدولت ذلت ہوتی ہے، خوں ریزی ہوتی ہے۔ دفعہ ۲۹۸ تعزیرات ہند کے ماتحت سزائیں ملتی ہیں، مگر پھر بھی باز نہیں آتے۔

تینتیسواں مسئلہ

غیر مسلم عورتوں کو ننگا دیکھنا مذہب شیعہ میں جائز ہے، فروع کافی میں ہے:

عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال النظر الی عورۃ من لیس بمسلم مثل نظرك الی عورۃ الحمار۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ جو شخص مسلمان نہ ہو اس کی شرمگاہ کا دیکھنا ایسا ہے جیسے گدھے کی شرمگاہ کو دیکھنا۔

چونتیسواں مسئلہ

مذہب شیعہ میں ستر عورت صرف بدن کا رنگ ہے خود ائمہ معصومین اپنے عضو مخصوص پر چونا لگا کر لوگوں کے سامنے ننگے ہو جاتے تھے۔ فروع کافی میں ہے:

ان ابا جعفر علیہ السلام کان یقول من کان یومن باللہ والیوم الأخر فلا یدخل الحمام الا بمیزر قال فدخل ذات یوم الحمام فتنور فلما ان اطبقت النورۃ علی بدنہ القی المیزر فقال لہ مولی لہ بابی انت وامی انك لتوصینا بالمیزر وقد القیتہ عن نفسك فقال اما علمت ان النورۃ قد اطبقت العورۃ

امام باقر علیہ السلام فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہو وہ حمام میں بغیر پاجامہ کے نہ داخل ہو، پھر امام ممدوح ایک دن حمام میں گئے اور چونا لگایا جب چونا لگ گیا تو پاجامہ اتار کر پھینک دیا، ان کے ایک غلام نے ان سے کہا کہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں، آپ ہم کو پاجامہ پہننے کی تاکید کرتے ہیں مگر خود آپ نے اتار ڈالا تو امام نے فرمایا کہ کیا تم نہیں جانتے کہ چونا نے ستر کو چھپا لیا۔

پینتیسواں مسئلہ

عورتوں کے ساتھ خلاف وضع فطرت حرکت کا جواز مذہب شیعہ میں متفق علیہ ہے، کافی، استبصار، تہذیب، سب میں اس کی روایات موجود ہیں بلکہ بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ امام سے پوچھا گیا کہ آپ بھی اپنی بی بی کے ساتھ ایسا کرتے ہیں، امام نے اس کے جواب میں انکار کیا ہے۔

لطف یہ ہے کہ اس مسئلہ کا جواز قرآن شریف سے ثابت کیا جا رہا ہے، کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا نساءکم حرث لکم فاتوا حرثکم انی شئتم ترجمہ یہ کیا جاتا ہے کہ عورتیں تمہاری کھیتی ہیں، پس اپنی کھیتی میں جہاں سے چاہو آؤ۔ حالانکہ یہ ترجمہ غلط ہے، یوں ہونا چاہیئے کہ جس طرح چاہو آؤ، کھیتی کا مضمون خود اس کو بتلا رہا ہے کیونکہ کھیتی کا مقام صرف ایک ہی ہے، بعض علمائے شیعہ نے اہل سنت کی کتابوں سے بھی اس فعل قبیح کا جواز ثابت کرنے کی کوشش کی مگر وہ کامیاب نہ ہوئے۔ دیکھو قبقاب لآل الکذاب۔

چھتیسواں مسئلہ

بے وضو اور بلا غسل سجدۂ تلاوت اور نماز جنازہ شیعوں کے یہاں درست ہے ان کی کتب فقہ میں اس کی تصریح ہے، لہٰذا طول دینے کی حاجت نہیں، طہارت کے مسائل مذہب شیعہ میں بہت نفیس نفیس ہیں، پیشاب کی [illegible] ہے، مگر اب اس وقت طول دینے کو دل نہیں چاہتا، انشاء اللہ تعا[illegible]ہ دیکھا جائے گا۔

سینتیسواں مسئلہ

مذہب شیعہ میں دغا و فریب ایسی عمدہ چیز ہے کہ ائمہ اکثر اپنے مخالفوں کی نماز جنازہ

میں شرکت کرتے اور بجائے دعا کے نماز میں بددعا دیتے تھے اور اپنے متبعین کو بھی یہی تعلیم دیتے تھے کہ تم بھی ایسا کرو، لوگ سمجھتے تھے کہ امام نماز جنازہ پڑھ رہے ہیں اور وہاں معاملہ برعکس ہے، فروع کافی جلد اوّل صفحہ ۹۹ میں ہے:

عن ابی عبد اللہ علیہ السلام ان رجلا من المنافقین مات فخرج الحسین بن علی صلوات اللہ علیہما یمشی فلقیہ مولی لہ فقال لہ الحسین علیہ السلام این تذھب یا فلان قال فقال لہ مولاہ افر من جنازۃ ھذا المنافق ان اصلی علیہا فقال لہ الحسین علیہ السلام انظر ان تقوم علی یمینی فما تسمعنی اقول فقل مثلہ فلما ان کبر علیہ ولیہ قال الحسین علیہ السلام اللہ اکبر اللھم العن فلانا عبدک الف لعنۃ موتلفۃ غیر مختلفۃ اللھم اخز عبدک فی عبادک وبلادک واصلہ حر نارک واذقہ اشد عذابک فانہ کان یتولی اعداءک ویعادی اولیاءک ویبغض اہل بیت نبیک

امام جعفر صادق سے روایت ہے کہ ایک شخص منافقوں میں سے مر گیا، امام حسین صلوات اللہ علیہ اس کے جنازہ کے ہمراہ چلے راستہ میں غلام ان کا ان کو ملا اس سے امام حسین علیہ السلام نے فرمایا تو کہاں جاتا ہے اس نے کہا میں اس منافق کے جنازہ سے بھاگتا ہوں نہیں چاہتا کہ اس پر نماز پڑھوں حسین علیہ السلام نے اس سے فرمایا دیکھو میرے داہنے جانب کھڑا ہو اور جو کچھ مجھے کہتے ہوئے سنتا رہے تو بھی کہنا، پھر جب اس منافق کے ولی نے تکبیر کہی تو حسین علیہ السلام نے بھی تکبیر کہہ کر یہ دعا مانگی کہ یا اللہ اپنے فلانے بندے پر لعنت کر ہزار لعنتیں جو ساتھ ساتھ ہوں مختلف نہ ہوں، یا اللہ اپنے اس بندے کو دوسرے بندوں میں اور شہروں میں رسوا کر اور اپنی آگ کی گرمی میں اس کو ڈال اور سخت عذاب اس پر کر، کیونکہ وہ تیرے دشمنوں سے دوستی رکھتا تھا اور تیرے دوستوں سے دشمنی اور تیرے نبی کے اہلبیت سے بغض رکھتا تھا

(ف) دیکھئے یہ امام معصوم ہیں جو اس طرح لوگوں کو فریب دے رہے ہیں، اگر اس منافق کی نماز جنازہ جائز نہ تھی تو امام کو علاحدہ رہنا چاہیئے تھا، خواہ مخواہ نماز جنازہ میں شریک ہو کر بد دعا کس قدر مذموم خصلت ہے غلام بے چارہ جارہا تھا اس کو زبردستی امام نے شریک کر کے اپنے ساتھ فریب دہی کا مرتکب بنایا۔ کتب شیعہ میں اس قسم کے افعال اور ائمہ سے بھی منقول ہیں۔ استغفر اللہ منہ۔

اڑتیسواں مسئلہ

مذہب شیعہ میں ائمہ کی زیارت کی بھی نماز پڑھی جاتی ہے اور اس میں ان کی قبروں کی طرف منھ کیا جاتا ہے، قبلہ رو ہونے کی شرط نہیں، یہ مسئلہ بھی ان کی کتب حدیث و فقہ میں مذکور ہے، اور غالباً شیعہ اس کو عیب بھی نہیں سمجھتے کیونکہ کعبہ مکرمہ سے ان کو چنداں تعلق نہیں، دین اسلام کی تمام چیزوں سے ان کی بے تعلقی ظاہر ہے، صرف زبان سے تعلق کا اظہار محض اس لئے کرتے ہیں کہ ناواقف لوگ ان کو اسلامی فرقوں میں شمار کریں اور مسلمانوں کے بہکانے کا موقع ملے۔

انتالیسواں مسئلہ

مذہب شیعہ میں نجاست میں پڑی ہوئی روٹی کی اس درجہ قدر ہے کہ اس کو ائمہ معصومین کی غذا بتایا جاتا ہے کہ جو شخص اس روٹی کو کھالے گا وہ جنتی ہو جائے گا، من لایحضرہ الفقیہ باب المکان للحدث ج اول ص۱ میں ہے

دخل ابو جعفر الباقر الخلاء فوجد لقمۃ خبز فی القذر فاخذھا وغسلھا و دفعھا الی مملوک کان معہ

امام باقر علیہ السلام ایک روز پاخانہ گئے تو انھوں نے ایک لقمہ نجاست میں گرا ہوا پایا، پس اس کو اٹھا لیا اور دھویا، اور ایک

فقال تکون معك لا کلها اذا خرجت فلما خرج علیه السلام قال للملوك این اللقمة قال اکلتها یا ابن رسول الله تعالیٰ انهما ما استقرت فی جوف احد الا وجبت له الجنة فاذهب فانت حر فانی اکره ان استخدم رجلاً من اهل الجنة

غلام کو جو ان کے ہمراہ تھا دیا اور فرمایا کہ اس کو اپنے پاس رکھ، جب میں نکلوں گا تو اس کو کھاؤں گا. چنانچہ جب نکلے تو اس غلام سے پوچھا کہ وہ لقمہ کہاں ہے. غلام نے کہا اے فرزند رسول اللہ میں نے اس کو کھالیا. امام نے فرمایا وہ لقمہ جس کے پیٹ میں جائے گا اس کے لئے جنت واجب ہوجائے گی تو جا تو آزاد ہے کیونکہ میں اس بات کو ناپسند کرتا ہوں کہ کسی جنتی سے خدمت لوں.

چالیسواں مسئلہ

شیعوں نے جو حدیثیں ائمہ کی طرف منسوب کرکے روایت کی ہیں ان میں اس قدر اختلاف ہے کہ کوئی مسئلہ ایسا نہیں جس میں اماموں کے مختلف اقوال نہ ہوں اس اختلاف نے مجتہدین شیعہ کو سخت پریشان کر رکھا ہے، بے چارے اکثر تو یہ کرتے ہیں کہ مختلف حدیثوں میں ایک کو امام کا اصلی مذہب کہہ دیتے ہیں اور دوسری حدیثوں کو تقیہ کہہ کر اڑا دیتے ہیں مگر کہیں یہ بات بھی نہیں بنتی اس وقت سخت حیران ہوتے ہیں، مولوی دلدار علی صاحب نے اساس الاصول میں مجبور ہو کر یہ بھی لکھ دیا کہ اگر ہمارے اختلاف کو دیکھو تو حنفی شافعی کے اختلاف سے بدرجہا زائد ہے. مولوی دلدار علی نے یہاں تک اقرار کرلیا کہ ہمارے ائمہ کا اختلاف عقدہ لاینحل ہے اور ہر جگہ اس بات کا معلوم کرلینا کہ یہ اختلاف کیوں ہے انسانی طاقت سے باہر ہے، بہت سے شیعہ اس اختلاف کو دیکھ کر

مذہب شیعہ سے پھر گئے۔

اساس الاصول ص۵۱ میں ہے:

الاحادیث الماثورۃ عن الائمۃ مختلفۃ جدا لایکاد یوجد حدیث الاوفی مقابلتہ ماینافیہ ولایتفق خبر الاوبازاءہ مایضادہ حتی صار ذلک سببا لرجوع بعض الناقصین عن اعتقاد الحق کما صرح بہ شیخ الطائفۃ فی اوائل التھذیب والاستبصار ومنا شیئ ھذہ الاختلافات کثیرۃ جدا من التقیۃ والوضع واشتباہ السامع والنسخ والتخصیص والتقیید وغیر ھذہ المذکورات من الامور الکثیرۃ کما وقع التصریح علی اکثرھا فی الاخبار الماثورۃ عنھم وامتیاز المناشی بعضھا عن بعض فی باب کل حدیثین مختلفین بحیث یحصل العلم والیقین بتعیین المنشاء عسیر جدا وفوق الطاقۃ کما لا یخفی۔	جو حدیثیں ائمہ سے منقول ہیں ان میں بہت اختلاف ہے کوئی حدیث ایسی نہیں مل سکتی جس کے مقابلہ میں دوسری حدیث نہ ہو اور کوئی خبر ایسی نہیں ہے جس کے مقابلہ میں دوسری ضد موجود نہ ہو یہاں تک کہ اس اختلاف کے سبب سے بعض ناقص لوگ اعتقادِ حق (یعنی مذہب شیعہ) سے پھر گئے، جیسا کہ شیخ الطائفہ نے تہذیب و استبصار کے شروع میں اس کی تصریح کی ہے اور اس اختلاف کے اسباب بہت ہیں مثلاً تقیہ اور جعلی حدیثوں کا بنایا جانا اور سننے والے سے اشتباہ کا ہو جانا اور منسوخ ہو جانا اور خاص اور مقید کا ہو جانا۔ اور علاوہ ان مذکورہ باتوں کے بہت سی باتیں ہیں چنانچہ اکثر باتوں کی تصریح ان روایات میں ہے جو ائمہ سے منقول ہیں اور ہر دو مختلف حدیثوں میں یہ پتہ لگانا کہ کس سبب سے اختلاف ہوا اس طور پر کہ تعین سبب کا علم و یقین ہو جائے نہایت دشوار بلکہ طاقتِ انسانی سے بالاتر ہے جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔

جناب حائری صاحب! اپنی احادیث کے اس عظیم و شدید اختلافات کو دیکھئے اور اس پر غور کیجئے کہ ان مختلف حدیثوں میں آپ کے اسلاف نے جس کو چاہا امام کا اصلی مذہب کہہ دیا جس کو چاہا تقیہ وغیرہ کہہ کر اڑا دیا، کیونکہ بقول مولوی دلدار علی صاحب کے ہر جگہ سبب اختلاف کا معلوم کرنا طاقت انسانی سے بالاتر ہے، کیا باوجود اس کے بھی آپ اپنے کو پیرو ائمہ کہہ سکتے ہیں۔ شرم شرم شرم۔

جن مسائل کا ذکر تنبیہ الحائرین کے دیباچہ میں

تھا، ان کا بیان ختم ہو چکا اور کتب شیعہ کا حوالہ بقدر ضرورت دیا جا چکا اب چند امور جن کا وعدہ اسی تکملہ پر محمول تھا، ہدیۂ ناظرین کئے جاتے ہیں۔

حضرت عثمانؓ پر

قرآن شریف جلانے کا اتہام

یہ ایک پرانا فرسودہ طعن ہے جس کا معقول جواب اہلسنت کی طرف سے بارہا دیا گیا اور اس جواب کا کوئی رد حضراتِ شیعہ کی طرف سے نہیں ہو سکا، مگر بہ مقتضائے حیا حضراتِ شیعہ اس جواب سے آنکھ بند کرکے پھر جہاں موقع پاتے ہیں اس طعن کو ذکر کر دیتے ہیں۔ حائری صاحب نے بھی جاہلوں اور بیوقوفوں کو دھوکا دینے کے لئے اس طعن کو بیان کیا ہے اور چھ سات کتابوں کے نام بھی لکھ دیئے ہیں کہ ان میں یہ طعن مذکور ہے اور لکھا ہے کہ ان کتابوں کی عبارتیں[1] رسالہ موعظہ حسنہ میں نقل کر چکا ہوں۔ حائری صاحب تفسیر اتقان دیکھیں تو ان کو معلوم ہوگا کہ اس زمانہ میں اکثر لوگوں نے اپنے اپنے مصحف میں اپنی یادداشت کے لئے تفسیری الفاظ اور منسوخ التلاوۃ آیتیں قرآن شریف کی آیتوں کے ساتھ ملا کر لکھ لی تھیں، اس وقت تو ان لوگوں کو کسی قسم کے اشتباہ کا اندیشہ نہ تھا لیکن اگر وہ مصاحف رہ جاتے تو آئندہ نسلوں کو بہت اشتباہ ہوتا، یہ پتہ نہ چلتا کہ

[1] رسالہ موعظہ حسنہ میں جو عبارتیں نقل کی ہیں ان میں ایک عبارت تحفہ نذریہ کی ہے وھو ھذا: "آں مصاحف محرف را کہ مردم بعضم تفسیر آں را محرف ساختہ بودند ہاں مصاحف نابہ اختلاف وجدال مسلمانان بود از مردم گرفتہ بتفحص بسیار یکے از آنہا نزد مردم نگذاشتہ و ہمہ را بسوختہ"۔ اس عبارت کو دیکھ کر خواجہ حافظ کا مصرع یاد آگیا ع چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد — اس عبارت سے صاف ظاہر ہو گیا کہ حضرت عثمان نے قرآن نہیں جلائے تھے بلکہ مخلوط و محرف چیز جلائی تھی ۱۲۔

لفظ قرآنی کون ہے اور تفسیری لفظ کون ہے، منسوخ التلاوۃ کون کون آیات ہیں اور غیر منسوخ کون، لہٰذا حضرت عثمانؓ نے بمشورۂ جمہور صحابہؓ ان مصاحف کو معدوم کر دیا اور ان کے معدوم کرنے کی سب سے بہتر صورت یہی تھی کہ ان کو جلا دیا جائے سنن ابی داؤد میں حضرت علی مرتضیٰ سے مروی ہے کہ:

لاتقولوا فی عثمان الاخیرا فانہ مافعل فی المصاحف الاعن راءنا

حضرت عثمان کے حق میں سوا کلمہ خیر کے کچھ نہ کہو کیونکہ انھوں نے مصاحف کے بارے میں جو کچھ کیا وہ ہم سب کے مشورے سے کیا۔

پھر یہ بھی دیکھنے کی بات ہے کہ جب تفسیری الفاظ بھی قرآن کے ساتھ مخلوط تھے تو آیا اس مجموعہ کو قرآن کہا جا سکتا ہے، ہرگز نہیں۔

اگر حائری صاحب کسی روایت سے یہ ثابت کر دیں کہ حضرت عثمان نے جن مصاحف کو جلوایا تھا ان میں خالص قرآن تھا اور منسوخ التلاوۃ آیتیں اس میں نہ تھیں، تو جو انعام وہ اپنے منہ سے مانگیں ان کو دیا جائے گا۔

جناب حائری صاحب کو خبر نہیں کہ احراقِ قرآن کے طعن کا ایسا نفیس جواب اہلسنت نے دیا ہے کہ علمائے شیعہ کو مجبور ہو کر اس کی تعریف کرنی پڑی علامہ ابن میثم بحرانی شرح نہج البلاغۃ میں مطاعن حضرت عثمان کا ذکر کر کے لکھتے ہیں: وقد اجاب الناصرون لعثمان عن ھٰذہ الاحداث باجوبۃ مستحسنۃ وھی مذکورۃ فی المطولات حضرت عثمانؓ کے طرفداروں نے ان اعتراضات کے عمدہ عمدہ جوابات دیئے ہیں جو بڑی بڑی کتابوں میں مذکور ہیں — حضرت عثمانؓ نے ان مصاحف کو معدوم کر کے مسلمانوں پر بڑا احسان کیا، ورنہ آج قرآن شریف کی حالت بھی توریت انجیل کی سی ہوتی مگر جن کو قرآن شریف سے تعلق نہیں وہ اس احسان کی کیا قدر کر سکتے ہیں۔

مُصحفِ فاطمہ
و
کتابِ علیؑ

جناب حائری صاحب نے اپنے رسالہ کے آخر میں ایک دھوکا یہ بھی دیا ہے کہ مصحف علی و مصحف فاطمہ کو ایک چیز ظاہر کیا ہے اور پھر یہ بھی لکھا کہ مصحف علی کوئی اور چیز نہیں ا ۲ ا قرآن کا نام ہے۔

حائری صاحب کو معلوم رہے کہ ناواقفوں کو تو جس طرح چاہے دھوکا دیکر ثواب حاصل کر لیجئے مگر جن لوگوں نے آپ کی کتابیں دیکھی ہیں وہ آپ کی جرأت پر آفریں کہتے ہیں۔

حضرت! مصحف علی اور چیز ہے اور کتاب علی اور چیز ہے، چونکہ ان امور کو نہایت تفصیل کے ساتھ النجم میں لکھ چکا ہوں اس لئے یہاں مختصرًا لکھتا ہوں،

حضراتِ شیعہ نے قرآن سے منحرف کرنے کے لئے دینی مسائل کے کئی ایک فرضی ماخذ بنائے اور ائمہ نے ان کی روایتیں نقل کیں جن کے نام حسب ذیل ہیں:

مصحفِ فاطمہ جس کی بابت امام صادق کا قول ہے کہ تمہارے قرآن سے تگنا ہے اور واللہ اس میں تمہارے قرآن کا ایک حرف نہیں (اصول کافی صـ۱۴۶)

دوسرے جفر جس کی بابت امام جعفر صادق کا ارشاد ہے کہ وہ ایک چمڑے کا تھیلا ہے جس میں تمام انبیاء اور اوصیاء اور علمائے بنی اسرائیل کے علم بھرے ہوئے ہیں (اصول کافی صـ۱۴۶)

دوسرے کتاب علی جس کی بابت زرارہ صاحب کا بیان ہے کہ مجھے امام

جعفر صادق نے وہ کتاب دکھائی، اونٹ کی ران کے برابر موٹی تھی اور اس میں تمام مسلمانوں کے خلاف مسائل لکھے ہوئے تھے (فروع کافی جلد سوم صہ۵۲)

چوتھے مصحف علی جس کی بابت ہم تنبیہ الحائرین میں کتب شیعہ کی عبارتیں نقل کر چکے ہیں۔ وہ ہمارے قرآن سے بالکل مختلف تھا، کمی بیشی تغیر و تبدل غرض ہر لحاظ سے اس میں اور ہمارے قرآن میں بڑا فرق تھا، حائری صاحب کا کتاب القوانین الاصول سے یہ نقل کرنا کہ صرف احادیث قدسیہ کا اختلاف تھا، قابل اعتبار نہیں کیونکہ قوانین الاصول میں صدوق کا قول ہے اور صدوق منجملہ ان چار اشخاص کے ہے جو تحریف قرآن کے منکر ہیں، اور اس کے لئے اپنی روایات کے خلاف باتیں بناتے ہیں جیسا کہ تنبیہ الحائرین میں لکھا جا چکا۔

هٰذَا اٰخِرُ الْکَلَامِ

بِالْاِخْتِصَارِ الْاِتْمَامِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ تَعَالٰی ؛

تمت